ولیٔ باصفا

حضرت مولانا صوفی محمد اقبالؒ صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے
مختصر حالات، دینی خدمات، اکابر و معاصرین کی نظر میں اُن کا مقام

مرتب: حضرت ڈاکٹر سید اشرف الدین صاحب زید مجدہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولیِ باصفا

مُرتّبہ

حضرت ڈاکٹر سید اشرف الدین صاحب زید مجدہم

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ

حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکـــتبہ اقبـالیہ

نور حراء پبلیشر

ای مل: noorbari786@gmail.com

فون: 0092-312-2502281

ولیٔ باصفا

حضرت مولانا صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کے مختصر حالات، دینی خدمات، اکابر اور معاصرین کی نظر میں ان کا مقام

مرتب حضرت ڈاکٹر سید اشرف الدین صاحب زید مجدہم

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ (از مرتب)	۸
۲	**باب اول**	۱۱
۳	حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے مختصر حالات	۱۱
۴	وطن، خاندان، ولادت وطفولیت	۱۱
۵	ابتدائی تعلیم	۱۲
۶	دینی وروحانی سفر	۱۲
۷	لکھنو میں علالت، ایمان ویقین وشکر کی کیفیت	۱۳
۸	دارالعلوم دیوبند ومظاہرالعلوم میں تحصیل علم	۱۴
۹	حج کے مسائل میں تفقہ واکابرین کا اعتماد	۱۵
۱۰	علمی استعداد اور حضرت رائپوری قدس سرہ کا ارشاد	۱۶
۱۱	نکاح	۱۶
۱۲	حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں	۱۷
۱۳	ربط مع الشیخ	۱۸

فہرست مضامین

۱۴	نظام الدین دہلی میں قیام اور قیام پاکستان کے حالات	۲۰
۱۵	مدینہ طیبہ کا لیل ونہار	۲۱
۱۶	خلافت واجازت	۲۲
۱۷	حضرت شیخؒ کی مدینہ منورہ ہجرت اور حضرت شیخؒ کی خدمت واعتماد	۲۳
۱۸	حضرت شیخؒ کا اعتماد وخصوصی تعلق	۲۳
۱۹	حضرت صوفی صاحبؒ کی نمایاں صفات	۲۵
۲۰	اتباع سنت وعشق رسول ﷺ	۲۷
۲۱	طالبین وسالکین کی تعلیم وتربیت	۲۸
۲۲	امام غزالی قدس سرہ کی شہادت	۲۹
۲۳	مکاشفات انوارات وقلبی کیفیات	۲۹
۲۴	اشراف علی الخواطر اور محبت کی تاثیر	۳۱
۲۵	تواضع بے نفسی وفنائیت	۳۱
۲۶	علالت ووفات	۳۲
۲۷	آخری سفر حج کے لئے استخارہ اور آخری ایام کا ادراک	۳۳
۲۸	آخری ساعتیں اور قریبی حضرات کی موجودگی	۳۴
۲۹	باب دوم	۳۵
۳۰	روح دین (خانقاہی نظام) کے احیاء وفروغ کے لئے حضرت صوفی صاحبؒ کی مساعی جمیلہ	۳۵

۳۱	حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی دینی فکر خانقاہی نظام اور ذکر اللہ سے متعلق حضرت شیخ الحدیثؒ کے چند ارشادات	۳۶
۳۲	رویائے صالحہ	۳۶
۳۳	ذکر اللہ و خانقاہی نظام کے بارے میں علمائے کرام کے اقوال	۳۷
۳۴	خانقاہی نظام، روح دین کے لئے حضرت صوفی صاحبؒ کی مساعی جمیلہ	۴۰
۳۵	رمضان المبارک اور خانقاہی چلہ	۴۰
۳۶	حضرت صوفی صاحبؒ کے اسفار	۴۱
۳۷	رمضان المبارک کے اجتماعات میں علماء اور مشائخ کی شرکت	۴۳
۳۸	رمضان المبارک میں اعتکاف اور خانقاہی اعمال کی وضاحت	۴۳
۳۹	نسبت مع اللہ کا حصول	۴۴
۴۰	مجمع کے ساتھ اعتکاف پر بعض کی تنقید اور حضرت شیخؒ کا جواب	۴۵
۴۱	مشاہیر علماء و مشائخ سے رابطہ	۴۵
۴۲	حضرت پیر غلام حبیب قدس سرہ سے تعلق اور ایک لطیفہ	۴۵
۴۳	حضرت صوفی صاحبؒ کی سرپرستی میں خانقاہی کوششیں اور اس کے ثمرات	۴۷
۴۴	حجاز مقدس اور دیگر ممالک میں خانقاہی سرگرمیاں	۴۷
۴۵	مدارس میں ذکر اللہ کی مجالس اور مستقل خانقاہوں کا قیام	۴۸
۴۶	عصر حاضر میں مجالس ذکر و درود شریف کی ضرورت و اہمیت اور حضرت صوفی صاحبؒ کا تجدیدی کارنامہ	۵۱
۴۷	کثرت درود شریف کے بارے میں اکابرین کے اقوال	۵۲

۴۸	عصر حاضر کا اہم تقاضہ	۵۳
۴۹	مجالس درود شریف کے اعمال	۵۴
۵۰	حضرت صوفی صاحب کی تالیفی خدمات	۵۶
۵۱	تعارف کتب از کتاب ''مرد باصفا''	۵۷
۵۲	محبت	۵۷
۵۳	تین اصلاحی کتب	۵۸
۵۴	ذکر اللہ سے متعلق تالیفات	۵۹
۵۵	ذکر واعتکاف کی اہمیت	۶۰
۵۶	حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے حالات پر چند تالیفات	۶۰
۵۷	اکابر کا تقویٰ	۶۱
۵۸	تالیفات کی دوسری نوع	۶۳
۵۹	حقوق خاتم النبیین ﷺ میں درود شریف کا مقام	۶۳
۶۰	محبت ہی محبت	۶۴
۶۱	تحفہ عشاق	۶۶
۶۲	ربیع القلوب، شفاء الاسقام اور مقبول وسیلہ	۶۷
۶۳	مجالس درود شریف، ترجمہ جلاء الافہام درود شریف کا مقبول وظیفہ	۶۷
۶۴	رسول اللہ ﷺ کی محبت اور ادب وتعظیم سے متعلق تالیفات	۶۸
۶۵	آداب النبی ﷺ، میاں دو کریم	۶۹
۶۶	تنویر الابصار	۷۰

٦٧	محبت ومحبوبیت، ایمان بالرسول کے لوازمات	٧٠
٦٨	العطور المجموعہ	٧١
٦٩	حضرت صوفی صاحبؒ کی دیگر تالیفات	٧٢
٧٠	**باب سوم**	٧٧
٧١	اکابرین ومعاصرین کی نظر میں حضرت صوفی صاحبؒ قدس سرہ کا مقام	٧٧
٧٢	(۱) حضرت شیخ الحدیثؒ کے منظور نظر	٧٧
٧٣	(۲) حضرت جی مولانا محمد یوسف دہلویؒ کا ارشاد	٨١
٧٤	(۳) حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں قدس سرہ کی شہادت	٨١
٧٥	(۴) حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کی تحریر	٨٤
٧٦	(۵) حضرت مولانا علی مرتضیٰ قدس سرہ کا مکتوب	٨٥
٧٧	(٦) حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے نزدیک حضرت صوفی صاحبؒ اکابر کے روحانی معارف کے امین	٨٥
٧٨	(٧) حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کا تعلق	٨٦
٧٩	(٨) حضرت سید نفیس شاہ صاحبؒ کے تاثرات	٨٨
٨٠	(٩) استاذ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ کا مکتوب	٨٩
٨١	(١٠) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ کا ارشاد	٩١
٨٢	(١١) محدث کبیر حضرت علامہ عبدالرشید نعمانیؒ کا ارشاد	٩١
٨٣	(١٢) حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ کا خصوصی تعلق	٩١
٨٤	(١٣) حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم	٩٣

فہرست مضامین

۸۵	(۱۴) حضرت مولانا محمد یوسف متالا دامت برکاتہم شیخ الحدیث وبانی دارالعلوم بری برطانیہ خلیفہ وشاگرد حضرت شیخ قدس سرہ	۹۴
۸۶	(۱۵) حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم صدر مدرس مظاہرالعلوم	۹۵
۸۷	(۱۶) فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحبؒ کا مکتوب	۹۵
۸۸	(۱۷) استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب دامت برکاتہم کا ارشاد	۹۶
۸۹	(۱۸) حضرت مولانا محمد رابع ندوی صاحب زید مجدہم کے تاثرات	۹۷
۹۰	(۱۹) تاثرات حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی زید مجدہم	۱۰۰
۹۱	(۲۰) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا عقیدت مندانہ تعلق	۱۰۹
۹۲	(۲۱) حضرت مولانا حسان احمد مظاہری زید مجدہم	۱۲۲
۹۳	(۲۲) مشاہدات وتاثرات حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم	۱۲۴
۹۴	حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی نصیحت	۱۲۹
۹۵	رسالہ (۱) حرف اقبال حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دامت برکاتہم، امین عام مدرسہ مظاہرالعلوم، نواسہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ	۱۳۰
۹۶	رسالہ (۲) حضرت صوفی محمد اقبال صاحبؒ کی اتباع شریعت وتباع سنت کی ترغیب واجتناب بدعات کی تاکید از حضرت مولانا محمد سہیل مدنی دامت برکاتہم	۱۶۱

پیش لفظ

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

اللہ جل شانہ کو اپنے جن بندوں سے دین کی خدمت وسربلندی کا کام لینا ہوتا ہے تکوینی طور سے اس کے اسباب بھی مہیا فرمادیتے ہیں۔ دین کا اہم اور تکمیلی شعبہ تزکیہ واحسان جس کے بارے میں مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ نے جس چیز کی طرف دعوت دی ان میں سب سے مہتم بالشان تین امور ہیں (۱) تصحیح عقائد جس کا ذمہ علمائے امت کے اہل اصول نے اٹھایا۔(۲) دوسری چیز اعمال کا صحیح طور پر ادا کرنا اس فن کو امت کے فقہاء نے اپنے ذمہ لیا۔(۳) تیسری چیز احسان ہے جس کے متعلق شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''تصحیح اخلاص واحسان کو جو دین کی اصل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا۔ اخلاص کی آیات واحادیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ تیسرا جزو شریعت کے مقاصد کا سب سے وقیع فن ہے۔ اس فن کا تکفل صوفیاء نے کیا ہے۔ انہوں نے خود ہدایت پائی اور دوسروں کو ہدایت فرمائی اور انتہائی سعادت کے ساتھ کامیاب ہوئے''۔

اخلاص واحسان ونسبت مع اللہ کا تعلق قلب سے ہے۔ قرآن پاک واحادیث کی روشنی میں حصول نسبت کے لئے اہل اللہ علماء ربانین نے دو طریقے تجویز کئے ہیں۔

(۱) صحبت اہل اللہ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''کونوا مع الصادقین''
(۲) مشائخ کی نگرانی میں کثرت ذکر اللہ۔

اللہ تعالیٰ نے مرشدنا حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ کو ابتدائی عمر ہی سے کبار مشائخ و علماء ربانیین کی صحبت عطا فرمائی جس کا تذکرہ اس رسالہ میں آرہا ہے۔ اکمال الشیم (ترجمہ الحکم) میں ہے:

''اور اپنے اولیاء تک اسی کو پہنچایا جس کو اپنی طرف پہنچانا چاہا''۔

اس عبارت کی تشریح میں حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''سبحان اللہ کیا قدرت ہے اور اس کا کیسا فضل ہے کہ اپنے اولیاء تک اس نے اس کو پہنچایا جس کو اپنے تک پہنچانا چاہا۔ یعنی اولیاء کی محبت اور معرفت اور ان کی صحبت خاصہ اس شخص کو نصیب فرمائی جس کو یوں چاہا کہ اس شخص کو اپنی ذات عالی تک پہنچائے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اور جو محبوب کو چاہتا ہے ظاہر ہے کہ وہ بھی محبوب ہو جاتا ہے پس جو کوئی ان حضرات سے محبت کرے گا یہ علامت ہے اس امر کی کہ اس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اس کو معرفت اپنی نصیب فرمائے گا''۔ (اکمال الشیم باب ۵)

حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دامت برکاتہم (نواسہ وخلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ) نے حضرت صوفی صاحبؒ کے تحریر کردہ مکتوبات جو حضرتؒ نے اپنے شیخ ومربی کو تحریر فرمائے تھے ''حرف اقبال'' کے عنوان سے بہت ہی دل نشیں اور پُر اثر انداز میں اپنے تأثرات کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں جس میں حضرت صوفی صاحبؒ کے احوال وآثار، شیخ ومربی سے قلبی تعلق وروابط واصلاح وتربیت کے نمونے اور ان کے ارتقاء واحسانی کیفیات وترقیات کی منزل بمنزل مستند تاریخ ہے اور اس راہ سلوک ومعرفت کے سالکین کے لئے چشم کشا راہبر وراہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

پہلی بار یہ رسالہ خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا سے شائع ہوا اور دوبارہ حضرت مولانا سید محمد شاہد دامت برکاتہم نے اپنے مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور سے شائع کیا۔ بندہ کو خیال آیا کہ ''حرف اقبال'' کے ساتھ دوسرے اکابرین ومعاصرین کی نظر میں حضرت صوفی صاحبؒ کے مقام اور مختصر حالات ودینی خدمات

کا تذکرہ بھی شائع کردیا جائے۔اولیاء کی زیارت وصحبت جس طرح انسان کی عملی اخلاقی اصلاح کے لئے نسخہ اکسیر ہے اسی طرح دوسرے درجہ میں ان کے حالات ملفوظات وخدمات کا تذکرہ بھی مفیدومجرب ہے اس کے مطالعہ سے بزرگان دین کی محبت وعظمت دلوں میں پیدا ہوتی ہے،رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور معنوی ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔

بندہ ناچیز نے حضرت مولانا محمد سہیل مدنی دامت برکاتہم کی کتاب ''مرد باصفا'' (جس میں حضرت مولانا نے حضرت صوفی صاحبؒ کے حالات بہت شرح وبسط سے تحریر فرمائے ہیں) سے استفادہ کر کے حضرت مولانا کی تحریرات نقل کردی ہیں۔اس رسالے کی ترتیب میں حضرت صوفی صاحبؒ کے مجاز کرنل محمد آزاد منہاس دامت برکاتہم کے غیر مطبوعہ ملفوظات ومختصر سوانح سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ شانہ ناظرین اور ہم سب مسلمانوں کو اکابرین کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

از مرتب

باب اول

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کے مختصر حالات

وطن خاندان ولادت وطفولیت

حضرت صوفی صاحبؒ کی ولادت سنہ **1926**ء شہر ہوشیار پور ضلع جالندھر میں ہوئی۔آپ کے دادا امیر بخشؒ شریف الطبع انسان تھے۔حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے پاس آمدورفت رہتی تھی ان کے ایک ہی فرزند ارجمند خلیل الرحمٰن والد ماجد حضرت صوفی صاحبؒ انتہائی با اخلاق ذی وجاہت وعزت اور بارعب انسان تھے۔اپنے شہر کے بڑے ڈینٹل سرجن (طبیب اسنان) تھے آپ کا نکاح ہوشیار پور کے ایک معزز شیخ محمد جمیل کی صاحبزادی بی بی ہاجرہ سے ہوا اللہ پاک نے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔دو صاحبزادے نوعمری میں فوت ہو گئے تھے۔تیسرے حضرت ڈاکٹر اسلم صاحب اپنے والد ماجد کے قدم بہ قدم نہایت متواضع انسان تھے۔حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت سے بھی نوازے گئے تھے۔آپ کا شمار بھی لاہور کے مشہور اطباء اسنان میں ہوتا تھا حضرت صوفی صاحبؒ بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے والدہ ماجدہ نہایت خداترس منتظم خاتون تھیں،انابت الی اللہ کا یہ عالم تھا کہ سارا دن ذکر و تلاوت و مناجات میں گذرتا حضرت صوفی صاحبؒ سے خصوصی محبت و شفقت فرماتیں،حضرت صوفیؒ کے والد ماجد حضرتؒ کے بچپن میں فوت ہو گئے تھے تربیت والدہ ماجدہ اور بھائی ڈاکٹر محمد اسلم نے فرمائی اور بخوبی نبھایا۔

ابتدائی تعلیم

حضرت صوفی صاحبؒ اپنے مضمون حضرت شیخؒ کے خلفاء میں تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ ہمارا خاندان کوئی دینی علمی نہیں ہے متوسط درجہ کی دینداری ہے حسب رواج مسجد میں ایک مکتب کے سپرد ہوا استاد ایک باخدا درویش صفت عالم باعمل حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے شاگرد و مرید حضرت مولانا قاری محمد ابراہیم صاحبؒ تھے جو تعلیم کے ساتھ طلبہ میں دینی جذبات و دینی تربیت کے بڑے حریص تھے چھوٹے بچوں کو تعلیم الاسلام سے لیکر اردو، فارسی، عربی کی ابتدائی تعلیم بھی دیتے اور عمل و نصائح سے تربیت فرماتے۔ والدہ مرحومہ کی بیماری کی وجہ سے ابتدائی دینی تعلیم کا سلسلہ موقوف ہوگیا، تین سال بعد جبکہ چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا خود بخود قرآن پاک پڑھنے اور دینی علوم حاصل کرنے کا شوق ہوا اور بطور خود حضرت قاری صاحب کے پاس حاضر ہو کر پڑھنا شروع کیا، اب انہوں نے پوری توجہ فرمائی اور اردو کی دینی کتب بھی پڑھنے کیلئے دینا شروع کر دیں جس سے مجھ پر دینی جذبات کا خوب غلبہ ہوگیا''۔

آپ کے وطن ہوشیار پور میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے متعلقین بھی مقیم تھے جن کے سیاسی اختلاف کے باوجود آپس میں محبت و مودت کا تعلق تھا ان حضرات کی مجالس میں بھی اکثر حاضری ہوتی اسکول کے زمانے میں حضرت تھانویؒ کی کتابوں کا مطالعہ بھی حضرتؒ فرماتے اور ان سے مکاتبت بھی رہی کچھ ہی عرصہ بعد حضرت تھانویؒ کی وفات ہوگئی۔

دینی و روحانی سفر

میٹرک کے بعد بھائی صاحب نے گھر والوں کے مشورہ اور اتفاق رائے سے آپ کو حصول علم اور تلاش روزگار کی خاطر دہلی جہاں آپ کے قریبی عزیز مقیم تھے روانہ کر دیا ابتدائی عمر میں دینی تعلیم و تربیت و جذبات نقش کالحجر ہوتے ہیں آپ کے دل میں عشق کی وہ چنگاری پڑ چکی تھی جس نے زندگی کا ایک نیا سفر شروع کرا دیا، چنانچہ آپ دہلی اسٹیشن سے سیدھے تبلیغی مرکز نظام الدین روانہ ہوگئے، اس

وقت حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہ حیات تھے۔ تبلیغی جماعت سے آپ کا تعلق خوب بڑھا کئی مرتبہ تین چلے دیئے حتیٰ کہ آپ کا شمار جماعت کے صف اول کے لوگوں میں ہونے لگا۔ میوات میں آپ کی ملاقات مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی قدس سرہ سے ہوئی اور ان کے ہمراہ حصول علم کیلئے ندوۃ العلماء لکھنو روانہ ہوگئے۔ حضرت قاری ابراہیم میاںؒ کی طرح حضرت علی میاںؒ نے بہت ہی خصوصی توجہات سے نوازا حضرت صوفی صاحبؒ فرماتے ہیں مجھے بھی ان کے ساتھ عشق کے درجہ میں محبت ہوگئی تعلیم کے دوران آپ کا قیام لکھنو کے علاوہ حضرت مولانا علی میاںؒ کے آبائی وطن تکیہ کلاں رائے بریلی (جو لکھنو سے 60 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) رہا تکیہ کلاں مجاہد اسلام ولی کامل حضرت سید احمد شہیدؒ کا بھی آبائی وطن ہے یہاں حضرت شہید قدس سرہ کا کافی عرصہ قیام رہا، آپ کے والد ماجدؒ بھی یہیں مدفون ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ لکھنو اسٹیشن سے گذرتے تو فرماتے تکیہ کلاں رائے بریلی کے انوارات مجھے یہاں تک محسوس ہوتے ہیں، حضرت مولانا علی میاںؒ اور حضرت مولانا محمد رابع مدظلہ حضرت صوفی صاحبؒ کے محبت کے واقعات اپنی نجی مجالس میں بیان فرماتے تھے، عربی کی ابتدائی کتابیں، ترجمہ قرآن اور ریاض الصالحین حضرت مولانا علی میاںؒ نے پڑھائیں کچھ کتابیں حضرت مولانا محمد عمران خان صاحب سے پڑھیں۔

لکھنو میں علالت، ایمان ویقین وشکر کی کیفیت

لکھنو میں طالب علمی کے زمانے میں آپ سخت بیمار ہوگئے ضعف اتنا شدید تھا کہ صحت یابی کی امید نہ رہی۔ حضرت مولانا علی میاںؒ نے آپ کے بھائی صاحب کو تار دیا کہ جلد آجائیں آپ کے بھائی سخت بیمار ہیں ملاقات کرلیں وہ آپ سے کچھ بات بھی کرنا چاہتے ہیں، آپ کے بھائی ڈاکٹر اسلم فرماتے ہیں میں جلد ہی لکھنو پہنچ گیا۔

حضرت مولانا علی میاںؒ سے ملاقات ہوئی وہ کمرے کے باہر ٹہل رہے تھے فرمایا اندر آپ کے بھائی آرام کررہے ہیں مل لیجئے میں کمرے میں داخل ہوا بھائی صاحب دو آدمیوں کے سہارے اٹھ کر بیٹھ گئے میں نے تمام اہل خانہ کی خیریت سے مطلع کیا پھر ان کی خیریت اور جو بات وہ مجھ سے کرنا چاہتے تھے

دریافت کی، فرمانے لگے "ہم پراللہ پاک کا کس قدر انعام احسان وکرم ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا فرمایا اگر ہماری عمر لاکھ سال بھی ہو جائے ہم یہ سب عبادت میں گذار دیں پھر مر جائیں پھر زندہ ہوں پھر عبادت میں گذار دیں تو بھی اللہ پاک کریم کا شکر ادا نہیں ہو سکتا بس ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے"۔

میں ان کی اس بات سے بہت ہی متعجب ہوا کہ ایسے وقت میں انہوں نے کیسی عظیم قیمتی بات کہی جس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہو سکتی جب کہ میرا گمان تھا کہ انہیں کسی دنیاوی معاملہ کی بات کرنی ہے۔

نخواہم جز تو یک ساعت تفکر در دگر کردن
کہ در ہر دو جہاں جاناں ندارم جز تو دلدارے

(میں نہیں چاہتا کہ تیرے علاوہ ایک لمحہ بھی کسی دوسرے کے بارے میں سوچوں کیوں کہ دونوں جہاں میں اے محبوب تیرے سوا کوئی مقصود نہیں)۔

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور میں تحصیل علم

آپ کے علو استعداد اور آپ کے دل میں اعلیٰ دینی ماحول کی طلب وخواہش کو محسوس فرما کر حضرت مولانا علی میاںؒ نے آپ کو تکمیل علم کیلئے دارالعلوم دیوبند جانے کا مشورہ دیا اور ایک سفارشی خط شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے نام دیا جس کی بنا پر آپ کو ان کی خصوصی توجہ حاصل رہی، دیوبند میں حضرت مولانا معراج صاحب سے (جو بعد میں مہتمم دارالعلوم بنے) کچھ کتابیں پڑھیں، اسی طرح بھائی جی صاحبؒ (شاگرد حضرت گنگوہیؒ) اور حضرت مولانا میاں افضل صاحب (صاحبزادہ حضرت مولانا میاں اصغر حسینؒ) سے نورالانوار پڑھی اساتذہ کرام کے علاوہ دیگر مشائخ کرام کی صحبت بھی آپ کو نصیب ہوئی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ کی اقتداء میں نمازیں پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ حضرت مدنی ؒ سے آپ کو والہانہ تعلق تھا حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ (مجاز حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہ) سے بھی آپ کا تعلق رہا، حضرت مفتی کفایت اللہؒ کی بھی زیارت وصحبت کے علاوہ حضرت مفتی صاحبؒ کا حضرت شیخ الحدیثؒ پر غیر معمولی اعتماد بھی آپ نے مشاہدہ کیا۔

حج کے مسائل میں تفقہ وا کا برین کا اعتماد

ایک بار حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نے کنز الدقائق کا امتحان لیتے ہوئے سوال کیا کہ منفع سائق الھدی اور قارن میں کیا فرق ہے طلباء خاموش رہے آپ نے صحیح جواب دیا حضرت مولانا بہت مسرور ہوئے آپ کی ہمت افزائی فرمائی، اسی طرح مدینہ منورہ کے قیام میں کسی حاجی صاحب نے حج بدل کا مسئلہ دریافت فرمایا آپ نے حج بدل کے شرائط پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیئے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ یہ گفتگو ساعت فرمار ہے تھے حضرت شیخؒ بھی بہت مسرور ہوئے اور حج کے بارے میں اعتماد حاصل ہوا اور حج کے مسائل بیان فرمانے کی اجازت مرحمت فرمائی آپ کو حج کے مسائل سے خصوصی شغف ہوگیا تھا۔ قیام مدینہ میں آپ نے حضرت مولانا شیر محمد سندھیؒ (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانویؒ) سے حج کے مسائل سبقاً سبقاً پڑھ کر مکمل دسترس حاصل کر لی۔ حضرت مولانا سندھیؒ کے ہمراہ آپ کو عمرہ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی، حضرتؒ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر فرماتے تھے الحمد للہ ہمیں دو ہزار سے زائد حج کے مسائل مستحضر ہیں (حوالہ مرد باصفا صفحہ) عوام کے علاوہ علماء کرام و مفتیان کرام حج کے مسائل میں آپ سے رجوع کرتے حج کے ضروری اور وجوبی آداب سے متعلق آپ نے ''بیان العمدہ شرح زبدہ'' تصنیف فرمائی حج کے مسائل کو دوسری جلد میں مرتب فرمانا شروع کیا تھا مگر کئی وجوہات سے مکمل نہ کر سکے۔

دار العلوم میں کنز اور نور الانوار تک پڑھنے کے بعد آپکی طبیعت ناساز ہوگئی تو مظاہر العلوم آگئے۔ حضرت مولانا علی میاںؒ نے سفارشی خط حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام دیا۔ حضرت شیخؒ نے خصوصی توجہ فرمائی دو پہر کا کھانا ساتھ کھانے کا حکم فرمایا۔ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانویؒ) نے بھی آپ پر خصوصی شفقت فرمائی۔ (حضرت ناظم صاحب تقویٰ طہارت زہد و عبادت میں مشہور زمانہ اور علوم عقلیہ نقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، چالیس سال تک آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی)۔ کچھ عرصہ علالت کی وجہ سے تحصیل علم کا سلسلہ تو جاری نہ رکھ سکے البتہ حضرت ناظم صاحب سے یہ وعدہ لیا کہ قیامت کے روز اپنے شاگردوں میں شامل ہونے کی گواہی دیں گے چنانچہ حضرت ناظم

صاحب نے وعدہ فرمالیا۔ حج کے مسائل کے علاوہ دوسرے دینی علوم میں بھی آپ کو اللہ تعالیٰ نے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ جلاء افہام (باب رابع) وفضل السلف علی الخلف کا عربی سے اردو ترجمہ (یہ کتاب حقیقت علم اضافہ کے ساتھ شائع ہوئی) اس حقیقت کے شاہد عدل ہیں حضرت مفتی ولی حسن ٹونکویؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ صوفی صاحبؒ کی باتیں فقیہانہ ہوتی ہیں مگر لوگ نہیں سمجھتے میں انہیں جانتا ہوں میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو دیکھا ہے۔

علمی استعداد اور حضرت رائپوری قدس سرہ کا ارشاد

آپ علالت کے سبب اگرچہ درس نظامی کے اصول پر تحصیل علم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے البتہ مختلف اکابرین علماء سے فقہ وحدیث کی کتابیں پڑھیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے دورہ حدیث کے درس میں کئی بار شرکت فرماتے رہے۔ اللہ پاک نے باطن کے ساتھ ظاہری علم کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ علوم عالیہ میں آپ کو بالخصوص آج کل کے فارغ التحصیل علماء سے زیادہ دسترس حاصل تھی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ سے بہت سی کتابیں لکھوائیں پسند فرما کر طبع فرمایا۔ باقاعدہ تعلیم کی تکمیل نہ ہونے کا بہت قلق اور افسوس تھا جس کا اظہار ایک بار حضرت رائپوریؒ کے سامنے کر کے آبدیدہ ہو گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا فکر نہ کریں۔

جس پڑھنے سے مولیٰ ملے وہ پڑھنا اور   پڑھ پڑھ ہوئے پتھر لکھ لکھ ہوئے چور

اس کے بعد آپکو اطمینان ہوا اور اس کے بعد ہمہ تن یکسوئی سے دین کے اہم شعبہ تزکیہ باطن واحسان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن علوم ظاہرہ میں تواضعاً ہمیشہ اپنے آپ کو غیر عالم سمجھ کر علما سے رائے لینا ہر کام میں ضروری قرار دیتے خصوصاً ہر تالیف کو علماء سے رائے لیکر حذف واضافہ کے بعد ہی قابل اشاعت قرار دیتے۔

نکاح

تیس سال کی عمر میں ایک عالم باعمل حضرت مدنیؒ کے خادم حضرت مولانا غلام فرید صاحبؒ

فہرست مضامین

کی صاحبزادی سے ہوا۔اولاد کوئی نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خدمت میں

بازار عشق و سوق محبت کے جان فروش
لپکیں کہ چل چلاؤ ہے دنیائے دوں کا
سیکھیں طریق وصل و لقائے خدا پاک
دل بیچ کر خرید لیں سودا جنوں کا

حضرت صوفی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ابتدائی تعلیم کے دوران رمضان المبارک میں اپنے قاری محمد ابراہیمؒ کے ساتھ مسجد میں معتکف تھا اور شمائل ترمذی کا ترجمہ خصائل نبوی (تالیف حضرت شیخ الحدیثؒ) کا مطالعہ کرتا تھا کہ مجھے حضرت شیخ قدس سرہ کی خواب میں زیارت ہوئی اور ان سے دودھ پینا بھی یاد پڑتا ہے۔اس خواب کے بعد جبکہ شمائل میں باب مزاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا تو حدیث جس میں ''یـا ابـا عـمـیـر مـا فعل النغیر'' آتا ہے کی شرح میں حضرت نے تحریر فرمایا:

''بعض علماء نے اس حدیث میں سے سو سے زائد مسائل اور فوائد بتائے ہیں۔اس ذات کے قربان جس کے ایک مذاقی فقرہ سے سوسو مسائل حل ہوتے ہیں اور ان علماء کی قبروں کو اللہ پاک سراپا نور بنادے جنہوں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے مسائل استنباط کئے اور ان کو محفوظ رکھا اور پھیلایا''۔

بندہ کے دل پر ان دوسطروں کا غیر معمولی اثر ہوا اور محسوس ہوا کہ یہ بات کسی عاشق صادق کے دل سے نکلی ہے چونکہ بیعت سلوک کا مقصد محبت واخلاص ہی کا حصول سمجھتا تھا اس لئے دل میں پختہ ارادہ ہوگیا کہ اس کتاب کے مصنف ہی کو اپنا آقا اور مرشد بنانا ہے اور یہ شوق دل ودماغ پر اس قدر مسلط ہوا کہ اپنا پہلے سے بیعت ہونا یاد ہی نہ رہا (آپؒ نے بچپن میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ سے بیعت کی تھی) حضرت تھانویؒ کی کتب کے مطالعے سے اس بات کا خیال بھی تھا کہ بیعت

میں جلدی نہیں کرنی چاہئے پہلے آمد و رفت و تعلق قائم کر کے مناسبت ہو جانے کے بعد بیعت کی جائے چنانچہ شروع میں کچھ عرصہ بغیر بیعت کے حضرت شیخ ؒ سے تعلق رہا۔ حضرت شیخ ؒ سے پہلی ملاقات ۴۴۔۴۵ ہجری میں دوران تعلیم ندوہ میں ہوئی تھی اس وقت بندہ کی عمر 19 سال اور حضرت اقدس کی عمر ۴۸ برس کی تھی۔

بیعت

حضرت صوفی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں بندہ لکھنو سے وطن جاتے ہوئے ایک روز کیلئے بغرض زیارت سہارن پور ٹھہرا دوسرے روز استفسار پر کہ آپ کیوں ٹھہرے رہے جب کہ کل تو کہہ رہے تھے ایک دن رہنا ہے جواباً عرض کیا اور کوئی کام نہیں، سنا ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں اصلاح ہوتی ہے اس لئے ایک دن ٹھہرا ہوں۔ ہنس کر فرمایا واہ تم سمجھتے ہو کہ گھر جاتے ہوئے راستے میں اصلاح بھی کرواتا جاؤں میں اس خدمت کیلئے بھی حاضر ہوں مگر یہ کام چلتے چلاتے نہیں ہوتا۔ پھر ۴۵ھ میں حضرت اقدسؒ سے بیعت کی درخواست کی اس پر حضرتؒ نے بہت حیرانی اور تعجب سے جواب دیا کہ اس بات کا مجھ سے کیا واسطہ اس کیلئے میرے دو بزرگ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ اور حضرت رائپوریؒ موجود ہیں۔ دیو بند تو تمہارا قیام ہے اور رائے پور بھی تم جاتے رہتے ہو ایک چاند ہے ایک سورج جس طرف خیال ہو بیعت ہو جاؤ مگر احقر نے کئی دن اصرار کے بعد جب عرض کیا کہ مجھے حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے اگر حضرت کسی وجہ سے بیعت نہیں فرماتے تو بندہ کسی اور جگہ بیعت ہی نہیں ہوتا اس پر حضرت نے استخارہ کرنے کا حکم فرمایا۔ بندہ تعمیل ارشاد کے بعد جب بیعت کیلئے حاضر ہوا تو نہایت بشاشت اور ناقابل بیان خصوصی توجہ سے مدرسہ قدیم کی مسجد میں بیعت فرما کر مختصر ابتدائی معمولات تجویز فرما دیئے۔

ربط مع الشیخ

تصوف و سلوک کا مقصود اصلی یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا محبت والا تعلق نصیب ہو جائے جو ہر دم ان کی یاد اور اطاعت علی وجہ الکمال پر مجبور کر دے اس محبت کا

اعلیٰ درجہ فنائیت ہے جو تصوف کا مقصود اصلی ہے۔

چنانچہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اور ان تمام حیلوں اور طریقوں (یعنی ذکر و مراقبے کے مختلف طریقوں) سے غرض اپنی موہوم ہستی کو فنا کرنا ہے کیوں کہ یہ وجود عین حقیقت کے مشاہدے سے سالک کو روکتا ہے جس قدر استغراق اور محویت کی زیادتی کی وجہ سے اپنی ذات سے فنا ہو جاتا ہے اس قدر وصال حق نصیب ہوتا ہے''۔(ضیاء القلوب ۳۲ تحریر حضرت مولانا محمد سہیل، عشاق کی نصیحتیں)

حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''فنا ہی خلاصہ ہے ہمارے شیخ کے طریق کا''۔

حضرت صوفی صاحبؒ ''بیعت کے بعد'' نصائح میں فرماتے ہیں:

''اس راستہ میں انقیاد کی بہت ضرورت ہے کہ فیوض وانعامات الٰہیہ کا واسطہ شیخ ہے اس میں مرید کا ذرا سا بھی عدم انقیاد اور صورت اعتراض انعام واکرام کے منقطع ہو جانے کا باعث بن جاتا ہے اور انقیاد شیخ افتقاری محبت سے پیدا ہوتا ہے یعنی ایسی محبت جس سے محبوب کی طرف افتقار اور احتیاج قلب میں پائی جاتی ہو ایسی ہی محبت کے لوازمات میں سے انقیاد (فرمانبرداری) ہے۔ چار چیزیں لازمی ہیں استفادہ کیلئے (اطلاع واتباع واعتقاد وانقیاد) ہمارے سلسلہ کا فیض عام طور پر بطریق جذب ہوتا ہے نہ کہ بطریق سلوک، جذب یہ ہے کہ طالب پر ذکر وفکر کے ذریعہ محبت کا غلبہ کیا جائے اور اعمال زائدہ (نوافل وغیرہ) میں کم لگایا جائے اور اس طریقہ محبت سے مقصود تک پہنچایا جائے۔ (طریقہ سلوک یہ ہے کہ تلاوت قرآن ونوافل میں زیادہ مشغول کیا جائے) جذب کیلئے شیخ سے ایسی ہی محبت اور اس کے رنگ میں رنگ جانے کی ضرورت ہے جس کے اعلیٰ درجہ کو فنافی الشیخ کہتے ہیں اور فنافی الشیخ ذریعہ ہے فنافی الرسول وفنافی اللہ کا۔ شیخ سے محبت درحقیقت اللہ پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اور انہی کی خاطر ہوتی ہے اس لئے وہ عشق حقیقی تک پہنچا دیتی ہے''۔(عشاق کی نصیحتیں)

بیعت کے بعد روز بروز حضرت صوفی صاحبؒ کا تعلق حضرت شیخؒ سے بڑھتا ہی رہا ظاہری

فہرست مضامین

رابطہ اتنا قوی تھا کہ آپ فرماتے ہمارا ایک خط شیخؒ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور ایک خط راستے میں ہوتا۔ تین تین ماہ حضرت شیخؒ کے دربار میں حاضری دیتے، قیام پاکستان کے دوران کئی رمضان حضرت شیخؒ کے ساتھ گذارے اور حضرت شیخؒ کے حکم سے بعض رمضان حضرت رائپوریؒ کے ساتھ گذارے اور حضرت مدنیؒ اور حضرت رائپوریؒ کی خدمت میں حاضری رہتی اس دوران حضرت شیخؒ کی سخت نگرانی رہتی۔ حضرت شیخؒ کے نواسے وخلیفہ حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ العالی کے پاس حضرت صوفی صاحبؒ نے جو خطوط حضرت شیخؒ کو تحریر فرمائے تھے ۸۰ خطوط کے اقتباسات اور حضرت مولانا شاہد سہارنپوری کا تبصرہ ''حرف اقبال'' کے نام سے شائع ہوا ہے (جو اس کتاب کا جزو ہے) ملاحظہ ہو۔

''حرف اقبال'' حضرت مولانا شاہد سہارنپوری تحریر فرماتے ہیں:

''پہلے انہوں نے اپنے وجود اور اپنے تشخص کی مکمل نفی کی پھر اس سے دو قدم آگے بڑھ کر اپنی حیثیت اور اپنی شخصیت کو اپنے پیرومرشد کے قدموں میں لاکر ڈال دیا جس کا خوشگوار انجام اور بہترین نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ دیکھنے والوں کی نظر میں ان کا آخری زمانہ آج بھی آنکھوں میں سمایا ہوا ہے کہ وہ اپنے پیرومرشد کے حضور میں ''من تو شدم تو من شدی'' اور پھر بات یہاں تک بڑھ گئی کہ حضرت شیخ نے ان سے یہ کہہ کر مشورہ لینا چھوڑ دیا تھا کہ اقبال نے تو وہی کہنا ہے جو میں نے کہنا ہے اور وہی بولنا ہے جو میں نے بولنا ہے اور پھر آخر میں بات یہاں آکر ختم ہوگئی تھی کہ خانقاہ خلیلیہ کے وابستگان محبت شیخ، اتباع شیخ اور انقیاد شیخ میں ان کی شخصیت کو بطور مثال ونظیر پیش کرنے لگے تھے۔ جو حضرات بلاواسطہ یا بالواسطہ دست گرفتہ اقبال ہیں ان کیلئے یہ بات کس قدر سرمایہ عزت وافتخار ہے یہاں محبت اتباع وانقیاد کے ساتھ اگر کوئی چوتھی چیز شامل ہوسکتی ہے تو وہ ان کا ادب شیخ ہے وہ اس معاملہ میں بہت با اقبال اور با نصیب رہے''۔

نظام الدین دہلی میں قیام اور قیام پاکستان کے حالات

تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانے میں جب کہ حضرت صوفی صاحبؒ کی عمر ۲۲ سال

تھی آپ حضرت شیخؒ کے ساتھ بستی نظام الدین کے تبلیغی مرکز میں تین مہینے مقیم رہے۔اس وقت حضرت شیخؒ کی خصوصی خدمت اور قرب رہا انہی ایام میں حضرت جی مولانا یوسف دہلوی سے بھی آپ کا خصوصی تعلق ہوگیا تھا۔ تقسیم ہند کے چند ماہ بعد ہی پاکستان آنا ہوا ۱۹۶۵ تک تقریباً ۱۸ سال آپ کا قیام رہا اس کے بعد آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔قیام پاکستان کے دوران حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ غیر معمولی رابطہ بذریعہ خط وکتابت اور آپ کی خدمت میں تین تین ماہ کیلئے حاضری اور رمضان المبارک کیلئے حاضری ہوتی رہی اور حضرت شیخؒ کے حکم سے بعض رمضان حضرت رائپوریؒ کے ساتھ گذارے پاکستان میں حضرت کا قیام بسلسلہ ملازمت مختلف جگہوں پر رہا محکمہ ٹیلیفون میں بھی کافی عرصہ ملازمت کی ملازمت کے دوران امت کے مختلف طبقات سے واسطہ پڑا اور جہاں بھی حضرتؒ کا قیام رہا حضرتؒ کی موجودگی اور توجہات سے دینی ماحول بنا اور مختلف طبقات کے افراد دین سے وابستہ ہوئے۔

جوار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت اور مدینہ طیبہ میں عاشقانہ وزاہدانہ زندگی

حضرتؒ کی عرصہ سے تمنا تھی کہ رحمت العالمین شاہ محبوبان جہاں شفیع المذنبین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام عالیہ میں اپنی بقیہ زندگی گذاردیں۔حضرت شیخ الحدیثؒ کی اجازت سے (۱۳۸۲ھ، ۱۹۶۵ء) بہمراہ ٹیلیفون انجینئر حاجی ارشد صاحب حجاز مقدس پہنچے، حجاز مقدس روانگی کے وقت بھائی صاحب ڈاکٹر محمد اسلم سے فرمایا بھائی میں بقیع شریف کیلئے جارہا ہوں، کچھ عرصہ جدہ میں قیام رہا بعد میں مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی۔

مدینہ طیبہ کا لیل ونہار

مدینہ طیبہ کے ابتدائی سال نہایت مجاہدہ میں گذرے مکان کھجور کے اجڑے ہوئے غیر آباد باغ میں حرم سے دور فاصلے پر تھا۔ابتدائی مکان کی منظر کشی آپؒ کے بھائی صاحب ڈاکٹر محمد اسلمؒ اس طرح فرماتے ”دیکھا کہ بالکل کچا مکان ہے ایک ہی کمرہ ہے کمرہ کے باہر ڈرم کھڑا کر کے صحن بنادیا گیا ہے ٹین کا نہایت خستہ دروازہ ہے کمرہ کے اندر ایک چٹائی پر حضرتؒ تشریف فرما ہیں ایک بکس ہے جس کے اندر

ضرورت کے کپڑے رکھے ہیں اس کے اوپر مٹی کے چند برتن رکھے ہیں'' اسی طرح حضرت شیخ الحدیثؒ کا مکان جو کچا گھر سے معروف ہے نہایت سادہ تھا رہائش میں بھی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا جذبہ کارفرما تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب اس زاہدانہ زندگی سے نہایت متاثر ہوئے، حضرت مولانا بدر عالمؒ کی خدمت میں جا کر رو پڑے اور کہا کہ لاہور مال روڈ پر ہمارا مکان ہے یہ بھائی صاحب کس کسمپرسی کی حالت میں یہاں رہ رہے ہیں حضرت مولانا نے ڈانٹ کر فرمایا تم کیا اپنے مال روڈ کے مکان کو لئے پھرتے ہو مدینہ کا ایک ایک ذرّہ سارے عالم سے بہتر ہے تم کیا جانتے ہو اپنے بھائی کو اس کے دل سے پوچھو وہ اس زندگی پر کتنا خوش ہے۔ حقیقت بھی یہی تھی مدینہ منورہ میں رہنے کا حضرتؒ نے عشق نبوی میں سرشار قدم قدم پر اتباع سنت کا غیر معمولی اہتمام رکھتے ہوئے زاہدانہ متوکلانہ زندگی گذاری۔

جب مکان میں مسجد نبوی سے واپس آتے تو مکان میں داخل ہونے سے پہلے فرط محبت سے دروازے کی کُنڈی کو چوم لیتے اور آبدیدہ ہو جاتے کہ مدینہ منورہ میں رہنے کا مکان مل گیا۔ معاش کی تنگی کی وجہ سے بسا اوقات فاقوں کی نوبت بھی آتی ہوگی۔ ایک بار اس ناکارہ کے استفسار پر فرمایا کہ گھر پکانے کیلئے کچھ نہ ہوتا تو سبزی والے بیچ کر واپس چلے جاتے تو گری ہوئی سبزی چن کر لے آتے اور ابال کر روٹی کے ساتھ کھا لیتے۔ آپ کے یہ جذبات دیکھتے ہوئے حضرت شیخؒ نے فرما دیا تھا بس مدینہ پاک میں اسی طرح بے سروسامانی میں زندگی گذار دو۔ قیام مدینہ منورہ میں حضرت مولانا بدر عالمؒ، حضرت مولانا عبدالغفور عباسیؒ اور حضرت مولانا شیر محمد سندھیؒ اور شیخ القراء حضرت مولانا فتح محمد پانی پتیؒ سے آپ کا گہرا تعلق رہا۔

خلافت واجازت

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد سنہ ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۷ء مدینہ منورہ سے اپنے رفقاء حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل مدنی اور حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی زید مجدہم کے ساتھ ۲۹ شعبان کو سہارنپور پہنچے۔ جب یہ حضرات راستے میں تھے حضرت شیخؒ کے خاندان کی ایک خاتون نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیخ الحدیث سے کہہ دو کہ میرے مہمان آرہے ہیں ان کا خاص خیال رکھیں (اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت شیخؒ نے ان

حضرات کے ساتھ خصوصی انعام واکرام کا معاملہ فرمایا آخیر رمضان میں بوقت تہجد حضرت صوفی صاحب ؒ اور حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل مدنی مدظلہ کو خلافت واجازت بیعت عطا فرمائی۔ حضرت شیخ ؒ کے خلفاء میں یہ دونوں حضرات غیر علماء میں پہلے ہیں جن کو حضرت شیخ ؒ نے اجازت عطا فرمائی اجازت کے وقت حضرت شیخ ؒ نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے وہ الفاظ جوانہوں نے حضرت گنگوہی قدس سرہ کو بیعت کرنے کے ساتویں روز بوقت اجازت فرمائے تھے کہ ''مجھے جو کچھ دینا تھا دے دیا تم لوگوں نے وقت گذارا میرا تو اتنا کام تھا اب اس کو قائم رکھنا اور بڑھانا تمہارا کام ہے''۔

حضرت شیخ ؒ کی مدینہ منورہ ہجرت اور حضرت شیخ ؒ کی خدمت واعتماد

ربیع الاول ۱۳۹۳ھ مئی ۱۹۷۳ء میں حضرت شیخ ؒ نے بہ نیت ہجرت سفر فرمایا۔ اس عظیم خوشخبری سے حضرت صوفی صاحب ؒ کو جتنی خوشی ہوئی وہ انہی کا دل جانتا ہے۔ حضرت شیخ ؒ کی مدینہ پاک آمد کے بعد آپ نے جس جانفشانی اور سعادت مندی کے ساتھ حضرت کی خدمت کی، اپنی مثال آپ ہے۔ مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ ؒ کے عمومی اور خصوصی مہمانوں کی خدمت حضرت صوفی صاحب ؒ کے سپرد ہوئی۔ حضرت شیخ ؒ کے مہمانوں کا کھانا آپ کی اہلیہ محترمہ زید مجدھا پکاتیں آپ سودا سلف لاتے، کھانا صبح شام حضرت شیخ ؒ کی خدمت میں لاتے۔ حضرت شیخ ؒ آپ کے گھر کو اپنا گھر فرماتے کچھ عرصہ بعد جب عمومی مہمانوں کیلئے دیگر خدام کا تقرر ہو گیا تو خصوصی مہمانوں کیلئے انواع واقسام کے کھانے اخیر وقت تک آپ کے دولت کدہ پر تیار ہوتے رہے۔ حضرت ؒ فرماتے تھے جب حضرت شیخ ؒ کے کام سے باہر جاتا تو زیادہ توجہات محسوس ہوتیں۔ حضرت بلالؓ کی خدمت آمدنی وخرچ کا حساب بھی حضرت کے پاس رہا کپڑے بھی حضرت ؒ کے گھر دھلتے۔ دھلے ہوئے پانی میں سے خوشبو مہکتی اہلیہ محترمہ ادباً پانی جھاڑوں میں ڈال دیتیں یا فرش پر چھڑکاؤ کر دیتیں۔

حضرت شیخ ؒ کا اعتماد وخصوصی تعلق

حضرت ؒ تحریر فرماتے ہیں حضرت کے مدینہ منورہ آنے کے بعد الحمدللہ قیام تو ساتھ ہی رہا اور

میں خدام پارٹی میں شامل رہا اس لئے جہاں حضرت تشریف لے گئے مجھے بھی ہمرکابی نصیب رہی، اس دوران میں جب حضرت کو بعض اپنے سے متعلق دوستوں کے احوال یا ان کے خطوط سناتا تو حضرت فرماتے کہ اسکو میری طرف سے یا اپنی طرف سے اجازت لکھ دو۔ اور بعض کے متعلق فرمایا کہ اس کو بیعت کی اجازت دے دو اس پر جب بندہ شرمندگی کا اظہار کرتا تو حضرت فرماتے: ''کہ بھائی اب یہ کام تم ہی لوگوں کو کرنا ہے تم ہی دوستوں سے مجھے اس سلسلہ میں امید ہے''۔ حضرت شیخؒ

چنانچہ ایک خط مولوی شاہد صاحب سہارنپوری میں ایک صاحب کے متعلق تحریر فرمایا:

''کہ اگر وہ اجازت کے اہل ہیں تو میری یا اپنی طرف سے ان کو اجازت دے دو۔ میرے پارو میں تو نبٹ گیا اب تو تم ہی کرو۔ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ تواضع میں سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ کاش میں کسی قابل ہوتا تو تم لوگوں کی خوشامد نہ کرتا''۔

دوسری جگہ حضرت شیخؒ تحریر فرماتے ہیں:

''حالات جو تم نے لکھے اللہ تعالیٰ ان کو ترقیات سے نوازے اور سلسلہ کی برکات سے نوازے۔ میری طرف سے پیاما انکو اجازت دے دینا یا تم ہی دے دینا۔ اپنے اندر ایک بات جی خوش کرنے کی پا رہا ہوں اور مجھے اس پر ناز رہا کہ بزرگوں کو مجھ سے ہمیشہ تعلق رہا خواہ وہ حسینی ہوں یا اشرفی، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا وعدہ تو تمہیں یاد ہوگا میں اپنا خیال...... کے متعلق لکھ چکا ہوں صوفی جی اب تو سلسلہ کو چلاؤ''۔

ذکر و شغل اور تربیت باطنی کی لائن کے خطوط کے جوابات کے متعلق حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''اس کا جواب تم لکھ دو'' حتیٰ کہ اگر میں بیمار ہوتا تو خطوط گھر بھیج دیتے عام خطوط کے جواب خود لکھ کر ڈاک میں ڈال دیتا لیکن اگر کوئی مشکل مسئلہ یا کیفیت ہوتی تو اس کا جواب لکھ کر حضرت کو سنا دیتا حضرت ہمیشہ تصویب اور خوشی کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ حضرت نے بندہ سے امتحاناً پوچھا کہ ''فلاں کے متعلق اجازت کا خیال رہا ابھی طے نہیں کیا تمہارا کیا اندازہ ہے'' بندہ ہنس پڑتا کہ حضرت مزاح فرما رہے ہیں پھر زور سے فرماتے کہ تکلف نہ کرو کیونکہ تمہارا ان سے جوڑ

ہے اپنا خیال بتاؤ۔ کبھی بندہ عرض کرتا کہ کچھ عرصہ اور دیکھ لیا جاوے۔ فرماتے ہاں میرا بھی یہی خیال ہے لیکن بندہ سے استفسار پر جب محسوس ہوتا کہ ارادہ مبارک پختہ ہے تو عرض کرتا کہ حضرت بہت اچھا ہے انشاء اللہ مبارک ہے۔ (ماخوذ از حضرت شیخ اور ان کے خلفاء ص ۲۴۴ ج ۲)

حضرت شیخ الحدیثؒ کا اعتماد، خصوصی تعلق اور حضرت صوفی صاحبؒ کا حضرت شیخؒ سے والہانہ عاشقانہ تعلق حضرت شیخؒ کی وفات تک قائم رہا۔ حضرت شیخؒ نے کئی اہم تصانیف حضرت صوفی صاحبؒ سے لکھوائیں جس کا تذکرہ آئندہ آرہا ہے۔ حضرتؒ فرماتے حضرت شیخؒ کی توجہ کی برکت سے ہمارا قلم بھی جاری ہوگیا۔ (روایت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم)

حضرت صوفی صاحبؒ کی نمایاں صفات

حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو بہت سی اعلیٰ صفات سے نوازا تھا۔ ہمارے سلسلہ چشتیہ امدادیہ کی تجدیدی شان اتباع سنت میں کمال عقائد و اعمال میں ان کے تعلق اور نسبت کے آثار اور عشق و محبت فنائیت کے درجہ میں ہے (ماخوذ سوانح حضرت رائپوریؒ از حضرت علی میاںؒ) اولیاء اللہ اپنے حسن عقیدہ اور دین کے سارے شعبوں میں نبی کریم ﷺ کی صفات عالیہ کا مظہر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی اداؤں کو اپنے اندر جذب کر کے ان پر عمل کرنا ہی ان کا اصل سرمایہ ہوتا ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی زندگی فنائی الشیخ فنائی الرسول کے مسلک و رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اتباع سنت و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عشق و محبت کے جذبات ہی تھے جن کی بنا پر بچپن ہی سے آپ نے معرفت و سلوک کا راستہ اختیار فرمایا اور محبوب حقیقی، اللہ جل شانہٗ کی رضا کی ''میزان شریعت'' پر ظاہراً و باطناً عمل کرنے کیلئے دیوانہ وار جستجو فرمائی، کبار اہل اللہ کی صحبت اٹھائی۔ اپنی ساری زندگی اس میں کھپادی، اپنے گھر بار، وطن، اقارب کو چھوڑ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیار میں ہجرت فرمائی ہجرت کا ابتدائی زمانہ (تقریباً ۶ ماہ) شہر جدہ میں گذرا مدینہ منورہ کا قیام نہایت بے سروسامانی کی حالت میں تھا۔ مکان

بہت کچا اور شکستہ تھا مگر عشق نبوی میں سرشار تھے فرط محبت سے مکان کے دروازے کی کنڈی کو چوم لیتے تھے۔ مدینۃ الرسول سے آپ کو اس درجہ انس اور والہانہ تعلق تھا کہ الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔ حضرت مولانا یوسف متالا دامت برکاتہم اپنی تالیف ''اولیاء اللہ کے کمالات و کرامات'' میں تحریر فرماتے ہیں ہمارے دوست صوفی محمد اقبال صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا میں مرجاؤں تو میری لاش کو دفن مت کرنا قصاب کو بلا کر گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بنوا کر مدینہ منورہ کی بلیوں کو کھلا دینا۔ ایک بار فرمایا اگر یہاں پاؤں میں کانٹا لگے تو اس کو ہم دل پر رکھ لیں۔ محبت کے ان جذبات میں کوئی مبالغہ نہیں۔ اولیاء متقدمین حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ، بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ، حضرت نظام الدین دہلوی قدس سرہ کے حالات میں ان جذبات کا تذکرہ ملتا ہے۔

عاشق صادق بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے انہی جذبات کو ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ — کہ ہو سگان مدینہ میں میرا شمار

جیوں تو سگان حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

عشق و محبت ہی کا دوسرا شعبہ بغض فی اللہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطیٰ للّٰہ ومنع للّٰہ فقداستکمل الایمان** (رواہ ابوداؤد) جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کیلئے بغض کیا، اللہ کیلئے دیا، اور اللہ کیلئے نہ دیا تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ حضرتؒ نے ہمارے اکابرین رحمہم اللہ سے یہی عشق و محبت کے جذبات اپنے اندر جذب کیے تھے۔ ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا اور آپ کو دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے کبھی غصہ نہ آتا تھا۔ البتہ اگر کوئی امر دین اور حق سے تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں لیکن اپنی ذات کیلئے نہ کسی پر ناراض ہوتے نہ اس کا انتقام لیتے۔ (ماخوذ حلیہ مبارک چہل حدیث مقبول وظیفہ)

حضرتؒ اپنی تالیف عطورالمجموعہ میں تحریر فرماتے ہیں ''اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے محض اونچا بولنے کو اتنا عظیم جرم قرار دیا کہ اس پر حبط اعمال کی وعید قرآن پاک میں سنائی گئی (لاتر فعو ااصواتکم فوق صوت النبی۔آیۃ سورہ حجرات) بغض رکھنے کے معاملہ میں بروایت بخاری شریف صلح حدیبیہ کے موقع پر انہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے عروہ بن مسعود کو جو بعد میں مسلمان ہوئے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بزدل کہہ دیا تو یہ سن کر حضرت صدیق اکبر نے کہا امصص بظر اللات (یعنی تو اپنے بت لات کی شرمگاہ کو چوس) غور فرمائیں کہ ایک طرف تو شیخین رضی اللہ عنہم کی دینی گفتگو میں آواز بلند ہونے پر جس کو عام طور پر بے ادبی نہیں سمجھا جاتا سخت وعید آگئی اور یہاں ایک گالی جو اونچا بولنے کے مقابلے میں سخت بے باکی ہے جو سید الکونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دی گئی کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح اور عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا جاتا ہے اس نوع کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بیشمار واقعات ہیں (ملاحظہ فرمائیں رسالہ محبت ونفرت کا تلازم) یہی طرز عمل خدام نے حضرتؒ کا دیکھا۔اسی طرح دین متین کی تعبیر وتشریح میں ہلکی سی تحریف پر نکیر کیے بغیر آپ نہیں رہ سکتے تھے۔

اتباع سنت وعشق رسول ﷺ

صحت کے زمانے میں گھر کے کام کاج حضرتؒ خود کرتے ،اہلیہ محترمہ زید مجدہا رات میں نیند نہ آنے کی شکایت کی وجہ سے صبح دیر سے اٹھتیں ،جدہ کے متعلقین جمعرات و جمعہ کو حضرتؒ کی قیام گاہ پر قیام کرتے صبح کے ناشتے کیلئے حضرتؒ صبح سویرے بازار جا کر دودھ، بریڈ،انڈے لاکر خود ہی خدام کے جاگنے سے پہلے ناشتہ تیار کر کے لاتے ،دوپہر کا کھانا بھی حضرتؒ کی قیام گاہ پر ہوتا جس میں کئی مقیمین بھی شرکت فرماتے صحت اچھی رہی جب تک مسجد نبوی شریف میں نمازوں کا اہتمام رہا۔سخت علالت میں بھی سب سے پہلے باجماعت نمازوں کی ادائیگی کی فکر فرماتے ۔موت کا اکثر اوقات استحضار رہتا۔علالت کے آخری ایام میں حضرت مولانا سید اصغر میاںؒ کا دستور عمل جس میں غسل جنازہ وغیرہ کے احکام ہیں اس کو دیوار پر چسپاں فرمالیا تھا اور آخری وقت میں ہسپتال لے جانے سے منع فرمادیا تھا۔اپنے متعلقین و زائرین مقیمین کو یہاں کے بارے میں خصوصی ہدایات دینے اور آداب آخرت کے بارے میں تنبیہ

فرماتے۔خلاف شرع شکل وصورت بنانے پائچے ٹخنوں سے نیچے رکھنے پر تنبیہ فرماتے متعلقین کو عمامہ باندھنے کی ترغیب دیتے۔

طالبین وسالکین کی تعلیم وتربیت

حضرتؒ سالکین کی تربیت کے بارے میں ان کی طلب و ذوق طبیعت و استعداد کی صلاحیت کا لحاظ کر کے مناسب تغیر واصلاح فرماتے جوحضرات بھی اس شعبہ کی طرف متوجہ ہوتے حضرتؒ بہت محبت اور شفقت فرماتے دلداری فرماتے اور مانوس کرتے ، ہرسالک یہ سمجھتا کہ حضرت کو مجھ سے زیادہ محبت ہے۔بعض اوقات ماں باپ کی محبت سے زیادہ محبت محسوس ہوتی۔عام طور پر والدین کی وفات کے بعد اولاد کو والدین کی محبت کی کمی محسوس ہوتی ہے مگر شیخ کی وفات کے بعد ان کی یاد ومحبت میں زیادتی محسوس ہوتی ہے۔حضرتؒ کی خدمت میں پہنچ کر تمام کلفتیں دور ہو جاتیں، بیعت کے بارے میں حضرتؒ کا یہ معمول تھا کہ عوام کو جلد ہی بیعت فرما لیتے۔خواص واہل علم کو ابتداء ً پس و پیش فرماتے اور طلب و استعداد کا امتحان لیتے۔عوام کیلئے سب سے پہلے عقائد کی درستگی ،ضروری مسائل سمجھنے کی تلقین فرماتے۔تعلیم الاسلام ،بہشتی زیور کسی عالم کی نگرانی میں سمجھ کر پڑھنے کی تاکید فرما کر ابتدائی معمولات تلقین فرماتے۔جوحضرات سلوک کے اذکار(ذکر اللہ) کی طرف متوجہ ہوتے تلقین کے بارے میں اوقات کی گنجائش ،استعداد وصلاحیت کا لحاظ فرماتے۔اذکار چشتیہ کے علاوہ حضرتؒ کو اذکار نقشبندیہ وقادریہ میں بھی مہارت حاصل تھی۔بعض حضرات کو نقشبندی طریقہ پر بھی سلوک طے فرماتے۔بعض حفاظ کرام کو تلاوت قرآن پاک کے ذریعے سلوک طے کروایا جیسا کہ حضرت میاں جی نور محمد نور اللہ مرقدہ کے حالات میں مذکور ہے۔عوام وعلماء کرام کے علاوہ بعض اعلیٰ عہدیدار، ڈاکٹر ،انجینئر وغیرہ حضرات کو اپنے مشاغل کے ساتھ سلوک طے کروائے اور وہ صاحب نسبت ہوئے۔ابتداءً تو دلداری و شفقت کا طرز عمل ہوتا، بعدہ مانوس ہونے اور محبت کا تعلق ہونے کے بعد کڑی نگرانی فرماتے ،خصوصاً اعلیٰ استعداد سالکین جن پر زیادہ توجہ ہوتی ،تنبیہ ڈانٹ ڈپٹ کا رویہ زیادہ نمایاں ہوتا حضرتؒ کا یہ طرز عمل حضرت شیخ الحدیثؒ کے طرز عمل کے عین

موافق تھا۔(جیسا کہ مولانا شاہد صاحب زیدمجدہم کے مضمون میں آرہا ہے)

اذکار کی تلقین کے بارے میں بھی آپ کا طرز عمل ہمارے آقا حضور پاک ﷺ کے طرز عمل کے موافق تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف نصائح اوراوراد و دعائیں تلقین فرمائیں۔اخلاق وشفقت نبوی کی یہ وراثت مشائخ کبار کو ملتی ہے(ماخوذ سوانح حضرت رائپوریؒ از مولانا علی میاںؒ)۔

امام غزالی قدس سرہ کی شہادت

اولیاءاللہ اور مقربین کے ان صفات وکمالات کو دیکھ کر امام غزالیؒ کی اس رائے کی تصدیق ہوتی ہے جس کا انہوں نے تلاش حق کے طویل سفر اور مختلف گروہوں اور انسانی طبقات کے عمیق مطالعہ کے بعد اظہار کیا۔حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں ''مجھے یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ صوفیاء ہی اللہ تعالیٰ کے راستے کے سالک ہیں۔ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔اگر عقلاء کی عقل، حکماء کی حکمت اور شریعت کے رمز شناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت واخلاق سے بہتر لانا چاہے تو ممکن نہیں۔ان کے تمام ظاہری اور باطنی حرکات وسکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور انوار نبوت سے بڑھ کر روئے زمیں پر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے(تاریخ دعوت وعزیمت جلد سوم حضرت مولانا علی میاںؒ)

مکاشفات انوارات وقلبی کیفیات

کشف والہام کے بارے میں عام طور پر افراط تفریط پائی جاتی ہے''اولیاء کا کشف والہام علم ظنی کے درجے کی چیز ہے اور دو شخص متفق ہوجائیں تو اس کا درجہ ظن غالب کا ہوگا(ارشادالطالبین۔از قاضی ثناءاللہ پانی پتی قدس سرہ) نیز کشف والہام پر عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کے خلاف نہ ہو''۔(ارشادالطالبین)

الحاصل مکاشفات سے احکام شرعیہ کا استنباط کرنا یا اس کو یقین کا درجہ دینا بھی جہالت اور غلو ہے

اور صلحاء کے سچے مکاشفات کو جو شریعت مطہرہ کے مطابق ہوں اوہام قرار دینا بھی ناانصافی اور ناواقفیت ہے۔ حضرت صوفی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ''کشف کا لفظ ہر خاص و عام میں مشہور ہے لیکن جہلاء میں بہت افراط و تفریط پائی جاتی ہے کوئی تو اس کا انکار کرتا ہے اور کوئی اس سے احکامات حاصل کر کے گمراہ ہوتا ہے البتہ خواص جو اس کے درجہ اور اس کے متعلق احکام کو جانتے ہیں وہ اس سے بشارتیں حاصل کرتے ہیں اور سلوک میں بھی مدد حاصل کرتے ہیں کشف کی دو قسمیں ہیں (۱) کشف کونی (۲) کشف الٰہی کشف کونی سے مراد یہ ہے کہ کون و مکان کے امور غیبیہ سے مطلع ہو جائے، دور کی چیز کو قریب دیکھ لینا، کسی کے دل کی بات یا قبر کے حالات کا منکشف ہو جانا وغیرہ، عوام اس قسم کو کشف کہتے ہیں اور یہ اہل مجاہدہ اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے جو کہ ان کے مجاہدہ کا اثر بھی ہوتا ہے بعض کو وہبی بھی ہوتا ہے لیکن یہ کشف اہل مجاہدہ غیر مسلم جوگیوں کو بھی ہوتا ہے۔ جانوروں کو کشف حدیث پاک سے ثابت ہے۔ دوسری قسم کشف الٰہی ہے جس سے مریدوں کی استعداد اور ان کی تربیت کے سلسلے میں ان کے احوال۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات، ایمانیات، امور غیبیہ کے متعلق شرح صدر ہو جانا یہ کامل اولیاء اللہ کیلئے لازم ہے قرآن شریف میں ہے (یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا۔ اے ایمان والو یقین لاؤ) ایمانیات جو عام لوگوں کو حاصل ہیں یقین مثل مشاہدہ سے بدل جاتی ہیں اسے احسان بھی کہتے ہیں۔ اس کشف کے بغیر کشف کا عکس یعنی پردہ ہوتا ہے۔ ہمارے سارے ایمانیات پر پردے پڑے ہیں حتیٰ کہ موت جیسی چیز جو کہ غیبی نہیں روز کے مشاہدہ میں ہے اس پر بھی موٹا پردہ ہے، اتنا کہہ سکتے ہیں کہ موت کا انکار نہیں لیکن حالت یہی ہے گویا افسانہ ہے اسی طرح دنیا کا حال کہ اس کی ٹیپ ٹاپ جو کہ ظاہر ہے اس سے واسطہ ہے اس پر فریفتہ ہو رہے ہیں اور اس کا باطن کدورت پریشانی مصیبت ہے اس پر پردہ ہے حالانکہ اس کی حقیقت لہو ولعب اور دھوکے کا گھر ہونا، اس کی بے ثباتی پر قرآن شریف کی آیات صاف صاف وارد ہیں جس کا مسلمان کو انکار نہیں لیکن کشف نہیں ہوتا موٹا پردہ پڑا ہے (ماخوذ محبت کا سودا) حضرتؒ کا عمل بھی کشف کے بارے میں یہی تھا موت کا ہمیشہ استحضار رہتا کشف سے بعض سالکین کے طبائع کو مناسبت ہوتی خصوصاً نقشبندی اذکار کرنے والے سالکین کو۔ فرماتے کشف کا درجہ ظنی ہے اصل چیز عمل ہے بعض سالکین کشف کو اہمیت دیتے تو حضرتؒ نکیر فرماتے۔ ایک بار ایک

بزرگ نے خواب سنایا کہ حضرتؒ کی کتاب محبت ومحبوبیت کی وجہ سے صوفی صاحبؒ کے سو درجے بڑھ گئے حضرتؒ نے فرمایا یہ تو ظنی بات ہے جب کہ یقینی بات حدیث شریف سے ثابت ہوتی ہے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے پر دس درجے بلند ہوتے ہیں دس پر سو درجے بلند ہونا حدیث سے ثابت ہے جس پر ہمارا ایمان ہے اس پر کیوں عمل نہیں کیا جاتا اور اہمیت نہیں دی جاتی ایک بار اپنے متعلقین میں سے فرمایا اس کے حالات اچھے ہیں لیکن اس کو بڑی خطرناک چیز شروع ہوگئی ہے اس کو کشف ہونے لگا ہے اس سے خودرائی آگئی تو آدمی گر جاتا ہے جب کہ مقصود ''بندگی'' ہے۔

اشراف علی الخواطر اور محبت کی تاثیر

اہل اللہ کے ہاں اشراف علی الخواطر (خیالات اور قلبی کیفیات کا کشف) بکثرت ہوتا ہے اکثر خدام کو اس کا تجربہ ہے کہ ادھر کوئی خیال دل میں آیا ادھر حضرتؒ کو اس کا انکشاف ہوگیا۔ خاص اہم واقعات کے علاوہ خدام کو بارہا تجربہ ہوا کہ جو لوگ قلب میں سختی وشقاوت محسوس کرتے یا کوئی پریشانی لاحق ہوتی حضرتؒ کی مجلس میں بیٹھ کر سکون حاصل ہوتا قبض بسط میں بدل جاتا طبیعت دعا وانابت کی طرف متوجہ ہو جاتی۔

تواضع بے نفسی وفنائیت

صفت تواضع وبے نفسی میں آپ اسلاف کی یادگار تھے جن حضرات کو حضرت والا کی صحبت حاصل ہوئی وہ جانتے ہیں کہ آپ مجسمہ تواضع تھے۔ حضرت مدنیؒ، حضرت رائپوریؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے تقویٰ وتواضع کے جو واقعات مذکور ہیں ایسی ہی ادائیں حضرتؒ میں نظر آتیں پروفیسر حضرت مولانا محمد اشرفؒ صاحب خلیفہ حضرت سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں ''حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تواضع وبے نفسی میں اسلاف کی یادگار ہیں۔ ایک مجلس میں مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکویؒ نے فرمایا انہوں نے اپنے اوپر تواضع کی چادر ڈالی ہوئی ہے مگر یہ مجھ سے نہیں چھپ سکتے کیونکہ میں نے حضرت شیخؒ کو دیکھا ہے۔

علالت ووفات

حضرت اقدسؒ کی علالت کا سلسلہ تو کئی برس سے چل رہا تھا آخری دو سالوں میں مرض نے شدت اختیار کر لی تھی جس کی ابتداء آنتوں کی تکلیف اور بخار سے ہوئی اور آپریشن تجویز ہوا، آپریشن کے ذریعے آنتوں کے خراب حصے کو نکالا گیا آپریشن کے بعد ہی اصل مرض (LYMPHOMA) کا پتہ چلا جس کے مضر اثرات دوسرے اعضاء پر ظاہر ہونا شروع ہو گئے خصوصاً پھیپھڑوں کی اوپر کی جھلی میں پانی بھر نے کی وجہ سے سوء تنفس کی شکایت رہنے لگی بار بار پھیپھڑوں میں سے پانی نکلوانے کیلئے ہسپتال داخل کرنا پڑا۔ پھیپھڑوں میں سے پانی نکالنے کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ نچلی پسلیوں کے درمیانے حصہ کو انجکشن کے ذریعے بے حس کر کے موٹی سوئی اندر داخل کر کے پانی نکالا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نے جلد بازی میں اس مخصوص حصے کے بے حس ہونے کا انتظار کیے بغیر موٹی سوئی داخل کر دی جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہوئی اور بہت زور سے چیخیں نکل گئیں۔ دوسرے دن جب حضرتؒ گھر تشریف لائے تو فرمایا آخرت میں دنیاوی تکلیف پر جو ثواب ہوتا ہے اس کو دیکھ کر انسان تمنا کرے گا کہ کاش میرا جسم قینچی سے کاٹا جاتا، ہمارے بھی جسم کو قینچی سے کاٹا گیا ہمیں بھی ثواب کی امید ہے، یہ فرماتے وقت چہرہ انور پر بشاشت اور خوشی ظاہر ہو رہی تھی گویا کہ آخرت کا منظر سامنے ہے۔ اس مرض کے اثرات کو کم کرنے کیلئے علاج کیمیاوی (chemotherapy) تجویز کیا گیا جو نہایت سخت ہوتا ہے دواؤں کے مضر اثرات پورے جسم پر ظاہر ہوتے ہیں قوی جسم والے بھی ان دواؤں کے مضر اثرات مشکل سے برداشت کر سکتے ہیں خصوصاً متلی اور ضعف شدید ہوتا ہے۔ حضرتؒ نے جس بلند ہمتی اور صبر کا مظاہرہ کیا اس کو حضرت کی کرامت ہی کہا جا سکتا ہے علاج کیلئے چند گھنٹوں کیلئے ہسپتال میں داخل کر کے خون کی رگ سے محلول چڑھایا جاتا اس وقت حضرتؒ اطمینان سے لیٹے رہے ایسا محسوس ہوتا متوجہ الی اللہ ہیں بقول حضرت خواجہ مجذوبؒ ؎

کسی کی یاد سے ہی اب تو میرا جی بہلتا ہے　　　اسی سے اب تو پاتی ہے سکوں جان حزیں میری
حوادث میں بھی کس صبر و سکوں کے ساتھ بیٹھا ہوں　　　تسلی کر رہا ہے دم بدم اک ہم نشیں میری

ہسپتال سے واپسی ظہر کے وقت ہوتی عموماً ایسے وقت مریض کیلئے اٹھنا بیٹھنا بلکہ بات کرنا بھی دشوار ہوتا

ہے مگر حضرت سب سے پہلے ظہر کی نماز با جماعت ادائیگی کی فکر فرماتے۔ اماں جی مدظلہا مہمانوں کیلئے اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا کرتیں اور مہمانوں کی خاطر مدارات میں حضرت کی اس علالت کے دوران بھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ اسی طرح تصنیف وتالیف کا سلسلہ، مجالس ذکر کے بارے میں ہدایات، اپنے متعلقین اور عمومی حالات کی خبر گیری فرماتے رہتے۔ بیماری اور دوائیوں کے اثرات سے جسم بہت ہی کمزور نحیف ہوگیا تھا مگر دل ودماغ نہایت بیدار رہتے۔

آخری سفرِ حج کیلئے استخارہ اور آخری ایام کا ادراک

وصال سے ایک سال قبل حضرت والا نے ۱۴۲۰ھ میں اپنے احباب کی خواہش پر حج کا ارادہ فرمایا لیکن ضعف اور علالت اس کی اجازت نہ دیتے تھے نیز یہ فکر بھی دامن گیر رہتی تھی کہ میری وجہ سے کسی کو دقت نہ ہو، حرم نبوی شریف میں استخارہ کی نفلیں پڑھنے کے بعد الہام ہوا کہ ''حضرت شیخؒ نے بھی تو اسی حالت میں سفرِ حج فرمایا تھا'' اس الہام کے ذریعے سفرِ حج کی خوشی کے ساتھ اپنے آخری سفر ہونے کا بھی یقین ہوگیا وصال سے چھ ماہ قبل حضرتؒ نے حضرت مولانا ابوالحسن علی میاںؒ کے متعلق اپنی آخری تالیف ''یہ ملاحت کدھر سے آئی''، لکھوائی۔

۱۴۲۱ھ کے حج کے ایام میں مرض میں شدت ہوگئی بخار کا سلسلہ شروع ہوگیا، حج کے بعد آنے والے مہمانوں سے شدت ضعف کی بناء پر کچھ کلام نہ فرماتے ان ایام میں حضرتؒ اکثر اوقات مراقب رہتے وسط محرم میں دوبارہ طبیعت زیادہ ناساز ہوئی اور ۱۵، ۲۰ روز ہسپتال داخل رہے، انہیں دنوں حضرت کے محبوب مجاز، جنرل عباسی صاحب قید سے رہا ہوکر مدینہ منورہ تشریف لائے اور اُن دنوں حضرتؒ ہسپتال میں داخل تھے حضرتؒ کی حضرت عباسی صاحب سے ملاقات کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی حضرتؒ نے ڈاکٹر صاحبان سے بہ اصرار چھٹی لے لی اور گھر تشریف لے آئے اور کچھ عرصہ کیلئے کرامتاً حضرت کی صحت کچھ بہتر ہوگئی، تقریباً ایک ماہ بعد پھر مرض نے زور پکڑا، شدت علالت وشدید ضعف میں بھی حضرت والا کا ایک ہی سوال ہوتا کہ نماز میں کتنی دیر ہے۔

حضرت والا کا خواب

وصال سے ڈیڑھ ماہ قبل حضرتؒ کو خواب میں مژدہ سنایا گیا جوان کے دل کی تمنا تھی دیکھا کہ سید محمود صاحب مدنی (برادر حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ) تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں صوفی جی اب تیاری کرو۔اس خواب میں عاقبت محمود عاجلہ کا واضح اشارہ تھا۔

آخری ساعتیں اور قریبی حضرات کی موجودگی

وصال سے ۲۴ گھنٹے پہلے بروز ہفتہ عصر کے بعد سے کھانا پینا بند ہو چکا تھا ایک ایک قطرہ زمزم شریف کا حلق سے اترتا تھا۔اس وقت سے تا وفات اسم ذات اللہ اللہ کا ورد جاری رہا۔حضرتؒ نے ایک مجلس میں خواہش ظاہر کی تھی کہ میرے انتقال کے وقت قریبی احباب و مجازین جمع ہوں چنانچہ اللہ کریم نے حضرتؒ کی اس خواہش کو بھی پورا فرما دیا اور پاکستان کے بعض اور حجاز مقدس کے اکثر مجازین و احباب وصال سے قبل جمع ہو گئے تھے۔وصال سے تھوڑی دیر قبل سبھی حضرات نے یٰس شریف پڑھی اور بعد مغرب شب دوشنبہ (بتاریخ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۱ ہجری بمطابق ۱۶ جولائی ۲۰۰۰ء) حضرت والا نے داعی اجل کو لبیک کہا اور وصال فرما گئے (رحمه الله رحمة واسعة طيب الله ثراه و جعل الجنه مثواه).

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر　　عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

وصال کی خبر سب جگہ تیزی سے پھیل گئی ریاض، جدہ اور مکہ مکرمہ سے حضرت والا کے سینکڑوں متعلقین نیز حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے متعلقین و مجازین نیز تبلیغ سے تعلق رکھنے والے حضرات اہتمام سے جنازے میں شرکت کیلئے تشریف لے آئے اور بروز پیر بعد نماز ظہر مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الف الف تحیہ وتسلیمات میں ایک جم غفیر نے نماز جنازہ ادا کی اور بقیع شریف میں حضرت عثمان ذوالنورین اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہم کے مزارات کے قریب اور حضرت ابوسعید خدریؓ و حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے اقدام عالیہ میں تدفین ہوئی۔نور اللہ مرقدہ و اعلی اللہ مراتبہ

باب دوم

روحِ دین (خانقاہی نظام) کے احیاوفروغ کیلئے حضرت صوفی صاحبؒ کی مساعی جمیلہ

حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی دینی فکر

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف مجالس ذکر میں تحریر فرماتے ہیں ''چودھویں صدی کے آخر اور پندرھویں صدی کے شروع کے دور میں تمام اہل حق اور راسخین فی العلم کے درمیان یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ وقت کے امام ربانی جامع شریعت وطریقت تھے۔ عنایت ازلی نے ان کے وجود باوجود میں اوصاف وکمالات کی ایسی جامعیت کبریٰ ودیعت فرمائی تھی جس سے ہر صدی میں خاص خاص افراد ہی مشرف ہوتے ہیں اور اسی جامعیت کی بناء پر وہ اپنے معاصرین سے منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ حضرت شیخؒ جو تمام اکابر کی نسبتوں کے جامع تھے حضرت مدنیؒ وحضرت رائپوریؒ کے انتقال کے بعد تمام ہی اہل حق نے ان کو اپنا مرجع وسرپرست مانا اور ہر جماعت جمعیت وتنظیم ومدارس کے ذمہ داروں نے ان کو اپنا بڑا مانا اور ہر امر میں ان کی رائے اور مشورہ کو مقدم جانا۔ جن کو ۱۴۰۱ھ مکہ مکرمہ میں بذریعہ رویاء صالحہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قطب الاقطاب کا خطاب عطا فرمایا اور ظاہر کرنے کا امر بھی فرمایا اور انہی قریبی ایام میں دوسرے رویائے صالحہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان سے دین کا کام لینے کا حکم فرمایا گیا۔ اب تو صرف اس ولی

کامل کی طرف اشارہ کر کے یہ عرض کرنا ہے کہ وقت کے امام ربانی اس حدیث قدسی کے بھی مصداق تھے جس میں فرمایا گیا ہے:

"کنتُ سمعه الذی یسمع به الی آخر" میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے یعنی ان کو مناسبت و معیت اس درجہ حاصل ہوجاتی ہے کہ ان کا دیکھنا سننا اور ہر حرکت لِلّٰہ فی اللہ، من اللہ ہوتی ہے۔

خانقاہی نظام اور ذکر اللہ سے متعلق حضرت شیخ الحدیثؒ کے چند ارشادات

مکتوب بنام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ مورخہ مئی ۸۱ء "میرا یقین ہے کہ فتن کا علاج اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اسی جذبہ کے تحت ملکوں ملکوں پھر رہا ہوں کہ خانقاہیں دنیا سے ختم ہوگئیں" اسی مضمون کے خطوط مختلف ملکوں میں بہت سے حضرات کو کثرت سے لکھوائے۔ جہاں کہیں سے مجلس ذکر کے قیام کی اطلاع ملتی تو وہاں والوں کے نام بہت مسرت اور دعاؤں کے خطوط لکھواتے۔

۲۔رویائے صالحہ

حضرت شیخؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضرت گنگوہیؒ نے آپ سے شکایت کی کہ زکریا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا اشتیاق بہت ہو رہا ہے مگر میرا یوں جی چاہے اس سے کچھ اور کام لیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کو یہاں آنے کا اشتیاق تو بہت ہے مگر میرا بھی یونہی جی چاہے کہ اس سے کچھ اور کام لیا جائے (سفرنامہ افریقہ مختصراً) اس خواب کے بعد حضرت شیخؒ فرماتے ہیں "خیال ہوا کہ ذکر و شغل کی لائن ٹوٹ گئی، ہندو پاک کی اکثر خانقاہیں برباد ہوگئیں، اسی واسطے شاید حضرت گنگوہیؒ کی بھی یہی منشا ہو کہ ذکر و شغل ان کی خانقاہ کا اہم مشغلہ تھا آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، تعلیم کی جگہ ذکر و شغل نے لے لی تھی، اسی بنا پر اپنے معمولات اور معذوری کے باوجود لندن، پاکستان، افریقہ اور جہاں جہاں خانقاہیں قائم کرنے کا وعدہ ہو میں جس

حال میں بھی ہو پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں''۔اللہ کرے یہ کام اللہ کے فضل سے کچھ چل نکلے اور یہی مراد حضرت کی بھی ہو تو کچھ سرخ روئی ہو جائے۔

۳۔حضرت شیخ ؒ فرماتے ہیں آج ہمارے مدارس میں ساری خرابیاں اسٹرائیک وغیرہ سب اسی خانقاہی زندگی کی کمی سے پیش آرہی ہیں۔حدیث میں آیا ہے اگر زمین میں اللہ اللہ کہنے والے ختم ہو جائیں گے تو قیامت آجائیگی۔یہی حال مدارس کی بقاء کا ہے اللہ کا نام خواہ کتنی ہی بے توجہی سے لیا جائے اثر کئے بغیر نہیں رہتا ہم لوگوں میں اخلاص نہیں رہا۔اللہ اللہ کرنے کے سلسلے کو بڑھاؤ۔اللہ کا نام جہاں کثرت سے لیا جائے گا وہاں فتنہ نہ ہوگا اللہ کا ذکر حوادث میں سد سکندری ہے، پہلے زمانے میں دورہ حدیث میں طلبہ کی ایک تعداد ذاکر ہوا کرتی تھی (سوانح حضرت شیخ ؒ) نیز مفتی شفیع صاحبؒ کے والد کا قول ہے ہم نے دیوبند کا وہ زمانہ دیکھا ہے کہ دن میں دارالعلوم مدرسہ ہوتا اور رات میں خانقاہ، کمروں میں سے اللہ اللہ کی آواز آتی۔اسی مضمون کا مکتوب حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کو لکھوایا، یہ مکاتبت طبع ہو کر شائع ہوگئی ہے۔

ذکر اللہ و خانقاہی نظام کے بارے میں علماء کرام کے اقوال

(۱) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں پوری کائنات کی روح بھی درحقیقت لطیفہ ربانی ہے اسی کا نام ذکر اللہ ہے یاد حق سے یہ کائنات کھڑی ہے جب اس سے ذکر خداوندی منقطع ہو جائے گا جبھی یہ خیمہ آن پڑے گا۔حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''**لاتقوم الساعة حتیٰ یقال فی الارض الله الله**''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک اس کائنات میں ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود ہے۔جب ایک بھی باقی نہ رہے گا سارے شرار الناس رہ جائیں گے قیامت قائم ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کی روح ذکر خداوندی ہے۔

(۲) حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں''دور جدید میں مادیت کے غلبہ سے عقائد میں تزلزل پیدا ہوا، اعمال شرعیہ کی قدر و قیمت قلوب سے نکل گئی۔اخلاص و یقین احسان و سلوک اور ذکر الٰہی کی لذت سے قلوب نا آشنا ہو گئے، خانقاہیں ویران ہو گئیں، جس کے نتیجہ میں امت مرحومہ نہ صرف تعلق مع اللہ کی دولت سے محروم ہوگئی بلکہ شکل و صورت، اخلاق و معاشرت، اعمال و اشغال اور عقائد و نظریات میں مسلم و

غیر مسلم کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔ امت مرحومہ کا یہ نقشہ ہر درد مند دل کو بے چین کرنے کیلئے کافی ہے۔ حضرت شیخؒ جو اپنے دور کے اکابر مشائخ کی نسبتوں کے جامع اور تمام اکابر کے جانشین اور ترجمان تھے۔ امت مسلمہ کی زبوں حالی کو دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ ان کے قلب مبارک کی کیا کیفیت ہوگی۔ حضرت شیخؒ ایک طبیب حاذق کی طرح خوب جانتے تھے کہ اس مرض کے اسباب وعلل کیا ہیں اور اس کا ازالہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ چنانچہ آخری دور میں حضرتؒ پر ایک ہی فکر سوار تھی کہ ذکر الٰہی کی لائن کو کس طرح زندہ کیا جائے اور ٹوٹے ہوئے برگشتہ دلوں کا رشتہ کس طرح حق تعالیٰ شانہٗ سے جوڑا جائے کہ یہی مرض کا اصل علاج ہے اسی کیلئے حضرتؒ کے اسفار ہوتے ان کی مجلس میں اسی کا چرچا ہوتا ان کے حلقہ میں یہی موضوع لائق توجہ ہوتا۔ خطوط اور مراسلت میں اسی کی تاکید اور بار ہا تاکید ہوتی کہ ذکر الٰہی کے حلقے قائم کئے جائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ذکر کی طرف متوجہ کیا جائے۔ (ماخوذ حضرت شیخؒ کا رمضان)

(۳) سفر نامہ افریقہ میں حضرت مولانا مفتی شاہد صاحب تحریر فرماتے ہیں امت میں جب تک یہ خانقاہیں اور مراکز ذکر قائم رہے اور ان کی روشنیوں سے قلوب منور رہے انسانوں میں خوف خدا، زہد وتقویٰ، خشیت وانابت، اخلاص وللٰہیت اور صفات انسانیت باقی رہیں ایثار ومحبت کے مناظر دیکھنے میں آتے رہے لیکن جب سے دیگر امور دینیہ کی طرح اس مہتم بالشان امر سے بھی غافل ہوگئی، خانقاہوں میں وقت گذارنے کو بھی اضاعت وقت سمجھنے لگی اور ان میں زندگیاں مٹا دینے والوں کو طعن وتشنیع کے الفاظ میں پکارنے لگی تو رفتہ رفتہ ان اوصاف حمیدہ کی نعمت سے محروم ہوتی گئی اور اغراض وشہوات کے حجابات میں گھر کے مولائے حقیقی سے غافل ہوگئی فتنوں کے تمام دروازے کھل گئے (نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم) گھر گھر بستی بستی شہر شہر حتیٰ کہ مراکز دینیہ تک میں جھگڑے اور فساد شروع ہوگئے (فالی اللّٰہ المشتکیٰ)

(۴) حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (ابن حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ) حضرت شیخؒ کے سفر انگلینڈ اور افریقہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں مسجد نبوی کے متصل قیام اور ہر قسم کے راحت وآرام کا انتظام حرمین کے رمضان کی بہاریں، رمضان میں عمرے کرنے کے فضائل، روزے نماز کا یہاں لاکھ گنا

ثواب، مسجد نبوی میں اعتکاف اور سب سے بڑھ کر ایک عاشق صادق کیلئے حبیب خدا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں فیض یاب ہونا حضرت نے ان سب باتوں کو فضائل حج اور فضائل درود شریف میں خود لکھا ہے ۔حضرت نے ان فضائل کو مذکورہ بالا حالت(بیماری اور معذوری کی شدت) میں تکلیف اُٹھا کر قربان کیا اور سب سے آخری بات مدینہ پاک میں مرنے کی آرزو اور امید کو خطرے میں ڈال کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایثار کا نمونہ پیش کیا۔

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''محبت کا سودا'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ الحدیثؒ متفقہ طور پر جامع شریعت وطریقت تھے اس صدی کے امام وقطب تھے ان کے نزدیک آج کل تمام دینی کاموں میں انتشار اور فتن کا باعث اخلاص اور تعلق مع اللہ کی کمی تھی کہ یہی سارے کاموں کی روح ہے، بے روح محض صورت تو فتنہ ہی ہوتی ہے۔جس طرح علوم ظاہرہ کیلئے علماء اور مدارس کی ضرورت ہے اسی طرح یہ نسبت ومعرفت اور احسان مشائخ کی صحبت اور خانقاہوں میں ذکر وشغل کی کثرت کرنے سے حاصل ہوتا ہے اس چیز کو سلفاً خلفاً تمام اکابرین نے نہایت اہم سمجھا لیکن ان دنوں بعض دینی طبقوں میں اس چیز سے پیچھا چھڑانے کی کوشش ہو رہی ہے کہیں اس کے حصول کے ذرائع کو کتاب وسنت کے خلاف کہا جا رہا ہے کہیں دوسرے کاموں میں رکاوٹ بتلایا جا رہا ہے، کہیں حالات حاضرہ اور حکمت عملی کے خلاف سمجھ کر اس سے ہٹایا جا رہا ہے۔اسی وجہ سے حضرت شیخؒ نے اس شعبے کے احیاء کیلئے بطور خاص توجہ دی، انہوں نے اپنے خدام کو اس کام کیلئے تیار کیا نہایت زوردار ترغیبیں دیں، خانقاہوں کے قیام کے ابتدائی مرحلہ مجالس ذکر کو رواج دیا اور رمضان المبارک میں کسی جگہ مسجد میں سارے خانقاہی اعمال، مجاہدات اذکار واشغال کے ساتھ گذارنے کے نمونے مختلف جگہوں پر قائم کئے اور اپنے بعد اس سلسلے کو جاری رکھنے اور پھیلانے کی وصیت کر گئے ۔ چنانچہ الحمد للہ ہندوستان وپاکستان، افریقہ، برطانیہ، کینیڈا، امریکہ میں حضرت کے خدام اس پر عمل کر رہے ہیں ۔کچھ عرصہ پہلے بڑے بڑے مشائخ کی خانقاہیں آباد تھیں لوگ سارا سال وہاں حاضری دیتے تھے اور فیض یاب ہوتے تھے اب ان کے اٹھ جانے کے بعد ان کا بدل ان کے خدام کا اجتماع ہے کہ قلوب کے اجتماع کو اللہ پاک

کی رحمت و رأفت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے جب کہ قلوب کا مقصد اور رخ ایک ہی ہو جو کہ یکسوئی کا باعث ہے محض بھیڑ نہ ہو بحمد اللہ وفضلہ حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کے طریقے کے مطابق حضرتؒ کے سلسلے کے خلفاء و مجازین کی زیر سرپرستی کئی ممالک میں خانقاہیں قائم ہیں حضرت کے بڑے خلیفہ حضرت مفتی محمود گنگوہیؒ و حضرت شاہ امیر ہردوئیؒ نے اپنے شیخ کے طرز پر انتہائی ضعف اور امراض کے باوجود وفات کے آخری سالوں میں مدراس اور ڈھاکہ میں رمضان المبارک خانقاہی چلے کے ساتھ کامیابی کے ساتھ کرائے۔

خانقاہی نظام روحِ دین کیلئے حضرت صوفی صاحبؒ کی مساعی جمیلہ

حضرت شیخؒ نے جس فکر پر اپنے زندگی کا آخری حصہ خصوصاً صرف فرمایا یعنی خانقاہی نظام کا احیاء حضرتؒ کے وصال کے بعد اس سلسلے میں نمایاں عمل اللہ جل شانہ کے لطف و کرم سے حضرت صوفی صاحبؒ کے حصہ میں آیا۔

رمضان المبارک اور خانقاہی چلہ

رمضان المبارک کا احترام اور اہتمام ہر مسلمان حسب استعداد اور مقدور کرتا ہے لیکن عارفین و صالحین کے یہاں جیسا رمضان کا استقبال اور اہتمام ہوتا ہے وہ ان لوگوں کے خیال میں بھی نہیں آسکتا جن کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ دین کی اچھی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عاشق کا رمضان ایک بالکل الگ کیفیت سے تعلق رکھتا ہے جس کا ادراک بھی ان حضرات کیلئے محال ہے جو کسی عاشق کے ساتھ نہ رہے ہوں۔ ہمارے دور میں صرف وہی خوش نصیب رمضان کی کیفیت سے کچھ لذت آشنا ہیں جنہیں حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت رائپوریؒ یا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہم کے ساتھ رمضان گذارنے کی سعادت اور شرف حاصل ہوا ہے۔ یوں تو مختلف مجالس میں فضائل رمضان پر لمبی لمبی تقریریں کی جاتی ہیں لیکن وہ رمضان جس کے روزے کی جزا کے متعلق محبوب حقیقی جل شانہٗ فرماتے ہیں میں ''خود دیتا ہوں'' اور ان کے محبوب سید العشاق صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میری امت کو پتہ چل جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو تمنا کرے کہ سارا سال ہی رمضان رہے عشاق کا نصیب ہے۔ (تحریر حضرت مولانا محمد سہیل مدنی)

اسی بات کو محسوس کرتے ہوئے عصر حاضر کے جلیل القدر مصنف و مفکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے جو ایک گراں مایہ عالم اور عارف بھی ہیں سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ میں الگ باب ''حضرت شیخ کی زندگی میں رمضان المبارک کا اہتمام اور اس کے غیر معمولی اثرات'' کے عنوان سے قائم کیا جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ حضرت شیخؒ کے یہاں رمضان کے اہتمام وانصرام میں اس سنت کا تسلسل و استمرار ہے اور اسکی توسیع اور ترقی ہے جو تمام عارفین وسالکین کے یہاں رمضان کے استقبال اور اہتمام میں پائی جاتی ہے اور جس کا سرچشمہ ہمارے آقا نامدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ کے اسفار

حضرت شیخ الحدیثؒ کا وصال شعبان ۱۴۰۲ھ میں ہوا حضرت شیخؒ کے وصال کے بعد رمضان حضرت صوفی صاحبؒ نے مسجد صدیق اکبرؓ راولپنڈی میں گذارا جس میں سینکڑوں افراد نے شرکت فرمائی اس کا مختصر حال حضرت صوفی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ''وصال کے بعد اپنی نہایت بدحالی و ناتوانی کی حالت میں جب میرے بزرگ احباب نے مجھے پاکستان رمضان گذارنے کا حکم فرمایا میں نے محض حضرت کی وصیت پر عمل کرنے کی اپنی سی کوشش کرنے کے خیال سے اس شرط پر اپنے محترم بزرگؒ حضرت الحاج عبدالحفیظ صاحب سے عرض کیا کہ چونکہ حضرت نور اللہ مرقدہ بھی سفر کا آخری فیصلہ روضہ شریف سے اشارہ پر فرمایا کرتے اور اس میں آپ کے مکاشفات کو اہمیت دیتے لہٰذا اگر میرے سفر سے متعلق بھی وہاں سے کوئی اشارہ ہو جائے تو میں تیار ہوں، مکاشفہ میں تائید کو حضرت مولانا طلحہ دامت برکاتہم نے روزنامچے میں درج کروایا اور دعائیں دے کر پاکستان جانے کی اجازت فرمادی چنانچہ بندہ رمضان کا چلہ کروانے کے نام سے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی خانقاہ میں راولپنڈی حاضر ہو گیا۔ وہاں جا کر وہاں کے لوگوں کی محبت اور احوال وترقیات دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہوتا تھا اور اپنی یتیمی اور تہی دستی و نااہلی خوب واضح ہوئی۔ اس کا یقین ہو گیا کہ سب کچھ ہادی مطلق اور فیاض حقیقی جل

شانہٗ کی طرف سے ہے ہماشما کا محض نام ہے۔لہٰذا مجھے یا کسی کو بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں پہلو تہی نہیں کرنی چاہیے۔شاید بچوں کے طفیل میں اس جھوٹے کو نوازدے۔

حضرتؒ نے ۱۴۰۳ھ سے ۱۴۱۵ھ تک باوجود علالت وناتوانی کے اپنے مربی شیخ کے طرز پر رمضان پاکستان میں گذارے(سوائے ۱۴۱۲ھ)اور پاکستان تشریف لانے میں جس خود انکساری ایثار فروتنی اور اخلاص للہیت اور اپنے شیخ کی اداؤں پر مرمٹنے کے جذبہ سے کام کیا محتاج بیان ہے اور نہ محتاج تعارف ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے عجیب ثمرات سے نوازا جس کا شرکاء نے مشاہدہ کیا حضرتؒ کی تشریف آوری کا طریقہ،مقام کا انتخاب،ایک ماہ کا اعتکاف،اس کے نظام الاوقات اور طریق کار اور معتکفین کی مہمانی اپنے مربی ومرشد کے رمضانوں کے طرز پر تھی حضرتؒ نے پاکستان میں جو رمضان گذارے ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۴۰۲۔۱۴۰۳۔۱۴۰۴ھ کے رمضان مسجد صدیق اکبر راولپنڈی۔

۱۴۰۵ھ کا رمضان جامعہ خیر المدارس ملتان۔

۱۴۰۶ھ کا رمضان جامعہ قاسمیہ لاہور۔

۱۴۰۷ھ کا رمضان خیر المدارس ملتان۔

۱۴۰۸ھ کا رمضان مسجد احسان چوبرجی لاہور۔

۱۴۰۹ھ کا رمضان معہد الخلیل الاسلامی بہادر آباد کراچی۔

۱۴۱۰ھ کا رمضان مسجد صدیق اکبر راولپنڈی۔

۱۴۱۱ھ کا رمضان مسجد احسان چوبرجی لاہور۔

۱۴۱۲ھ کا رمضان مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ۔

۱۴۱۳،۱۴۱۵،اور ۱۴۱۶ھ کے رمضان خانقاہ اقبالیہ کوہستان کالونی ٹیکسلا میں ہوئے۔

رمضان المبارک کے ان اجتماعات کا نفع تو تمام شرکاء نے خود محسوس کیا۔کراچی،کوئٹہ،سکھر،ملتان،کبیر والا،فیصل آباد،لاہور،راولپنڈی،ہری پور اور پشاور تک مختلف مقامات مراکز مساجد اور مدارس میں مجالس

ذکراور با قاعدہ خانقاہیں قائم ہوئیں ملک کے دوردراز علاقوں سے ارادت منداور شیدائی پروانہ وار کھنچ کر اس شمع ہدایت کے گرد آنے لگے اور لوگوں میں اللہ کو راضی کرنے ،آخرت کو بنانے ،اتباع سنت اور اللہ اللہ کرنے کا ایک نیا ذوق پیدا ہوا، علماء طلباء کے علاوہ امت کے سبھی طبقات نے استفادہ کیا الحمدللہ علیٰ ذالک۔

رمضان المبارک کے اجتماعات میں علماء اور مشائخ کی شرکت

حضرتؒ کے رمضان المبارک کے اجتماعات میں علماء ،فضلاء ،عوام کے علاوہ مشائخ کرام بھی شرکت فرماتے رہے۔ مشاہیر علماء و مشائخ ایک ماہ یا ایک عشرہ اور بعض تین روز یا ایک روز کیلئے تشریف لاتے اور انوار و برکات اور تجلیات ربانیہ کو محسوس فرماتے ۔حضرت شیخؒ کے خلفاء کرام میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ ،حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ ،حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم ،حضرت مولانا احسان احمد مظاہری صاحب زید مجدہم ،حضرت مولانا یحییٰ مدنی صاحبؒ ،حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب زید مجدہم ،حضرت مولانا مفتی مختار الدین شاہ صاحب زید مجدہم ،حضرت الحاج حافظ صغیر صاحب زید مجدہم وغیرہ اوران کے علاوہ حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ تلمیذ خاص شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ و خلیفہ مجاز حضرت احمد علی لاہوریؒ ۔محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ نیز حضرت رائپوریؒ کے بعض خلفاء کرام حضرت سید نفیس شاہ صاحبؒ و حضرت مولانا جمیل احمد صاحبؒ ،حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی و شیخ رضی الدین صاحبؒ خلیفہ مولانا فخر الدینؒ و حضرت مولانا شمس الرحمٰن صاحب زید مجدہم خلیفہ حضرت مولانا عبدالغفور نقشبندیؒ ،حضرت مسرت شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا فقیر محمدؒ نے شرکت فرمائی۔

رمضان المبارک میں اعتکاف اور خانقاہی اعمال کی وضاحت

حضرتؒ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں ''چند سالوں سے حصول ثواب کے علاوہ رمضان المبارک گزارنے کا نقشہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے خدام میں رائج ہے اعتکاف ایک مستقل عبادت ہے جو کہ سنت کفایہ ہے اعتکاف کے مستقل فوائد ہیں۔ بڑا فائدہ شب قدر کی تلاش ہے، ہر عمل کے فضائل اور

اثرات الگ الگ ہوتے ہیں۔فضائل اوراثرات کے فرق کوذکر کی مثال سے سمجھیں کہ سلوکی طریقہ پر ذکر جس میں جہرحرکت تصورات وغیرہ شرائط ہیں ان کا مستقل طور پر کوئی ثواب نہیں اور فضیلت نہیں جتنی دیر میں ایک سوبار ہوگا اتنی دیر میں سادہ طریقہ پر ہزار دو ہزار بار ہوسکتا ہے جس کا یقیناً ثواب بہت ہوگا لیکن سلوکی ذکر کے جواثرات ہیں وہ سارے ثوابوں کی جڑ ہے اور سارے اعمال کی قیمت اور روح ہے یعنی اخلاص اوراحسان وغیرہ۔البتہ کوئی اس نیت سے جہروحرکت کرے تو پھر ثواب بھی مل جائے گا۔یہ اجتماع کا اصل مقصد اعتکاف نہیں بلکہ خانقاہی چلہ ہے ہمارے اجتماعی رمضان میں رمضان کے بابرکت اوقات کووصول کرنا اوراس میں اصلاحی چلہ کا فائدہ اٹھالینا ہے جس میں کچھ لوگ اعتکاف کی بھی نیت کر لیتے ہیں۔اس اجتماعی اعمال کے فضائل بھی ہیں اوراثرات بھی۔اثرات وہ ہیں جن سے دوسرے اعمال میں روح پیدا ہوتی ہے وہ نسبت کا حصول ہے یہ چیز فضائل کے علاوہ ہے اسی لئے تو مکہ مدینہ کے اعتکاف اور رمضان کے فضائل چھوڑ کر ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں حضرت شیخؒ نے رمضان کئے اوراب ان کے خدام بھی کرتے ہیں۔فضائل کے لحاظ سے کوئی آدمی بھی نہیں کہہ سکتا کہ مکہ مدینہ سے باہر زیادہ فضیلت ہے لیکن جواثرات اور ماحول چاہئے وہ یہاں میسر نہیں۔حضرت شیخؒ نے مکہ مدینہ سے باہر کئی رمضان کئے اور فرمایا اثر کے لحاظ سے یہاں مقصد پورا ہوتا تو میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ چھوڑ کر دارالکفر کیوں جاتا۔

نسبت مع اللہ کا حصول

شرائط وآداب کے ساتھ صحبت شیخ اور شیخ کی نگرانی میں ذکراللہ کی کثرت پر مرتب ہوتا ہے ان شرائط وآداب پر عمل کی آسان صورت رمضان المبارک میں خانقاہی چلہ ہے۔حضرت گنگوہی قدس سرہ کو نسبت مع اللہ کی دولت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی صحبت میں ایک ہفتہ میں نصیب ہوگئی تھی پھر بھی حضرت گنگوہیؒ نے پورا چلہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں گذارا۔حضرت شیخؒ کے بہت سے خلفاء کرام کو یہ دولت بے بہا حضرت شیخؒ کے ساتھ خانقاہی طرز پر رمضان گزارنے پر حاصل ہوئی۔

مجمع کے ساتھ اعتکاف پر بعض کی تنقید اور حضرت شیخ کا جواب

حضرت شیخ الحدیثؒ نے رمضان المبارک کی ایک مجلس میں فرمایا ''آج کل اعتراض ہو رہا ہے کہ یہ میلہ کیوں لگتا ہے کیا یہ جائز ہے کہ اتنے لوگوں کو جمع کیا جائے پھر حضرت مفتی محمود گنگوہیؒ کی جانب متوجہ ہو کر پوچھا اس میں کوئی شرعی اشکال ہو تو فرمائیں۔ پھر حضرت شیخؒ نے خود ہی فرمایا کہ ایک مرتبہ قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) سے پوچھا گیا کہ اس طرح میلہ لگانا کہاں جائز ہے انہوں نے فرمایا اس میں عدم جواز کی کیا بات ہے۔ پھر حضرت شیخؒ نے فرمایا اس اعتکاف کیلئے جمع ہونا مجھے اپنے اکابر کے یہاں ملا۔ حضرت رائپوریؒ، حضرت مدنیؒ ایسے ہی حضرت تھانویؒ نے اپنی مسجد کی توسیع کروا کر اس کو دوگنا کیا۔ ایک کمرہ صرف معتکفین کیلئے بنایا گیا۔ غرض یہ کہ اس میں اشکال تو کچھ نہیں۔ (ملفوظات حضرت شیخؒ، جمع وترتیب حضرت ڈاکٹر اسماعیل مدنی)

مشاہیر علماء ومشائخ سے رابطہ

حضرتؒ نے پاکستان قیام کے دوران علماء کرام اور مشائخ عظام سے رابطہ کیا اور خصوصی اسفار بھی فرمائے حضرت فضل قریشی نقشبندی قدس سرہ کے اجل خلیفہ حضرت علی مرتضیٰؒ کی خدمت میں گدائی شریف لے گئے اور قیام فرمایا۔ حضرتؒ کو حضرت صوفی صاحبؒ سے خوب محبت کا تعلق ہوا اور اپنے سلسلہ میں اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت علی مرتضیٰؒ زیارت حرمین کیلئے تشریف لائے، مدینہ منورہ قیام میں حضرت صوفی صاحبؒ سے ملاقاتیں ہوئیں حضرتؒ نے جدہ کی مجلس میں شرکت بھی فرمائی کئی حضرات حضرتؒ سے بیعت ہوئے اور بعض کو حضرتؒ نے اپنے سلسلے میں اجازت بھی مرحمت فرمائی حضرت زاہد الحسینیؒ سے بھی حضرت صوفی صاحبؒ کو بہت عقیدت ومحبت تھی اور حضرت الحسینی بھی حضرت صوفی صاحبؒ کے بارے میں بہت بلند کلمات فرماتے۔

حضرت پیر غلام حبیب قدس سرہ سے تعلق اور ایک لطیفہ

نقشبندی مجددی سلسلہ کے قوی نسبت شیخ حضرت پیر غلام حبیب نقشبندیؒ سے حضرت صوفی

صاحبؒ کی پہلی ملاقات پاکستان قیام کے دوران ہوئی تھی حضرت محمد اسلم صاحب روایت کرتے ہیں کہ پہلی ملاقات کے وقت دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور تھوڑی دیر تک دونوں بزرگ مراقب رہے۔ کچھ دیر بعد دوستانہ ماحول میں گفتگو ہوئی حضرت پیر صاحبؒ حج کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ جدہ کی مجلس ذکر بمکان حضرت ڈاکٹر فضل اللہ صاحب ہوئی حضرت پیر صاحبؒ نے شرکت فرمائی اسی مجلس میں حضرت شیخؒ کے خلفاء حضرت حافظ صغیر احمد زید مجدہم و حضرت مولانا عزیز الرحمٰن زید مجدہم بھی شریک تھے مجلس کے معمولات کے آخر میں اہل مجلس بطریق نقشبندیہ مراقب ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر میں اچانک بہت زور کی آواز کے ساتھ دروازے کا شیشہ ٹوٹ گیا شاید حضرت پیر صاحب کی توجہ کا اثر تھا مجلس کے اختتام پر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن نے آہستہ سے فرمایا چشتیت بول اٹھی، حضرت مولانا ابرار الحق ؒ خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ بھی حضرت سے ملاقات کیلئے تشریف لائے، حضرتؒ کی علالت کے دنوں میں اس ناکارہ سے اپنے ایک مرید کے توسط سے حضرتؒ کی خیریت دریافت فرماتے۔ اسی طرح حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ کو حضرتؒ سے بہت محبت اور گہرا تعلق تھا فرماتے صوفی آدھا حضرت شیخؒ کا ہے آدھا میرا ہے۔

حضرت سید نفیس شاہؒ جب بھی حرمین شریفین تشریف لاتے حضرتؒ کی رہائش پر حضرت سے ملاقات کیلئے تشریف لاتے۔ وفات سے قبل آخری بار حرمین شریفین حاضری پر علالت کے باوجود حضرت شاہ صاحبؒ تشریف لائے۔ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ نوراللہ مرقدہ نے جب سے مدینہ منورہ قیام فرمایا تھا اتوار کے دن حضرتؒ کے گھر تشریف لاتے اور دوستانہ ماحول میں گفتگو ہوتی۔ حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ سے حضرتؒ کا پرانا تعلق تھا درود شریف کے قضیہ نامرضیہ سے یہ تعلق تعطل کا شکار ہوگیا تھا مگر آخری بار حضرت جی مدینہ تشریف لائے تو حضرت صوفی صاحبؒ حضرت مولانا حبیب اللہ کے ہمراہ حضرت جیؒ کی قیام گاہ ملاقات کیلئے تشریف لے گئے اس وقت حضرت جیؒ سو رہے تھے حضرت مولانا زبیر الحسن سے ملاقات ہوئی۔ حضرت جیؒ کو حاضری کا علم ہوا تو فرمایا مجھے جگایا کیوں نہیں (بروایت حضرت مولانا حبیب اللہ مدنی مدظلہ) حضرت مولانا سعید خان صاحب سے حضرتؒ کو بہت عقیدت و

محبت تھی اور آخری ایام علالت میں ان دونوں بزرگوں کا آپس میں محبت وعقیدت کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔

حضرت صوفی صاحبؒ کی سرپرستی میں خانقاہی کوششیں اور اس کے ثمرات

روح دین خانقاہی نظام کے احیاء وفروغ کے لیے حضرتؒ کی مسلسل جدوجہد اور امت کی زبوں حالی پر غمگین وافسردہ رہنے اور راتوں کو بیدار ومشغول بہ مناجات رہنے کا ثمرہ ہے کہ پاکستان میں کئی مقامات پر خانقاہیں قائم ہوئیں اور خانقاہ کی ابتدائی عملی صورت مجالس ذکر اور مجالس درود شریف کا ان گنت مقامات پر قیام ہوا۔ حضرتؒ کے مجازین حضرت کی ہدایات کی روشنی میں کام کر رہے ہیں اور سینکڑوں افراد مستفید ہو رہے ہیں۔ حضرتؒ کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے لیکن فیوضات وتوجہات سے ابھی بہرہ مند ہوتے ہیں اسی سلسلہ کی ایک کڑی خانقاہوں میں سہ روزہ اجتماعات کی ہے۔ یہ اجتماعات حضرتؒ کی منشاء کے مطابق مختلف مقامات پر ہر ۶ ماہ بعد ہوتے ہیں۔ ملک کے گوشے گوشے سے علماء کرام، ذاکرین اور طلباء شرکت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ذاکرین کی بڑی تعداد جمع ہو تو یہ مجمع شیخ کامل کی صحبت کا بدل بن جاتا ہے۔ شرکاء اپنے سینے میں ایمان ویقین محبت وعشق اور اخلاص وللہیت کی کیفیت محسوس کرتے ہیں جو ہزار طاعتوں سے بڑھ کر ہے یہ اجتماعات سیاسی نظریات اور اختلافات سے مبرّا، ذکر اللہ وذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت، صحبت صلحاء اور ظاہر وباطن میں اتباع سنت کی ترغیب پر مشتمل ہوتے ہیں۔

حجاز مقدس اور دیگر ممالک میں خانقاہی سرگرمیاں

دین کے اس اہم شعبہ کیلئے حضرتؒ نے سرزمین حجاز مقدس کے مختلف مقامات میں مجالس ذکر ودرود شریف قائم فرمائیں، وہاں کے سینکڑوں افراد حضرتؒ سے بیعت ہوئے اور حضرتؒ سے مستفیض ہوتے رہے، مدینہ منورہ میں روزانہ حضرتؒ کے دولت کدہ پر مجلس ذکر بعد نماز فجر ہوتی اور مجلس درود شریف بعد نماز عشاء مختلف گھروں میں اور بروز جمعہ بعد نماز عصر۔ جمعرات کو بعد نماز عشاء مجلس ذکر ودرود شریف حضرت مولانا حبیب اللہ مظاہری دامت برکاتہم کے گھر ہوتی، جدہ میں مجالس ذکر کیلئے حضرت صوفی صاحبؒ نے کئی اسفار فرمائے، مریدین کے گھر قیام فرماتے اور جہاں مجلس ہوتی تشریف لاتے آپ کی صحبت بابرکت سے

کئی گھروں میں مجالس قائم ہوئیں مجلس ذکر کے قیام کیلئے طائف دوبار تشریف لے گئے۔جدہ کے احباب پندرھویں دن پابندی سے جمعرات جمعہ کو حاضری دیتے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اپنے شیخ کی صحبت سے مستفید ہوتے۔ریاض اور دمام میں بھی مجلس کا سلسلہ قائم ہوا۔یہ مجالس ذکر اللہ و کثرت درود شریف،اتباع سنت کی ترغیب پر مشتمل ہوتی ہیں گھر آئے ہوئے مہمانوں کی بقدر استطاعت وحسب موقع ضیافت بھی ہوتی ہے اطعمو االطعام کی سنت پر عمل ہوجاتا ہے۔حضرتؒ کے خلفاء،بنگلہ دیش،افریقہ،ری یونین میں بھی ہیں لبنان کے شہر بیروت حضرتؒ دوبار تشریف لے گئے پہلے سفر فضائل درود شریف کی خوبصورت طباعت کیلئے مولانا عبدالحفیظ صاحب،مولانا حبیب اللہ صاحب و مولوی عبد الوحید صاحب کی معیت میں بذریعہ کار شام کے راستے ہوا۔

دوسری مرتبہ العطور مجموعہ کی طباعت کے سلسلہ میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دامت برکاتہم کی معیت میں بذریعہ ہوائی جہاز ہوا۔بیروت کے قیام میں حضرت کی ملاقات عالم باعمل شیخ حسن قاطرجی سے ہوئی،حضرتؒ نے سلاسل میں اجازت دی وہاں مجلس ذکر بھی قائم ہوئی نیز خواتین میں بھی اصلاحی مجلس کا سلسلہ شروع ہوا۔اتباع سنت و مسائل کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔والحمدللہ علیٰ ذالک

مدارس میں ذکر اللہ کی مجالس اور مستقل خانقاہوں کا قیام

حضرت صوفی صاحبؒ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی منشاء کے مطابق مدارس میں ذکر اللہ کی مجالس کے قیام کیلئے خصوصی توجہ فرمائی۔رمضان المبارک کے خانقاہی چلے میں اساتذہ کرام،علماء وطلباء فارغ ہوتے ہیں اور رمضان المبارک کے معمولات میں ان کی شرکت آسانی سے ہو جاتی ہے۔آپ نے دو رمضان خیر المدارس ملتان ایک رمضان معہد الخلیل کراچی دو رمضان مسجد احسان چوبرجی لاہور میں گذارے اور ان رمضانوں میں علماء کرام و اساتذہ و طلباء عظام کی شرکت رہی اور مدارس میں مجالس ذکر کا سلسلہ قائم ہوا!۔حضرتؒ کی خواہش تھی کہ مجلس ذکر و درود شریف کے علاوہ مستقل خانقاہیں قائم ہوں جہاں سال بھر سالکین خانقاہی اعمال شیخ کی نگرانی میں کریں۔اس سلسلہ میں حضرتؒ نے اپنے خلفاء کو تیار کیا اور حضرتؒ کی دعاؤں اور توجہات کی برکت سے ٹیکسلا میں حضرت مولانا حکیم

مسعودالرحمٰن دامت براتہم کی نگرانی میں مستقل خانقاہ اقبالیہ کا قیام ہوا جہاں پورے سال پابندی سے خانقاہی اعمال ہوتے ہیں۔اسی طرح کراچی میں حضرت مولانا محمد سہیل دامت برکاتہم نے مستقل خانقاہ قائم فرمائی جہاں رمضان المبارک کے علاوہ اکثر ربیع الثانی سے شروع ہوکر حضرت مولانا کی سرپرستی میں خانقاہی اعمال ۴۰ دن کیلئے ہوتے ہیں حضرت مولانا اعتکاف فرماتے ہیں اور سال بھر خانقاہی اعمال کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اسی طرح لاہور میں بھی حضرتؒ کے خلیفہ حضرت خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں مستقل خانقاہ کا قیام عمل میں آیا،حضرت کی حیات مبارکہ میں ہی کبیر والا میں حضرت مولانا عبدالغفار دامت برکاتہم نے خانقاہ اور مدرسہ قائم کیا تھا اور ماشاءاللہ روبہ ترقی ہے اور حضرت مولانا کی نگرانی اور سرپرستی میں علماء فضلاء طلباء اور عوام مستفیض ہورہے ہیں۔

مجالس درود شریف کا قیام

متقدمین مشائخ و علماء کرام میں مجالس درود شریف کے اہتمام سے متعلق حضرت مولانا یوسف متالا دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں"مصباح الظلام فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیرالانام" نامی حزب الصلوٰۃ میں درود شریف کے یہ ۱۳ صیغے ہیں۔اسے شیخ علی نورالدین شونی (استاد شیخ عبدالوہاب شعرانی) نے جامع ازہر کی مجلس درود شریف میں پڑھنے کیلئے ۸۹۷ھ میں مرتب فرمایا تھا پھر ان کی زندگی ہی میں پورے ملک مصر میں یہ پڑھا جانے لگا۔بلکہ یمن سے لے کر اسپین تک ہر جگہ مجلس صلوٰۃ علیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مجالس منعقد کی جاتی تھیں۔

مصر میں شونی نام کے گاؤں میں آپ کی ولادت ہوئی۔شیخ شونی کے حالات میں علامہ قسطلانی کے متعلق لکھا ہے کہ علامہ قسطلانی مجالس درود میں حاضری کی عوام کو ترغیب دیتے تھے اور بذات خود شرکت فرماتے اور اپنی شرح بخاری کے مسودہ کو ساتھ لے جاتے اور برکت کیلئے حلقہ کے بیچ میں رکھ دیتے (الطبقات للشعرانی،تحقیق عبدالرحمٰن حسن محمود) اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ جیسے علامہ قسطلانی مجالس درود شریف کے انعقاد کے پشت پناہ تھے اسی طرح سیدی و مرشدی حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلق حضرت مولانا الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ متعدد مواقع میں فرمایا کرتے تھے آپ نہ ہوں تو یہ علماء تبلیغ کو

چلنے نہ دیں۔اس کے بعد تو مجالس درود کا انعقاد مصر سے نکل کر سارے عرب میں پھیل گیا شیخ شونی ؒ نے شیخ کبیر احمد بدوی کی خانقاہ میں احیاء لیلۃ جمعہ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ان مجالس میں ہر جگہ شرکاء اپنے طور پر درود شریف پڑھتے رہتے اور علامہ شونی کا مرتب فرمودہ مجموعہ درود مصباح الظلام بھی پڑھا جاتا۔

شیخ نورالدین کے شاگرد شہاب الدین بلقینی نے اس کی شرح بھی تصنیف فرمائی اور شیخ نور الدین کے شاگرد رشید شیخ عبدالوہاب شعرانی نے اپنے اذکار کی کتاب میں اسے شامل فرمایا ہے جواوراد الطریقۃ العالیہ السعدیہ میں معمولی سی ترمیم کے ساتھ موجود ہے۔اس میں علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نورالدین شونی ؒ نے مصر، اس کے تمام دیہات، یمن، قدس، شام، مکہ، مدینہ میں درود شریف کی مجالس کے انعقاد کا سلسلہ پھیلایا تھا اور وہ خود جامع ازہر کی مجلس صلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت فرماتے تھے۔

شیخ احمد بدوی کا مقولہ علامہ شعرانی نے نقل کیا ہے کہ اس وقت میری عمر ایک سو گیارہ (۱۱۱) برس ہے اور میں ۹۶۳ھ میں جب حج کے بعد مدینہ منورہ مسجد نبوی میں پہنچا تو ریاض الجنہ میں ہمارے شیخ کے شاگرد شیخ عبداللہ یمنی کو اس مجلس کا انعقاد فرماتے ہوئے میں نے دیکھا اور میں اس مجلس درود شریف میں شریک ہوا (ماخوذ مصباح الظلام۔تالیف حضرت مولانا یوسف متالا دامت برکاتہم)

فہرست مضامین

عصر حاضر میں مجالس ذکر و درود شریف کی ضرورت و اہمیت اور حضرت صوفی صاحبؒ کا تجدیدی کارنامہ

دور حاضر میں مادہ پرستی کا غلبہ اور غفلت کا دور دورہ ہے، اندھیری رات کی طرح فتنے چھا رہے ہیں، یہ فتنے نہ صرف اعمال اور اخلاق کو خراب کر رہے ہیں بلکہ ان کی وجہ سے عقائد میں تزلزل اور الحاد و زندقہ پھیلتا جارہا ہے۔ اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل نہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے خلاف شکوک و شبہات اور ایمان کو خراب کرنے والے مفسد خیالات عام ہو رہے ہیں جن کے نتیجے میں بہت سے مسلمان جو مردم شماری میں مسلمان ہیں مگر ان کے دل اسلام کے احکام کے منکر اور اسلام کی تعلیمات سے باغی ہیں۔ بالعموم یہ بغاوت اور ارتداد خفی رہتا ہے اور کبھی کبھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے اور دین کے صریح احکامات کے استہزاء و استخفاف اور انکار تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے (اعاذنا اللہ منہ، تحریر مولانا محمد سہیل زید مجدہم) جس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حقی تعلق ہونا چاہئے تھا وہ نہ رہا، ایمان سرسری اور کمزور ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو اسلامی لٹریچر میں صرف ایک لیڈر، عظیم شخصیت، ریفارمر اور بہترین قائد کی حیثیت سے متعارف کرایا جارہا ہے مگر آپ کا بحیثیت قیامت تک کے لیے نبی و رسول ہونا اور آپ کی ذات اقدس سے محبت و عظمت کا جذباتی تعلق ہونا جس پر رسالت کے احکام اور آخرت کی اصلی و دائمی زندگی کی کامیابی کا مدار ہے اور یہ محبت و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرب الٰہی کا اہم ترین ذریعہ ہے اس کو

بالکل فراموش ہی نہیں کیا جارہا بلکہ مختلف انداز وتعبیرات سے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ گویا یہ باتیں اسلامی اصول کے خلاف اور نعوذ باللہ شرک و بدعت ہیں، دشمن اسلام جدید ایجادات اور مادی وسائل کے ذریعہ نہ صرف اسلام کے خلاف بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر حملے کررہے ہیں ان حالات میں فتنہ ارتداد خفی کی سرکوبی کیلئے خانقاہی جدوجہد کے علاوہ دوسرا حل حضرت والا کے نزدیک وہ تھا جس کا اشارہ اکابر کی تحریر میں موجود ہے۔ ذیل میں نمونے کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔

کثرت درود شریف کے بارے میں اکابرین کے اقوال

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ اپنی عظیم الشان کتاب نشر الطیب کے مقدمے میں فتن ظاہرہ و باطنہ کے علاج میں درود شریف کی کثرت کا ذکر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''چنانچہ اسی وجہ سے احقر آج کل درود شریف کی کثرت کو اور وظائف پر ترجیح دیتا ہے اور اس کو اطمینان کے ساتھ مقاصد دارین کیلئے زیادہ نافع سمجھتا ہے''۔

نیز قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اپنے مکتوب برائے اشاعت چہل حدیث میں فرماتے ہیں:

''درود شریف کے پڑھنے سننے اور پھیلانے میں دونوں جہاں کی خیر و صلاح مضمر ہے اور قرب الٰہی یقینی ہے یہ سیاہ کار ہمیشہ اپنے دوستوں سے عرض کرتا رہتا ہے کہ دل سے ہمیشہ موت کو یاد رکھو اور زبان سے جتنا ہو سکے درود شریف پڑھتے رہو''۔

حضرت شیخؒ کی تالیف مبارکہ فضائل درود شریف میں اقلیشیؒ کا یہ قول بھی حضرت صوفی صاحبؒ کے پیش نظر تھا ''کونسا وسیلہ زیادہ شفاعت والا ہوسکتا ہے اور کون سا عمل زیادہ نفع والا ہوسکتا ہے اس ذات اقدس پر درود کے مقابلہ میں جس پر اللہ جل شانہٗ درود بھیجتے ہیں اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اللہ جل شانہ نے اس کو دنیا و آخرت میں اپنی قربت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے یہ بہت بڑا نور ہے اور ایسی تجارت ہے جس میں گھاٹا نہیں۔ یہ اولیاء کرام کا صبح و شام کا مستقل معمول رہا ہے پس جہاں تک

ہو سکے درود شریف پر جمار ہا کر۔اس سے اپنی گمراہی سے نکل آئے گا اور تیرے اعمال صاف ستھرے ہو جائیں گے، تیرا قلب منور ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ شانہ کی رضا حاصل ہو گی قیامت کے سخت ترین ودہشت ناک دن میں امن نصیب ہو گا"۔

حضرت مولانا حبیب اللہ مدنی دامت برکاتہم حضرت صوفی صاحبؒ کی تالیف العطور المجموعہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایسی مجالس کا قیام خصوصاً اس زمانہ کی ضروریات سے ہو جاتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ ہونا مطلوب شرعی ہے، محبت ہی اتباع سنت اور اخلاص کا سبب ہے۔دینی کاموں میں روح عشق ومحبت اور روحانیت سے آتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکمل التوحید ہیں اور آپ کی تعظیم وتوقیر ومحبت پر سارے دین اسلام کی بنیاد قائم ہے(مختصراً)

عصر حاضر کا اہم تقاضہ

درود شریف کے ان مہتم بالشان فضائل وثمرات کی بناء پر حضرت صوفی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی توجہ اس عمل کی طرف مبذول فرمائی، درود شریف کے ثمرات میں آپ کے نزدیک سب سے اہم ترین ثمرہ تربیت باطنی میں اس کا معاون ہونا، نور قلب کا ذریعہ بننا اور اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کا ذریعہ ہونا تھا۔اس پُر فتن دور میں قلوب کی اصلاح اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کو دلوں میں اجاگر کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے اور یہی فتنوں کا علاج اور ان سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور اس سلسلے میں درود شریف اپنے بیش بہا فضائل وثمرات کے ساتھ آسان اور لذیذ ترین عمل ہے۔سالک وغیر سالک، عوام وخواص سب ہی کیلئے نہایت مثمر ہے۔

اس بنا پر حضرت صوفی صاحبؒ نے اس کی اشاعت اور فروغ کیلئے اور اجتماعاً وانفراداً اس کی تکثیر کیلئے جدوجہد فرمائی اپنی متعدد تالیفات کے ذریعے اس کی غیر معمولی اہمیت کو واضح فرمایا اور عملاً اس کی کثرت کیلئے آپ نے مجالس کے قیام کی سعی بلیغ فرمائی جس کے نتیجے میں پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں مجالس ذکر ودرود شریف قائم ہیں ۔یہ مجالس مختلف مساجد مدارس مکاتب اور گھروں میں ہوتی ہیں

پاکستان کے علاوہ ہنداوردوسرے ممالک میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے اور ہر جگہ علماء کرام کی نگرانی رہتی ہے۔

مجالس ذکرودرودشریف کے اعمال

ان مجالس ذکر و درود شریف کو خانقاہی نظام کی ابتدائی عملی صورت کہنا بالکل درست ہے کیونکہ یہ مجالس خانقاہی نظام کے دونوں جزو ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔مجلس میں شرکت کرنے والے اپنے قلوب میں ایک ایمانی تحمی کیفیت،اعمال صالحہ کا جذبہ،دین کے ہر شعبے میں اتباع سنت کا ذوق وشوق،بدعات سے نفرت،اپنی اصلاح کی فکر اور گناہوں پر ندامت وشرمندگی کے جذبات لے کر لوٹتے ہیں۔

الحمدللہ حضرت صوفی صاحبؒ کی اس کام میں عملی سبقت اور آپؒ کی ترغیب وتنشیط کے بعد حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے بہت سے خلفاء کرام ہند و پاک و دیگر ممالک میں اس کام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے اپنی مجالس میں درودشریف کی کثرت کا معمول بنایا۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہیؒ کی مجالس میں بھی درودشریف کی کثرت کا اہتمام شروع ہوا۔ان مجالس میں درودشریف کا مقبول وظیفہ "چالیس درودوسلام" (جو مستقل احادیث بھی ہیں) بھی پڑھی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس مقبول وظیفہ کے کتابچے کو مقبولیت سے نوازا اور کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا اور عوام وخواص نے روزانہ کے معمولات میں شامل فرمایا۔

اسی طرز پر حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے "ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول" جوکہ علامہ محمد ہاشم سندھیؒ کے جمع کردہ درود وسلام کے منتشر صیغوں کو حزب الاعظم کی ترتیب سے جمع فرمادیا ہے۔اسی طرح حضرت مولانا یوسف متالا دامت برکاتہم نے ہدیۂ حرمین تالیف فرمائی جس میں اسماء الٰہیہ کے ہم وزن درودوسلام کے صیغے اور بعض اکابرین امت کے جمع فرمودہ درودشریف کو شائع کیا ہے جو قابل دید وقابل عمل ہے اسی طرح اور دوسرے اکابر علماء نے درودسلام کے صیغے شائع کروائے ہیں۔درود شریف کی عملی ترغیب کیلئے بہت سے علماء کرام،مفتیان عظام اور دیگر سلاسل کے مشائخ اس کام کی طرف

متوجہ ہوئے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم حق ہے بلکہ ایسا حق ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر حقوق اتباع، محبت وادب اور تعظیم وغیرہ کی ادائیگی کا ذریعہ ہے۔ پاکستان میں سہ روزہ اجتماعات اور حجاز مقدس ودیگر ممالک میں مجالس ذکر ودرود شریف کی کثرت کی جاتی ہے۔ بلاشبہ یہ حضرت صوفی صاحبؒ کا تجدیدی کارنامہ ہے کہ آپ نے خانقاہی نظام کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ ہزاروں افراد کو ایسی محنت کی طرف متوجہ فرمایا جو عوام کیلئے ہدایت اور سالکین وذاکرین کیلئے ترقی درجات کا ذریعہ ہے "ونفعنا اللہ بہ وجمیع المسلمین" (آمین)

حضرت صوفی صاحبؒ کی تالیفی خدمات

حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنے شیخ نوراللہ مرقدہ کی وصیت ومنشاء کے مطابق خانقاہی نظام کے احیاء کیلئے سعی بلیغ فرمائی۔آپ نے جسمانی عوارض کے باوجود پاکستان کے مختلف شہروں میں رمضان المبارک خانقاہی چلے کے طور پر گذارا، جگہ جگہ مجالس ذکر ودرود شریف قائم فرمائیں اور مستقل خانقاہوں کے قیام کیلئے جدوجہد فرمائی۔آپ کی مساعی جمیلہ کے بہت مبارک اثرات مرتب ہوئے ملک کے مختلف حصوں میں سینکڑوں لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور اپنی زندگیوں کا رخ تبدیل کیا ان میں علماء کرام کی اچھی تعداد بھی شامل ہے آپ کے متوسلین نے کئی مقامات پر رمضان المبارک خانقاہی چلے کے طور پر گذارنے کا اہتمام شروع کر دیا جیسا کہ گذشتہ اوراق میں تفصیل گذری۔اسی طرح حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں حضرت صوفی صاحبؒ سے کئی رسائل لکھوائے اور بعض رسائل حضرتؒ نے (حضرت شیخ کے حالات وصفات پر ہونے کی بناپر) حضرت شیخ الحدیثؒ کی اجازت کے بغیر بھی تحریر فرمائے جس کی تفصیل اور حضرت شیخؒ اور دوسرے اکابرین کی تائید درج ذیل ہے۔جملہ کتب ورسائل جو حضرت شیخؒ کی حیات مبارکہ میں اور وفات کے بعد تحریر فرمائے ان کی تعداد تقریباً (۶۰) ساٹھ ہے ان رسائل وکتب کے بارے میں بھی ہمیشہ حضرتؒ نے اپنی نفی اور حقیقی تواضع کا اظہار فرمایا۔ایک مجلس میں فرمایا مجھے خیال آیا کہ یہ کتابیں میری ہیں اس خیال پر میں نے توبہ کی درحقیقت یہ تو حضرت شیخؒ کے رسائل ہیں، میں نے تو ترتیب دیئے ہیں۔ایک اور مجلس میں فرمایا مجھے تو ان رسائل کو پڑھنا بھی نہیں آتا۔علالت کے آخری ایام میں حضرت شیخ الحدیث نوراللہ

مرقدہ نے اپنے متعلقین سے فرداً فرداً پوچھا تم کیا کر رہے ہو حضرت صوفی صاحبؒ نے جواباً فرمایا میں خالی بیٹھا ہوں حضرت شیخؒ نے فرمایا ''صوفی جی تم خالی بیٹھنے والے نہیں ہو، تم لکھو تمہارا لکھنا مجھے پسند ہے'' چنانچہ حضرت صوفی صاحبؒ نے حضرت شیخؒ کے وصال کے بعد رسالہ اسی عنوان سے تحریر فرمایا۔ جس طرح حضرت صوفی صاحبؒ نے دین کے اس اہم شعبہ پر پورے آداب وشرائط کے ساتھ عمل فرمایا اور فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول ﷺ اور فنا فی اللہ کا عملی نمونہ سالکین کیلئے پیش کیا۔ ہمارے اکابرین حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت رائپوریؒ اور آخر میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے مشائخ سے جس طرح استفادہ حاصل کیا اسی طرح حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنے مربی وشیخ کے ساتھ فرمایا جس کی ایک جھلک حضرت مولانا سید شاہد سہارنپوری نواسہ وخلیفہ حضرت شیخؒ کے مضمون ''حرف اقبال'' میں نظر آتی ہے۔ اسی طرح حضرتؒ نے اکابرین امت کی مشہور ومعروف کتب امداد السلوک، اکمال الشیم، صراط مستقیم وارشاد الطالبین کے مضامین آسان عام فہم زبان میں مرتب فرمائے حضرت کی کتب کا تعارف اور اکابرین امت کے تاثرات مرد با صفا تالیف حضرت مولانا محمد سہیل صاحب دامت برکاتہم سے (کچھ اضافے کے ساتھ) نقل کئے جاتے ہیں۔ جن میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے ارشادات جو بعض کتب سے متعلق ہیں شامل ہیں۔

تعارف کتب از کتاب ''مرد با صفا''

محبت

تصوف (خانقاہی نظام) کی دعوت وترغیب پر عظیم الشان کتاب ہے، جس میں تصوف وسلوک کا اصلی مقصود ''محبت باری تعالیٰ'' ہونا، انسانی محبت سے اسکا تقابل، محبوب حقیقی کی طرف سے محبت کی دعوت اور پھر عشقِ حقیقی کے ثمرات، نہایت دلچسپ انداز میں بیان فرمانے کے بعد، زمرۂ عشاق میں داخل ہونے کا طریقہ یعنی طریقۂ سلوک بیان فرمایا ہے۔ یہ کتاب، مردہ قلوب کو جگا کر عشق ومحبت کے حصول پر آمادہ کرتی

ہے۔اس کتاب سے متعلق قطب الاقطاب، جامع شریعت وطریقت، حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کاارشادگرامی بعینہٖ درج کیاجاتا ہے:

باسمہٖ سبحانہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم۔امابعد!اس ناکارہ نے صوفی اقبال صاحب کارسالہ سنا،ماشاء اللہ تعالیٰ بہت اونچے مضامین کو بہت آسان طریقے سے سمجھایا ہے۔باتیں تو بہت اہم اور کارآمد ہیں بشرطے کہ لوگوں کواس پرعمل کی توفیق ہواوراللہ جل شانہ سے محبت کاذریعہ بنے۔اس ناکارہ کے متعلق جواس رسالے میں لکھاوہ پسندنہیں آیا،اس کوحذف کردیں تواچھا ہے۔اللہ تعالیٰ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کواپنی ذات عالی کے ساتھ عشق حقیقی نصیب فرمائے اوراپنے حبیب پاک ﷺ کی سچی محبت اور اتباع نصیب فرمائے۔

فقط حضرت شیخ الحدیث صاحب (قدس سرہ)
بقلم حبیب اللہ۔۲۶ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

تین اصلاحی کتب

اپنی تمام کتابوں میں تین کتابیں آپؒ نے اصلاح کے لئے منتخب فرمائیں۔جوسالکین،ذاکرین کے لیےاصلاح میں معین ہوتی ہیں۔

ا۔ام الامراض ۲۔فیض شیخ ۳:اکابرکاسلوک واحسان

تینوں کتابوں میں اصلاحی مضامین کونہایت گہرائی سے اخذکرنے کے بعدآسان انداز میں بیان فرمایاہے۔

ام الامراض

ام الامراض میں تکبر کی مذمت،اسکی علامات اور اسکاعلاج نہایت مؤثر انداز میں ذکر کیاگیاہے۔اس رسالے کے شرف کے لیے یہ کافی ہے کہ یہ بارہا حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی

رمضان وغیر رمضان کی مجالس میں سنایا گیا ہے۔(حضرت شیخؒ نے بہت پسند فرمایا اور خود طباعت کروایا)

فیض شیخ

اس رسالے میں فیض شیخ کی حقیقت ،اسکے حصول کا طریقہ اور شیخ سے تعلق وارادت کی اہمیت اسکی حفاظت کی ضرورت اور آداب کے ساتھ صحبتِ شیخ کی اہمیت خصوصاً توحیدِ مطلب کا بنیادی رکن ہونا مدلل انداز میں بیان فرمایا ہے۔

اکابر کا سلوک واحسان

اس میں تصوف کی حقیقت اور اسکا ماخذ،اس سلسلے میں اکابر کے ارشادات،سلوک کے موانع اور آداب مریدین تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعے سے تصوف سے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے اور سالکین کو آداب سے واقفیت ہونے کے بعد عمل کرنا اور حصول مطلوب آسان ہوجاتا ہے۔اس کتاب پر حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا مقدمہ(جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے) کتاب کی افادیت کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔(یہ کتاب حضرت شیخ الحدیثؒ نے دوسری بار خود طبع کراوئی)

محبت کا سودا

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں راہ محبت یعنی تصوف کی دعوت اور اس راہ محبت کے حصول میں قربانی دینا اور خانقاہی چلہ کرنے کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے اور اولیاء اللہ کا وہ کشف جو ولایت کے لیے ضروری ہے اور دل میں نور پیدا ہونے کی علامات اور اس کے نتائج عمدہ اسلوب کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

ذکر اللہ سے متعلق تالیفات

چوں کہ آپ کے نزدیک تصوف اور خانقاہی مقاصد کے حصول میں دو چیزیں سب سے اہم تھیں ۱: صحبت اہل اللہ۔ ۲: ذکر اللہ

مذکورہ بالا کتب میں غالب مضامین پہلے جزو سے متعلق تھے۔اس لیے دوسرے جزو ''ذکراللہ'' کے فضائل اور سلوک وتربیت میں اس کی برقی تاثیر اور مجالس ذکر کی افادیت کو مستقل کتابوں میں تحریر فرمایا۔وہ کتابیں یہ ہیں: مقالۃ القلوب، مجالس ذکر، ابتدائی اذکار واشغال، شجرۂ نقشبندیہ مع طریقۂ ذکر۔ان کتابوں میں مختلف طبائع کی مناسبت سے، ذکراللہ کے مختلف طریقے (جو سلاسل میں رائج رہے ہیں) بیان فرمائے ہیں۔پھر وہ اوراد واشغال (جو قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ اپنے منتسبین کے لیے تجویز فرماتے تھے) بیان فرمادیے ہیں۔نیز تصوف سے متعلق جو اشکالات عموماً کیے جاتے ہیں،ان کے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔رسالہ ابتدائی اذکار واشغال سے متعلق حضرت شیخ الحدیثؒ تحریر فرماتے ہیں:

''بہت ہی مناسب ہے، بہت ہی جی خوش ہوا،اللہ تعالیٰ دونوں (مرتب اور ناشر بھائی یحییٰ صاحب) کو اپنے فضل وکرم سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔میں نے خود بھی اس کو سن لیا بہت مناسب ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تمتع (فائدہ اٹھانے) کی توفیق عطا فرمائے میں اپنے دوستوں کو خاص طور سے اس کتاب کو مطالعہ میں رکھنے کی تاکید کرتا ہوں اور جن لوگوں کو اس کتاب کے متعلق معلوم نہ ہوان کو پتہ بتادیا جائے۔۳۰دسمبر ۸۰ء

ذکرواعتکاف کی اہمیت

یہ تین رسائل کا مجموعہ جو دعوت وتبلیغ میں ذکراللہ اور اعتکاف کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے مجدد تبلیغ،حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کے ارشادات کا آئینہ دار ہے۔رسالہ ہٰذا،حضرت صوفی صاحبؒ نے اپنے مرشدِ روحانی اور تبلیغ کے عظیم سرپرست حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی تعمیل ارشاد میں مرتب فرمایا اور پھر حضرت شیخؒ نے خود ہی اپنے خرچ پر اس کو طبع کروایا۔

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے حالات پر چند تالیفات

یہ اعزاز بھی آپؒ کے حصے میں آیا کہ اپنے مرشد روحانی ،امام العصر، برکۃ الدہر قطب

الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے حالات پر ابتداءً آپؒ ہی نے کتابیں تالیف فرمائیں، پھر انھی کتابوں کی روشنی میں دیگر حضرات نے سوانح مرتب فرمائیں۔اس موضوع پر آپؒ کی چار کتابیں ہیں:

۱۔چند عبرت آموز واقعات

اس میں حضرت شیخ الحدیثؒ کا مزاج (خصوصاً معاملات میں) واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۲۔محبوب العارفین

یہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے حالات پر مختصر اور جامع تحریر ہے۔
جس میں حضرت شیخؒ سے عارفین وقت،اولیائے کاملین کی محبتیں اور ان کا آپؒ سے خصوصی تعلق بیان فرمایا ہے۔گویا حضرت شیخؒ کے حالات کا اہم پہلو اور جوہر کی وضاحت فرمائی ہے۔

۳۔بہجۃ القلوب

اس میں حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے متعلق،سرکار دوعالم ﷺ کی طرف سے چالیس مبشرات بیان فرمائے ہیں،جو مختلف حضرات کے رویائے صالحہ یا مکاشفات میں عطا کیے گئے تھے۔

۴:حضرت شیخؒ کا اتباعِ سنت اور عشقِ رسول ﷺ

اس کتاب میں حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کا سنتوں پر عمل،خصوصاً ایسی سنتیں جو عادات مبارکہ سے متعلق ہیں اور ان پر عمل عموماً مشکل ہوتا ہے۔ان پر حضرت شیخؒ کے عاشقانہ عمل اور اہتمام کو بیان فرمایا ہے۔یہ کتاب،سنت کے دل دادہ حضرات کے لیے بہترین نمونہ ہے اور مدعیانِ عشق کے لیے قابل عبرت اور سبق آموز ہے۔

۵۔اکابر کا تقویٰ

یہ حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ کی عظیم الشان تالیف ہے،جس میں اکابر دیوبند کے

تقویٰ وتواضع سے متعلق ایک سو چودہ وقیع واقعات درج ہیں۔اس کتاب کے افتتاح میں حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ نے چند کلمات تحریر فرما کر باقی کام، حضرت صوفی صاحبؒ کے حوالے فرمادیا تھا۔حضرت شیخؒ (مختصر تمہید کے بعد) فرماتے ہیں:

اس سال (رمضان المبارک، ۱۳۹۷ھ میں سہارن پور میں) بار بار یہ خیال آتا رہا کہ اکابر کے کچھ واقعات، تواضع اور تقویٰ کے یکجا جمع کراؤں۔اگر چہ ان میں سے اکثر واقعات میرے مختلف رسالوں میں بھی آ بھی چکے ہیں۔مگر میرا خیال ہوا کہ ان کو یکجا جمع کرا کر ان پر مزید واقعات کا اضافہ کراؤں، کہ اکابر کے قصوں کو جتنا میں نے موثر پایا، دوسری چیزوں کو نہیں پاتا۔۔چوں کہ یہ ناکارہ تو کئی سال سے بالکل ہی معذور ہوگیا۔خط وکتابت تو درکنار چند ماہ سے تو بولنا بھی دشوار ہوگیا۔دیر تک مصافحہ کرنے سے بھی چکر آجاتا ہے۔اس لیے اپنی اس خواہش اور تمنا کو اپنے مشفق دوست صوفی محمد اقبال صاحب ہشیار پوری، ثم المدنی سے (جوان جذبات میں میرے بہت قریب ہیں) درخواست کی کہ میرے رسالوں میں سے چن چن کر اور ان کے مناسب دوسری کتابوں میں سے، میرے اکابر کے حالات (تواضع اور تقویٰ کے) یکجا جمع کردیں۔ میں زندہ رہا تو خود چھپواؤں گا۔ورنہ ان کو اور اپنے خصوصی احباب کو وصیت کرتا ہوں کہ اس رسالے کو دو چار ہزار چھپوا کر، مجھے ایصال ثواب کردیں۔اور آج ۲۸ ذیقعدہ، ۱۳۹۷ھ، بمطابق ۹؍نومبر ۱۹۷۷ء کو مسجد نبوی ﷺ میں یہ سطور لکھوا کر صوفی صاحب کے حوالے کرتا ہوں کہ آئندہ اس کی تکمیل وہ فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے کہ وہ بھی عرصے سے بیماری میں میرے قریب قریب ہی چل رہے ہیں۔مگر چوں کہ اس جذبے میں بھی میرے ساتھ ہیں اس لیے ان کے سپرد کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان سے اس کی تکمیل کرائے اور ان کے لیے اس کو صدقۂ جاریہ بنائے۔آمین

فقط حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم

بقلم، حبیب اللہ۔۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ مدینہ منورہ

نوٹ: یہ کتاب بھی حضرت شیخ الحدیثؒ نے کئی بار خود طباعت کروائی۔

تالیفات کی دوسری نوع

جیسا کہ گذشتہ باب میں عرض کیا گیا کہ حضرت والا کے نزدیک فتنۂ ارتدادِ خفی اور دیگر فتنوں کا دوسرا علاج، اکابر کی تحقیقات کی روشنی میں یہ تھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبت وعظمت، ادب واحترام، توقیر وتعظیم کو دلوں میں اجاگر کیا جائے اور اس سلسلے میں درود شریف کو ایک خاص شرف اور امتیاز حاصل ہے، لہٰذا آپؒ نے اس مقصد کے لیے عملی جدوجہد کے ساتھ ساتھ بہت سی تالیفات بھی فرمائیں۔ آپؒ کی اس سلسلے کی تالیفات دو اقسام پر مشتمل ہیں۔

ا: بعض وہ ہیں جو درود شریف کی ترغیب پر ہیں۔ ۲: وہ کتابیں ہیں جو درود شریف کے مہتم بالشان ثمرہ، رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت وادب کے بارے میں ہیں۔ پہلی قسم کی تالیفات حسب ذیل ہیں۔

ا: حقوق خاتم النبیین ﷺ میں درود شریف کا مقام۔ ۲: تحفۂ عشاق۔ ۳: محبت ہی محبت۔ ۴: ربیع القلوب۔ ۵: شفاء الاسقام۔ ۶: درود وسلام کا مقبول وظیفہ۔ ۷: ترجمہ جلاء الافہام (باب رابع)

یہاں ہم افادۂ ناظرین کے لیے ان کتابوں کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

حقوق خاتم النبیین ﷺ میں درود شریف کا مقام

یہ ایک نہایت دلچسپ اور روح پرور کتاب ہے، جس میں درود شریف کا حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ہونا واضح فرمایا ہے، پھر حقوق سید العباد ﷺ کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور آپ ﷺ کے حقوق میں درود شریف کی ایک امتیازی فضیلت کی طرف خصوصیت سے نشاندہی فرمائی ہے وہ یہ کہ درود شریف ایسا حق ہے جو آپ ﷺ کے دیگر حقوق کی ادائیگی کا ذریعہ بنتا ہے۔

آپ ﷺ پر ایمان کے بعد آپؐ کے اعظم حقوق، محبت واتباع، تعظیم وتوقیر وغیرہ، جو سب ایمان کے لیے لازم ہیں، درود شریف ان حقوق کی ادائیگی کا ذریعہ ہے۔ پھر درود شریف کا کائناتِ ارضی وسماوی میں حضورِ پاک ﷺ کی محبوبیت اور رفعتِ شان کا مظہر ہونا بیان فرمایا ہے۔ اسی ذیل میں

تحریر فرماتے ہیں:

اس آیت (ان اللّٰہ وملئکتہ ....الخ) کی تفسیر میں حضرت ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں پر ظاہر کیا ہے کہ انکے نزدیک اپنے پیارے حبیب ﷺ کا کیا رتبہ ہے؟ اور کیا شان ہے کہ اللہ جل شانہ اور ملائکہ مقربین، ملأ اعلیٰ میں آپ ﷺ کی ثنا کرتے ہیں اور پھر ملأ سفلیٰ میں اسی درود کا حکم فرمادیا تاکہ عالمِ علوی سے عالمِ سفلیٰ تک ہر جگہ، آپ ﷺ کی تعریف اور ثناء سے گونج اٹھے اور زمین وآسمان کے درمیان ساری فضا محبوبیت اور رفعتِ شان محبوب ﷺ سے معطر اور منور ہو جائے۔ شاید اسی لیے ایک بزرگ نے آپؒ کی یہ کتاب دیکھ کر کہا تھا:

فن میں نہ معجزہ نہ کرامات چاہیے
دل کو لگے بس ایسی کوئی بات چاہیے

محبت ہی محبت

یہ درود شریف کی ترغیب میں نہایت عمدہ کتاب ہے، جس میں پہلے احادیث مبارکہ کی روشنی میں نور محمدی ﷺ کا اول الخلق ہونا، پھر سرکار دوعالم ﷺ کا وجہِ تخلیق کائنات ہونا، مدلل بیان فرمایا ہے، پھر دوطرفہ محبت، یعنی حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور دوسری جہت، یعنی حضور اکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس محبت میں یکتا ہونا بیان فرمایا ہے۔ پھر پہلی جہت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا اس محبت کے اظہار میں درود شریف کا حکم فرمانا اور دوسری جہت، یعنی حضور ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا درود شریف سے تعلق، اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''حضور پاک ﷺ نے درود پاک کی تاکید اور فضائل بیان فرمائے ہیں اور اس پر بشارتوں اور خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور کمی پر ناراضگی اور وعیدیں سنائی ہیں۔ اس کی وجہ بھی محبت کی دوسری جہت ہے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کا، اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت''۔

پھر ان بشارتوں اور وعیدوں کا مختصر تذکرہ فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

''رحمۃ اللعالمین ﷺ کی طرف سے مذکورہ بشارتوں پر خوشی اور درود شریف میں سستی کرنے

والے امتیوں پر ناراضگی کا سبب اللہ تعالیٰ کا عشق ہے کہ محبوب سے جو چیز بھی متعلق ہو عاشق کو اس سے محبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جس کو عیال اللہ کہا گیا ہے، اس کی بہتری، نفع، اور ہدایت، خود اللہ پاک کو بھی محبوب ہے اور اس کے حبیب ﷺ کو بھی محبوب ہے.........لہٰذا جس عمل میں مخلوق کا بے حد فائدہ ہو، اللہ کی بے حد رضا اور خوشنودی ہو تو اللہ کی محبت کی وجہ سے اسکی تاکید فرمانا ضروری ہوا۔ اور وہ عمل درود شریف ہے۔

پھر کثرت درود شریف پر حبیب خدا ﷺ کی رضا و خوشنودی اور دعاؤں کا ایک اور سبب ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''یہ ایک لطیف نکتہ ہے جو مرتب رسالہ پر ایک انعام باری تعالیٰ ہے (وللہ الحمد ولا فخر) کہ درود شریف میں حضور اکرم ﷺ کی طرف سے تاکیدی ارشادات اور انتہائی رضا مندی و خوشنودی کے اظہار کی وجہ بھی حضور اکرم ﷺ کا، اپنے رب کریم سے عشق و محبت ہی ہے۔ کیوں کہ عشق و محبت کا تقاضہ زیادہ سے زیادہ رضا اور قرب کی زیادتی ہے۔ اور محبوب حقیقی کی رضا اور قرب و رحمت، اسکی لامحدود صفات ہیں۔ اس لیے جتنی بھی حاصل ہو جائے، مزید کی طلب ہوتی ہے اور اس طلب میں جو بھی کوئی امتی اپنے محسن اعظم ﷺ کے احسان مندی کے اظہار میں اور محبت کے تقاضے میں آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی آل و اولاد کے لیے، اس قرب و رضا مندی اور رحمت خاصہ کی (جو کہ درود شریف کا حاصل ہے) دعا کرتا ہے تو خلق عظیم کے تقاضے کی بناء پر آپ ﷺ درود پڑھنے والے سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اس کے لیے دعا و استغفار فرماتے ہیں''۔

اور ہماری دعا (یعنی درود) اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے احتیاج کی وجہ سے نہیں کیوں کہ اللہ کریم تو خود ہی اپنے حبیب ﷺ پر مسلسل رحمتیں بھیج ہی رہا ہے لیکن اسکی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور محبت ہے کہ اس مستجاب درخواست پر، یعنی درود پر، جو مزید رحمتیں نازل فرمائے۔ وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دی جائیں، گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ یہ ایسا ہے کہ جب کوئی حقیر مسکین اپنے کسی محسن اور سخی کی تعریف کرتا ہے، اس کو دعا دیتا ہے تو اگر چہ اس حقیر

فقیر کی تعریف اور دعا کی کوئی حیثیت نہ ہو پھر بھی وہ محسن یہ دعائیں سن کر خوش ہوتا ہے۔ اور یہاں تو چوں کہ یہ درود مستجاب ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ، حضور اکرم ﷺ کے درجات مزید بلند کرتے ہیں، مزید رحمتیں نازل کرتے ہیں اور محبت کی وجہ سے کرم بالائے کرم یہ کہ اس کو بندوں کی طرف منسوب فرما دیتے ہیں۔ گویا ہم نے ہدیہ پیش کیا ہے۔ اس لیے درود بھیجنے والے سے حضور ﷺ کا خوش ہونا ظاہر ہے۔''

یہ وہ قیمتی جواہر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے جوار میں رہنے والے عاشق برحق پر الہام فرمائے ہیں، جن کا مکمل مطالعہ ہی ناظرین کو حقیقی معنیٰ میں محظوظ کر سکتا ہے اور پھر زبان و دل پکار اٹھتے ہیں کہ درود شریف ''محبت ہی محبت'' ہے۔

تحفۂ عشاق

یہ ایک مختصر کتاب ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ کے خصائل مبارکہ ذکر فرما کر درود شریف اور مجالس درود شریف کی ضرورت و اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ پھر اہل محبت، عشاق حضرات کا درود و سلام کے مختلف صیغے مرتب فرمانے کی وجوہات تحریر فرمائی ہیں۔ چنانچہ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''پہلی وجہ تو یہ ہے کہ عقیدت، محبت اور عشق کا تقاضا ہے کہ متنوع اور اچھوتے الفاظ سے درود پاک کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ماں اگر اپنے بیٹے سے یوں کہے ''تو میرا بیٹا ہے۔'' تو اس میں بھی اظہار محبت ہے۔ لیکن محبت کے جذبے سے سرشار، ماں کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے بیٹے کو پیار کے مختلف ناموں سے نہ پکارے۔ وہ کہتی ہے۔ تو میرا چاند ہے، تو پھول ہے، تو ہیرا ہے، تو سونا ہے، تو دل ہے، تو جگر ہے، ۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر چہ یہ سب چیزیں بیٹے سے بہت ادنیٰ ہیں۔ اس لیے کہ ماں کے لیے بیٹے کے مقابلے میں کسی چیز کی اہمیت نہیں مگر پیار کی ترنگ میں ماں کو کچھ یوں ہی کہنے میں قرار آتا ہے۔ کچھ اس سے فزوں تر ان عشاق کے جذبات ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے درود شریف بھیجنے کے حکم کی روح پر در تعمیل میں اور پیارے نبی کریم ﷺ سے محبت کے اظہار میں، جو محبوب رب العالمین ہیں۔ اور آپ ﷺ کے احترام و اکرام اور تعظیم کے مناسب اور آپ ﷺ کے حقوق و احسانات کے عوض، بقدر آپ ﷺ کے

حسن وجمال وکمال (جنکا بیان انسان سے کماحقہ ممکن ہی نہیں) جہاں تک ان کے نطق کی رسائی ہواور جہاں تک ان کی فصاحت ان کے کیف واہتزاز کا ساتھ دے، مترنم، مترادف اور متنوع الفاظ کے گوہر آب دار، اس شاہِ خوباں پر نثار کرتے ہیں۔"

اس مضمون کی تشریح کے بعد عشاق کرام کو اس درود شریف کی عظمت وشان کی طرف متوجہ فرمایا ہے جو شاہِ محبوبانِ جہاں ﷺ کے شیریں دہن مبارک سے ادا ہوا ہے یعنی درود ابراہیمی۔ جس کی افضلیت تو ظاہر ہے ہی اس کا خصوصی اہتمام بھی عشاق کی شان کے مناسب ہے۔

ربیع القلوب

مختصر رسالہ ہے جس میں درود شریف کے، اللہ جل شانہ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہونے کی کیفیت اور اس کی جزا میں اللہ جل شانہ کی طرف سے دس رحمتوں کا نازل ہونا اور سرکار دو عالم ﷺ کی طرف سے دعا واستغفار فرمانے کا پر کیف منظر پیش کیا گیا ہے۔ نیز درود شریف کے ورد کا طریقہ، جس کا دھیان رکھنے سے درود پاک کا کیف بے حد بڑھ جاتا ہے، بیان فرمایا ہے۔

شفاء الاسقام اور مقبول وسیلہ

شفاء الاسقام چالیس درود وسلام کا مجموعہ ہے، جو حضرت والا نے خود مرتب فرمائے ہیں۔ یہ وہ درود ہیں جو قرآن پاک کی ان آیات اور احادیث مبارکہ پر مشتمل ہیں جن میں سرکار دو عالم ﷺ کے خصائل جلیلہ ومحاسن جمیلہ کا ذکر ہے۔ جن کا استحضار حضور پاک ﷺ کی محبت وتعظیم کی فراوانی کا سبب بنتا ہے۔ اسی رسالے کو کچھ اضافوں اور اردو میں عنوانات کے ساتھ مقبول وسیلہ کے نام سے طبع کیا گیا۔

مجالس درود شریف

اس کتاب میں مجالس درود شریف کی فضیلت، اہمیت، قرآن وحدیث کے دلائل سے اور اکابر کے کلام کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ نیز مجلس کے تمام اعمال کے جداجدا فضائل بھی مدلل انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

ترجمہ جلاء الافہام (باب رابع)

یہ امام ابن قیمؒ کی کتاب "جلاء الافہام" کے چوتھے باب کا ترجمہ ہے، جو حضرت والا نے مختصر تمہید کے ساتھ شائع فرمایا ہے۔اس کتاب میں درود وسلام سے حاصل ہونے والے ۳۹ فوائد وثمرات بیان فرمائے گئے ہیں اور یہ سب حضرت امام ابن قیمؒ نے نصوص قرآنیہ اور روایات صحیحہ سے اخذ فرمائے ہیں۔اس کتاب کے مطالعے سے درود پاک کے عظیم الشان فضائل وثمرات کا علم ہوکر، اس پر عمل کا غیر معمولی ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے۔

درود وسلام کا مقبول وظیفہ

اس کتابچے میں وہ چالیس درود وسلام لکھے گئے ہیں جو سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائے ہیں، جن کو حضرت تھانویؒ نے "زاد السعید" میں اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے فضائل درود شریف میں نقل فرمایا ہے۔اسی چہل حدیث کو حضرت صوفی صاحبؒ نے درود وسلام کے مختصر فضائل اور سرکار دو عالم ﷺ کے حلیۂ مبارکہ، نیز مدینہ منورہ کے آداب کے ساتھ، مختصر کتابچے کی صورت میں مرتب فرما کر شائع فرمایا ہے۔اس کتابچے کی مقبولیت کا اندازہ کرنا ہی مشکل ہے کیونکہ بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے اور بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔اب تک جن زبانوں میں ترجمہ، راقم الحروف کے علم میں ہے، وہ یہ ہیں:

فارسی، ترکی، بنگلا، گجراتی، فرانسیسی، انگریزی۔اس کتابچے کی برکت سے لاکھوں انسان اس مہتم بالشان عمل میں مشغول ہوکر اس کے ثمرات سے متمتع ہو رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت واتباع اور ادب وتعظیم سے متعلق تالیفات

اس سلسلے میں آپؒ نے مندرجہ ذیل کتابیں تالیف فرمائیں:

۱: آداب النبی ﷺ۔۲: تنویر الابصار۔۳: میان دو کریم۔۴: محبت ومحبوبیت۔۵: ایمان

بالرسول ﷺ کے لوازمات۔۶:العطور المجموعہ۔

آداب النبی ﷺ

یہ اپنے موضوع پر ایک منفرد اور بے نظیر کتاب ہے، جس میں سرکار دو عالم ﷺ کے آداب کی غیر معمولی عظمت، پھر وجوبی اور غیر وجوبی آداب کا فرق اور ان آداب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام کا عمل ذکر فرما کر وجوبی آداب کے ذیل میں حبیب خدا ﷺ کا دل دکھانے والی چند باتیں ذکر فرمائی ہیں۔ پھر فصلِ دوم میں آداب پر عمل پیرا ہونے کا طریقہ، محبت اور محبت والے اعمال کا بیان ہے۔ تیسری فصل میں گنہ گار و شرمسار حضرات کو رحمت الٰہیہ کی وسعت سے روشناس کرایا گیا ہے اور چوتھی فصل میں سچی محبت پیدا کرنے والے چند اعمال، جو مجالس ذکر و درود شریف میں کیے جاتے ہیں، ان کے فضائل و برکات بیان فرما کر ''ختام مسک'' میں درود ابراہیمی کی فضیلت اور اس کو پیش کرنے کے خاص طریقے کو (جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) بیان فرمایا ہے۔ یہ کتاب ۱۵۵ صفحات پر مشتمل ہے لیکن طوالت کے باوجود اس کے دلچسپ مضامین خود ہی استفادہ کرنے اور بہرہ مند ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔

میان دو کریم

یہ ایک وجد آفریں کتاب ہے جس میں رب کریم اللہ جل شانہ کا اپنی شان ربوبیت کے مطابق رؤف و رحیم ہونا اور رسول کریم ﷺ کا ان کی شان عبدیت کے مطابق رؤف و رحیم ہونا بیان فرمایا ہے۔ نیز عظمت والے بڑے گھر بیت اللہ اور محبت والے پیارے گھر بیت الرسول ﷺ کے مختصر فضائل اور زائر حرمین کی فضیلت اور مستقل مقیمین کی فضیلت درج فرمانے کے بعد حرمین شریفین کے آداب سے متعلق اپنا رسالہ آداب الحرمین شامل کتاب فرمادیا ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے حضرت مؤلفؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ ''آپ کا رسالہ پڑھ کر اپنی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔

ع جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

دوسرا مصرع (مرا با جانِ جاں ہم راز کردی) اس لیے نہیں لکھتا کہ میں اس لائق نہیں اور وہ میرا حال نہیں۔''

تنویر الابصار

اس کتاب میں محبت شرعیہ کا وجوب، محبت باطلہ کی مذمت نیز محبت بدعیہ کی اصلاح میں افراط وتفریط کی مذمت اور محبت واتباع محبوب ﷺ کا تلازم اور وجوب بیان کیا گیا ہے۔ مضمون کی شائستگی جاننے کے لئے ہم کتاب کی پانچوں فصلوں کے صرف عنوانات لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی فصل میں حضور پاک ﷺ کے کمالات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی قدر ومنزلت ورفعت شان کا بیان ہے۔ فصل دوم میں حضور ﷺ کے ذاتی حسن وجمال میں صحابہؓ کے اقوال۔ اور فصل سوم میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت پر شفقت کا بیان ہے۔ فصل چہارم میں حبیب ومحبوب ﷺ کی شان محبوبیت اور فصل پنجم میں تعظیم وتوقیر اور احترام وادب کا وجوب اور اس میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بیان فرمایا ہے۔ یہ کتاب حضرت مصنفؒ نے نہ جانے کس عشق میں ڈوب کر لکھی ہے کہ سخت دل انسان بھی اس کو پڑھ کر موم ہو جاتا ہے، بے قرار دل اشک بار آنکھوں کے ساتھ محبت واتباع پر مجبور ہو جاتا ہے۔

محبت ومحبوبیت

یہ بھی اتباع سنت کی ترغیب میں ہے لیکن اتباع سنت کے ساتھ محبت وتعظیم کے ضروری ہونے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ مختصر وضاحتوں اور فضائل کے بعد حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب کے رسالے ''گلزار سنت'' سے سنت کے افعال درج فرمائے ہیں اور بطور ضمیمہ بہشتی زیور (مؤلفہ حضرت تھانوی قدس سرہ) اور ''خصائل نبوی'' (مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ) سے بھی کچھ سنتوں کا اضافہ فرما دیا ہے۔

ایمان بالرسول ﷺ کے لوازمات

اس کتاب میں وہ آیات درج کی گئی ہیں جو اللہ جل شانہ نے اپنے کلام ازلی ابدی میں اپنے

حبیب ﷺ کی مدح وثناء میں اور مخلوقات پر آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے وجوب میں نازل فرمائی ہیں۔اس موضوع پر پچیس (۲۵) آیات (مع ترجمے اور مختصر تشریح کے) ذکرفرما کر حبّ رسول ﷺ اور تعظیم وتوقیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بیان فرمایا ہے۔اس کتاب کے متعلق حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ، حضرت والا کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''احقر نے جناب کا مرتبہ رسالہ پڑھا ہے،جس کا حجم اگرچہ تھوڑا ہے مگر معانی اور مطالب کے لیے بہت بڑا اور بہت ضروری ہے۔یہ مرض دن بہ دن بڑھ رہا ہے اور بے ادب محروم اس کا شکار ہو رہے ہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہٖ آپ جیسے امت کے ہمدرد حضرات کی توجہ سے سعادت مند اُدھر توجہ نہیں کرتے اور ان شاءاللہ ان کی یہ سعی مذموم کامیاب نہ ہوسکے گی۔باقی ''من یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔''

العطور المجموعه

یہ سیرت معطرہ پر نہایت عظیم الشان کتاب ہے جو مطبع بیروت سے نہایت دیدہ زیب چار سو صفحات پر شائع ہو چکی ہے۔اس کتاب کا اصل ماخذ حضرت تھانوی قدس سرہ کی نشر الطیب اور حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی خصائل نبوی اور مشائخ چشت ہیں۔اس کتاب پر چار مشائخ علماء(یعنی عارف باللہ حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ، حضرت مولانا پروفیسر اشرف سلیمانیؒ، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا حبیب اللہ مہاجر مدنی دامت برکاتہم) کی تقاریظ ہیں۔جو کتاب کی افادیت کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔حضرت مولانا اشرف سلیمانیؒ اپنی تقریظ میں رقمطراز ہیں:

''حضرت الشیخ قدس روحہ کے خلیفۂ خاص اور مسترشد بالاختصاص حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہم کسی تعارف کے محتاج نہیں،اپنے صوفیانہ مزاج اور بے نفسی میں اسلاف کی یادگار ہیں۔ انھوں نے ہر دو بزرگوں کی سیرت کے بارے میں علمی یادگاروں،نشر الطیب اور خصائل نبوی ﷺ کو اس طرح جمع فرمادیا کہ نشر الطیب کو بنیاد بنا کر اس میں خصائل نبوی ﷺ سے چیدہ چیدہ نقول ودیگر کتابوں سے اشعار،نعت وغیرہ کا اضافہ کردیا ہے۔مزید برآں اپنے شیخ مرشدنا حضرت مولانا زکریا قدس اللہ سرہ کے اتباع سیرت کے واقعات ،عجیب دل ستان،دل کش اور دلچسپ پیرائے میں نقل

کردیے ہیں۔ یہ واقعات اگر ایک طرف حضرت صوفی صاحب مدظلہم کی محبت شیخ پر دال ہیں تو دوسری طرف ہم جیسے بے ہمتوں اور ان لوگوں کے لیے (جو اپنی بے ہمتی سے "سنت" کے بہت سے "اعمال واقوال" کو یہ کہہ کر صرف نظر کر لیتے ہیں کہ یہ "نیا زمانہ" ہے اس دور میں ان "باتوں" کا چلن نہیں ہوسکتا) سرمۂ بینش، محرکِ عمل اور تازیانۂ عبرت و مہمیزِ عزیمت ہیں۔" زمانہ ہزار رنگ بدلے، عشق ومحبت کی راہ نہیں بدلا کرتی۔ حبِّ نبوی ﷺ، زمان ومکان کی مقید نہیں۔ اور حضور انور ﷺ کا طریقہ اور سنت آپ ﷺ کی ختم نبوت کی برکت سے تا قیام قیامت جاری وساری، قائم ودائم اور تروتازہ ہے۔

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی وشامی

اس لئے اس راہ کا ہر راہی بانگِ دہل پکارتا ہے۔

"لولاک لما" عنوان ترا ، فرمان خدا فرمان ترا
پیغام خدا فرمان ترا ، ایمانِ خدا ایمان ترا
ہے تیری محبت دین مرا اور دین ترا آئین مرا
ہرلفظ پہ تیرے یقین مرا، عرفان خدا عرفان ترا

حضرت صوفی صاحبؒ کی دیگر تالیفات

حضرت والا نے کتب مذکورہ کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم ان کتابوں کے تعارف وتبصرے کے بجائے صرف موضوع تالیف، ذکر کر کے اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

محبت کے اشارے

اس کتاب میں توبہ واستغفار کی فضیلت، روٹھے ہوئے خستہ خراب حالوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی طرف سے دعوت محبت کا بیان ہے۔

وطن اصلی کی محبت

آبائی اصلی وطن (آخرت) کی محبت اور اللہ کریم سے ملاقات کے شوق میں موت کی یاد اور اس کی تیاری کے اسباب اختیار کرنے کا بیان ہے۔

بیان العمدہ

حج وعمرے کی فضیلت اور آداب کی اہمیت، افعال حج کا نقشہ مع حکم، وزیارت مدینہ منورہ اور اس کے فضائل وآداب کا بیان ہے۔

انوار الصلوٰۃ کے پانچ سبق

جس میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی ایک تقریر دل پذیر کو آسان تشریح کے ساتھ سمجھایا گیا ہے، جس کی روشنی میں سالکین، خشوع وخضوع والی نماز پڑھ کر، اپنے باطنی مدارج میں بہت ترقی کر سکتے ہیں۔

فضائل النساء

اس رسالے میں دین دار عورتوں کی خوبیاں، تعریفیں ان کے متعلق بشارتیں، ان کے احترام اور اللہ کے حبیب ﷺ کے نزدیک ان کی رعایت اور لحاظ سے متعلق چالیس احادیث جمع کی گئی ہیں۔

فضائل لباس

اس رسالے میں عورتوں کے لیے لباس کی اصلاح، فیشنی لباس کی مذمت اور شرعی ومسنون لباس کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ رسالہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کی اہلیۂ محترمہؒ کی فرمائش پر تحریر فرمایا گیا ہے۔

مختصر الحزب الاعظم

جس کو تعمیل ارشاد حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ میں مرتب فرمایا۔ اس میں اصل الحزب

الاعظم سے صرف جامع مسنون اور مختصر دعاؤں کو منتخب کیا گیا ہے اور ہر دعا کے مقابل، وارد شدہ فضیلت لکھی گئی ہے، نیز اس میں مختلف احوال کی مسنون دعاؤں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ملاحت کدھر سے آئی

اس کتاب میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی عظمت اور ان کی مقبولیت ومحبوبیت کا راز اور ان کے وصال کا منظر بیان کیا گیا ہے۔

جھگڑا

اس کتاب میں دنیاوی امور اور دینی فروعی اختلافات میں جھگڑا کرنے کی مذمت میں چالیس حدیثیں ذکر کی گئی ہیں اور اس سلسلے میں اکابر کے اقوال بیان کیے گئے ہیں۔

حقیقۃ العلم

یہ امام حافظ ابن رجب حنبلیؒ کی کتاب ''فضل علم السلف علی الخلف'' کا ترجمہ وتلخیص ہے، جو کچھ ضروری اضافے اور تقدیم کے ساتھ شائع فرمایا ہے۔ آخر میں مؤلف اور مترجم حضرات کے مختصر حالات بھی ناشر کی طرف سے درج کئے گئے ہیں۔

سہاگ رات

اس کتاب میں دنیاوی زندگی کی سہاگ رات سے متعلق ہدایات کے ساتھ ساتھ آخرت کی پہلی منزل (قبر) کی رات کو (جو وصال محبوب حقیقی کی پہلی رات ہے) خوش گوار بنانے کے طریقے، اس کی تیاری اور فکر کا بیان ہے۔

ابواب سعادت (حصہ اول)

اس کتاب میں شرکائے مجلسِ ذکر کی خدمت کے فضائل، مہمانوں کا اکرام اور ان کو کھانا کھلانے کی فضیلت اور اسکو سہل بنانے کی تدابیر کا بیان ہے۔

دنیا میں جنت

اس کتاب میں دنیا کی جنت (تعلق مع اللہ) کی حقیقت اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ذکر اللہ اور زہد وقناعت کی فضیلت کا بیان ہے۔

مختصر رسائل اور مضامین

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ بھی چند مختصر رسالے، حضرت والا نے تالیف فرمائے ہیں جو کتابچوں کی صورت میں شائع ہوئے۔ جیسے رسالہ ''بیعت کے بعد'' جس میں وہ ضروری نصائح ہیں جو حضرت شیخ الحدیثؒ بیعت ہونے والوں کو عموماً فرمایا کرتے تھے۔ اور رسالہ ''وصال کے بعد'' میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے خدام اور منتسبین کے لیے ضروری ہدایات، حضرت شیخؒ کے ارشادات کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں۔ رسالہ نسبت واجازت میں نسبت کی اقسام اور مجازین کے لیے چند ہدایات رقم کی گئی ہیں۔ ''فیض شیخ کا ایک مانع'' میں مرض ''پارَیا'' کا، شیخ کا فیض حاصل کرنے میں مانع بننا اور اس کا علاج ذکر کیا گیا ہے۔ رسالہ ''شجرۂ نقشبندیہ'' میں چشتیہ نقشبندیہ شجرات کے نقل فرمانے کے بعد سلسلۂ نقشبندیہ کے وہ اذکار واشغال درج فرمائے ہیں جو ہمارے سلسلے میں حسب ضرورت تعلیم کیے جاتے ہیں۔ رسالہ ''عصر حاضر کا ایک عظیم فتنہ'' میں ذکر وغیرہ کے بارے میں اصطلاحات کو بدلنے کے فتنے کو واضح کیا گیا ہے۔ رسالہ ''صاف صاف باتیں'' میں بعض نصیحتیں ہیں اور بعض غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔ رسالہ ''دستور العمل'' میں حضرت والا کے سلسلے میں بیعت ہونے والی خواتین کے لیے دستور العمل اور معمولات وغیرہ بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ وہ کتابیں ہیں جن کے مضامین ارشاد فرما کر ترتیب کے لیے راقم الحروف کے سپرد فرمادیے۔

۱: سعادت وکامیابی۔ ۲: عورتوں کی خوبیاں۔ ۳: انسانی مردے کھانے والا گروہ۔ ۴: مرقع اسلام۔

نیز بعض مضامین تالیف فرما کر مختلف رسائل میں طبع فرمائے۔ مثلاً ۱: مقدمہ بیعت کی شرعی

حیثیت۔۲:مقدمۂ رسالہ، قلب۔۳:مقدمۂ قصیدہ بہاریہ۔۴:چند حقائق (اضافہ برسالہ تنقید وحق تنقید)۔(۵:تحدیث بالنعمہ (رسالہ حضرت شیخؒ کے معمولات رمضان میں مضمون)۔۶:مختصر سوانح حیات، حضرت شیخؒ اور انکے خلفاء، میں مضمون۔۷:حواشی برمنزل۔۸:امام وقت، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا طریقۂ سلوک۔(مطبوعہ:ماہنامہ سلوک واحسان، محرم/صفر ۱۴۰۹ھ۔۹:الطریق لمن فقد الرفیق۔

فہرست مضامین

باب سوم

اکابر ومعاصرین کی نظر میں حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کا مقام

(۱) حضرت شیخ الحدیثؒ کے منظور نظر

اپنے شیخ مربی ومحسن سے تعلق کی ابتداء تو ابتدائی عمر ہی میں حضرت شیخؒ کی اس تحریر سے ہوگئی تھی جو حضرتؒ نے فضائل باب مزاح میں تحریر فرمائی ہے اور تعلق بڑھتا ہی گیا حضرتؒ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو جو خطوط لکھے ہیں حضرت مولانا سید شاہد سہارنپوری مدظلہ نے حرف اقبال میں اپنے تاثرات کے ساتھ بہت ہی مؤثر انداز میں تحریر فرمائے ہیں اس والہانہ عاشقانہ تعلق کا مظہر ہیں حضرتؒ حضرت شیخؒ کے خلفاء میں تحریر فرماتے ہیں ''جتنا جتنا بندہ کا تعلق بڑھتا گیا اور بندہ کی تالیف قلب کی ضرورت کم ہوتی گئی حضرتؒ کی طرف سے محاسبہ بھی بڑھتا گیا۔ اور آخری سالوں میں بندہ کی بیماریوں اور شاید کچھ محبت کی وجہ سے ابتدا کی طرح پھر تسامح اور دلداری کا معاملہ ہوگیا اس لئے بار ہا فرماتے تھے کہ ''تمہیں ہر وقت اور ہر قسم کی بات کرنے کی اجازت ہے تمہارے اوپر کوئی قانون نہیں'' حتیٰ کہ میرے ایک عریضہ کے جواب میں گرامی نامہ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۸۰ء میں تحریر فرمایا ''ارے پاگل کب تک میری ناراضگی سے ڈرتا رہے تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جن سے میں ناراض ہوں''۔ شکایات کے بارے میں معمول کے ذیلی عنوان میں حضرتؒ حضرت شیخ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ''تفقد حالات کا

خصوصی اہتمام تھا اس بناء پر اچھے برے حالات کو خود بھی دریافت فرماتے اور اخلاص سے جو کوئی شکایت سناتا اس پر توجہ فرماتے اس میں بات چھپانے والے صوفی مزاج سے حضرت کو زیادہ مناسبت نہیں تھی حتیٰ کہ قریب کہ سالوں میں خود بندہ کو مجلس ذکر میں خالی بیٹھے ہوئے کو (کیونکہ بوجہ بیماری ذکر جہر نہیں کر سکتا تھا) اپنے پاس تخلیہ میں بلا لیتے اور فرماتے کہ "چلو بات سنادو"۔

حضرت شیخؒ کے بارے میں ایک مبارک خواب

حضرتؒ اپنا خواب بیان فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ عالی میں پیشی ہوئی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ گردن جھکائے ہوئے اور ہاتھ جوڑے عرض کر رہے ہیں "بس معاف کر دیجئے بس معاف کر دیجئے" حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں "ہم تم سے بہت خوش ہیں" لیکن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سنتے ہی نہیں وہ گردن جھکائے ہاتھ جوڑے فرما رہے ہیں کہ "بس معاف کر دیجئے بس معاف کر دیجئے" بالآخر شیخؒ کے کان میں یہ بات پڑی کہ "ہم تم سے بہت خوش ہیں" مسرت میں آگے گذر گئے اور پیچھے میں تھا (حضرت صوفی صاحبؒ) مجھ سے اشارہ فرمادیا کہ جاؤ چنانچہ میں بھی چلا گیا۔

ایک مجلس میں جس میں راقم الحروف بھی حاضر تھا مولانا منظور نعمانیؒ نے اپنا ایک خواب حضرتؒ کے سامنے بیان فرمایا کہ "حضرت شیخؒ تشریف فرما ہیں اور حضرتؒ کے متعلقین بھی تشریف فرما ہیں حضرت شیخؒ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو اپنے قریب بلوایا اور اپنی چادر میں اپنے ساتھ لپیٹ لیا مولانا منظور نعمانیؒ فرماتے ہیں میں خواب ہی میں حسرت کرنے لگا کاش حضرت شیخ مجھے بھی اسی طرح چادر سے ڈھانپ لیتے"۔

حضرت شیخؒ کا حضرت صوفی صاحبؒ پر اعتماد و خصوصی شفقت

اس موضوع پر حضرتؒ کے حالات مرد باصفاء کے پانچویں باب میں درج ہیں اور قابل دید ہیں۔ نیز حضرت مولانا سید شاہد سہارنپوری زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے قلب و قالب میں محبت شیخ رچی اور بسی ہوئی تھی اور یہ کہ انہوں نے اجتماعی اور

انفرادی معاملات میں کبھی بھی دائرہ شیخ سے تجاوز نہیں کیا اور یہ کہ وہ انقیاد واتباع اور فرمانبرداری کے معاملہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت مولانا سید شاہد سہارنپوری مدظلہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں" حق تعالیٰ شانہٗ نے اس مرد باصفا کے جذبہ صادق کو اس طرح پورا فرمایا کہ واقعی طور پر زمانے نے پلٹا کھایا اور مرشد مسترشد دونوں اپنی اپنی حیات میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ہی چھت کے نیچے جمع ہو گئے اور پھر وہاں سالہا سال تک اس مرد بااقبال کو اپنے مرشد کی نعل برداری کا شرف حاصل ہوا اور مزید عزت وسعادت یہ حاصل ہوئی کہ دونوں ہی کو اپنے اپنے وقت پر اسی پاک اور مقدس شہر میں زندگی کے آخری سانس لینے کی توفیق مرحمت فرمائی گئی اور پھر اس پاک اور مقدس شہر کے مبارک خطہ جنت البقیع میں دونوں کو صبح قیامت تک کیلئے میٹھی نیند سلا دیا گیا۔ نور اللہ مرقدہما و برد اللہ مضجعہا۔

حضرت شیخؒ کی منشاء مبارک کو نفلی ثواب پر ترجیح دینے پر خوشی کا اظہار

بعد عصر مجلس عام کے بعد مغرب سے پہلے حضرت شیخؒ حرم شریف تشریف لے جاتے اور عشاء کے بعد واپسی ہوتی دو تین خدام ساتھ ہوتے مگر بندہ چونکہ بالکل فارغ ہی تھا اور اخذ فیض کے سلسلے میں حضرت کے ساتھ بیٹھنے کی بندے کو زیادہ اہمیت تھی اس لئے ساتھ جانے اور وہاں بیٹھے رہنے کا خصوصی اہتمام کرتا تھا ایک روز حضرتؒ کے نواسے مولوی شاہد کو بخار تھا۔ انہیں کمرے ہی میں نماز پڑھنی تھی۔ حضرت حرم شریف جانے کیلئے وضو فرما رہے تھے بندہ کے دل میں آیا کہ مولوی شاہد اکیلے ہونگے میں بھی ان کے ساتھ نماز پڑھ لوں گا ان کی جماعت بھی ہو جائے گی شاید یہ حضرت کو اچھا لگے چنانچہ حضرت کو عرض کر دیا۔ حضرت نے سرسری طور سے جواب دیا جیسے تمہاری مرضی۔ چنانچہ میں مولوی شاہد کے پاس ٹھہرا رہا حضرت عشاء کے بعد جب واپس تشریف لائے تو آتے ہی فرمایا کہ حرم شریف میں دو گھنٹے بیٹھ کر آیا ہوں اور تمہارے ہی لئے دعا کرتا رہا۔ یہ سن کر بندے پر کیفیت طاری ہوئی اور اس پر اللہ سے بہت بڑے فضل کی امید ہے کہ اسی نے اس انعام کے حاصل کرنے کی توفیق دی وللہ الحمد ولا فخر (مرد باصفا ص ۲۸۳) سہارنپور قیام میں حضرت شیخؒ اپنے مطالعہ اور تالیفی کمرے میں تنہا ہوتے اور ان اوقات میں حرج حضرت شیخؒ کو بہت ناگوار ہوتا حتیٰ کہ حضرت مدنیؒ اور حضرت رائپوریؒ کے قیام میں

بھی یہ دونوں بزرگ حضرت شیخؒ کو بااصرار مطالعہ وتالیفی کام کیلئے بھجوادیتے۔حضرت صوفی صاحبؒ فرماتے ہیں حضرت شیخؒ نے مجھے ان اوقات میں بھی اپنے کمرہ میں بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔فرمایا مجھے تمہارے بیٹھنے سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔کمرہ کا نقشہ حضرت صوفی صاحبؒ بیان فرماتے کہ درمیان میں چھوٹا سا ٹاٹ بیٹھنے کیلئے تھا اور چاروں طرف کتابیں تھیں حضرت شیخؒ پورے انہماک کے ساتھ مطالعہ فرماتے اور تحریرات لکھتے۔

بقائے سلسلے کی حرص

حضرت صوفی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ''اس سلسلے میں چونکہ حضرت کے مدینہ منورہ آنے کے بعد الحمدللہ قیام تو ساتھ ہی رہا اور میں خدام پارٹی میں شامل رہا اس لئے رمضان کیلئے جہاں حضرتؒ تشریف لے گئے مجھے بھی ہمرکابی نصیب رہی۔اس دوران میں جب حضرت کو بعض اپنے سے متعلق دوستوں کے احوال یا ان کے خطوط سناتا تو حضرت فرماتے کہ ''اس کو میری طرف سے یا اپنی طرف سے اجازت لکھ دو'' اور بعض کے متعلق فرمایا کہ ''اس کو بیعت کی اجازت دے دو'' اس پر جب بندہ شرمندگی کا اظہار کرتا تو حضرت فرماتے کہ ''بھائی اب یہ کام تم ہی لوگوں کو کرنا ہے تم ہی دوستوں سے مجھے اس سلسلہ میں امید ہے'' اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخؒ تحریر فرماتے ہیں ''اپنے اندر ایک بات جی خوش کرنے کی پا رہا ہوں اور مجھے ہمیشہ اس پر ناز رہا کہ بزرگوں کو مجھ سے ہمیشہ تعلق رہا خواہ وہ حسینی ہوں یا اشرفی، حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کا وعدہ تو تمہیں بھی یاد ہوگا میں اپنا خیال.......کے متعلق لکھ چکا ہوں صوفی جی اب تو سلسلہ کو چلاؤ''۔

حضرت شیخؒ کی طرف سے تالیفات کا حکم اور مقام غور

حضرت مولانا محمد سہیل مدنی مدظلہ مرد باصفا میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں ایک ضروری اور قابل غور امر یہ ہے کہ سیدنا و مرشدنا حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کو جس ہستی نے تالیفات کا حکم فرمایا اور ان کے بارے میں نہایت پسندیدگی کا اظہار فرمایا وہ جامع شریعت وطریقت، جلیل القدر عالم ربانی، مرشد روحانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کی

ذات گرامی ہے۔آپؒ نے دین کے عظیم ترین شعبے تصوف (جو کہ روحِ دین ہے) سے متعلق تالیفی خدمات کیلئے اپنے سینکڑوں خلفاء ومسترشدین میں سے جس شخصیت کو چنا ہےاوراپنی حیات مبارکہ ہی میں ان کوتالیفات کا نہ صرف حکم فرمایا بلکہ ان کوطبع بھی کروایااور پھرسب سے اہم بات یہ کہ اپنی عمومی مجالس،خصوصاًرمضان المبارک کے اجتماعات میں ان کی تعلیم کروائی۔ظاہرہے کہ یہ امتیازی شرف جس شخصیت کے حصہ میں آیاوہ آپؒ کے نزدیک کسی خاص امتیازی مقام کی بھی حامل تھی اورعلم وعمل اخلاص و للہیت اورعشق وفنائیت میں آپؒ کے نزدیک ان کا خاص مقام تھا۔جس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے''قدرمریدوں کی پیرہی جانے،یاجوایسی نظر رکھے جانے''۔

آخر میں حضرت مولانا محمد سہیل صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ناظرین جانتے ہوں گے قطب الاقطاب جامع شریعت وطریقت جلیل القدر عالم ربانی کا اپنے مجاز خاص پراتنا غیر معمولی اعتماد واختصاص جوسطور بالا سے واضح ہے۔ان کی مقبولیت ومحبوبیت عند اللہ کی شہادت ہے(حسب حدیث پاک **انتم شهداء الله فی الارض**)اوریہ شرف انہیں حضرات کا نصیب ہوتاہےجن سے اللہ پاک کواپنے دین کی سربلندی کیلئے خصوصی خدمات لینی ہوتی ہیں۔

(۲) حضرت جی مولانا محمد یوسف دہلویؒ کاارشاد

تقسیمِ ہند کے وقت(جب آپؒ ایک جماعت کے ساتھ پاکستان کے لیے رخصت ہورہے تھے)حضرت جی مولانامحمد یوسف دہلویؒ نے جماعت والوں سے فرمایاکہ''اس(حضرت صوفی صاحبؒ)کابہت خیال رکھنا،یہ اس وقت کے تمام بزرگوں کا منظورنظر ہے''۔ظاہر ہے کہ اس وقت کے اکابر ثلاثہ تو حضرت مدنیؒ ،حضرت رائے پوریؒ اورحضرت شیخ الحدیثؒ تھے۔جواس وقت کے تمام بزرگوں کے مرجع تھے۔ان حضرات کا منظورِنظر ہونا،وہ عظیم شرف ہےجوان کے سچے وارثین ہی کا نصیب ہے۔

(۳) حضرت مولاناابوالحسن علی میاں قدس سرہ کی شہادت

حضرت مولاناعلی میاں قدس سرہ کوحضرت صوفی صاحب قدس سرہ سے بہت قریبی گہراتعلق

تھا، حضرت صوفی صاحبؒ بھی حضرت علی میاںؒ سے بہت محبت فرماتے لکھنو کے قیام میں حضرت صوفی صاحبؒ نے حضرت علی میاںؒ کے آبائی وطن تکیہ کلاں رائے بریلی میں بھی کافی عرصہ قیام فرمایا مجاہد اعظم ولی کامل حضرت سید احمد شہید قدس سرہ نے بھی اس مبارک مقام پر کافی وقت گذارا، حضرت شہید قدس سرہ کے والدؒ کا مزار بھی یہیں ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں میں جب لکھنو اسٹیشن سے گذرتا ہوں تو تکیہ کلاں کے انوار محسوس کرتا ہوں۔

تکیہ رائے بریلی لکھنو سے تقریباً ۶۰ کلومیٹر پر واقع ہے۔ حضرت علی میاںؒ اپنی نجی مجالس میں حضرت صوفی صاحبؒ کے وہاں کے قیام کے واقعات بھی بیان فرماتے۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے حضرت علی میاںؒ کے ہمراہ شہر حیدر آباد کا سفر بھی کیا تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ حضرت علی میاںؒ کے زہد کا تذکرہ فرماتے کہ حیدر آباد کے سفر میں حضرت کے پاس صرف ٹین کا ایک معمولی بکس تھا جس میں چند استعمال کے کپڑے تھے، حضرت مولانا علی میاںؒ حضرت شیخؒ کی سوانح میں قلم طراز ہیں ''صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری ان خوش قسمت افراد میں ہیں جن پر حضرت شیخؒ کی نظر خاص رہی اور انہوں نے بھی سعادت و خدمت کا بڑا حصہ پایا اور اعتماد و اختصاص اور اجازت خاص سے سرفراز ہوئے اور اخیر وقت تک جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شیخ کے دامن عاطفت میں رہے۔ شیخ کے ملفوظات و افادات اور حالات و مبشرات پر ان کے متعدد رسالے ہیں جو چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا علی میاںؒ اپنے ایک مکتوب بنام حضرت ڈاکٹر سید اشرف الدین صاحب (بتاریخ ۲۸۔۴۔ ۱۹۸۴ء) میں رقم طراز ہیں:

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخؒ کے ذکر کا نظام اور دعوت کا حصہ، صوفی صاحب کے حصے میں آیا۔ میں نے حضرت شیخؒ سے صوفی صاحب کے بارے میں بلند کلمات سنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت واستقامت عطا فرمائے۔

قدر مریدوں کی پیر ہی جانے　　　یا جو ایسی نظر رکھے جانے

دوسرے مکتوب بنام حضرت صوفی صاحب (۶۔۱۱۔ ۱۹۸۴ء) میں تحریر فرماتے ہیں:

''بہت عرصے کے بعد آپ کا خط ملا، اب تو بزرگوں کے گرامی نامے کی طرح آپ کے خط سے بھی خوشی ہوتی ہے...... مجالس ذکر کا رسالہ پہنچ گیا تھا، انوار الصلوٰۃ کا ایک نسخہ بھیج دیجئے۔ بہت عرصہ ہوا جب دیکھا تھا۔ اب اور چیزوں کا انتظار رہے گا۔ حج کے مسائل کے بارے میں آپ سند بن گئے ہیں، ان شاء اللہ نفع ہوگا۔''

ایک اور مکتوب (۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

''عرصہ دراز کے بعد آپ کے بھیجے ہوئے مکتوب سے اور پھر اظہار تعلق اور فکر مندی اور بعض رسائل و مقالات سے، پسندیدگی سے مسرت اور اطمینان اور تقویت و تائید حاصل ہوئی۔ اہل صلاح اور اہل بصیرت کا کسی چیز کو پسند کرنا ایک طرح کی شہادت اور طمانیت بخش چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجے بلند فرمائے اور زیادہ سے زیادہ آپ سے بندگان خدا کو نفع پہنچائے''۔

(۴) حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کی تحریر

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے حضرت صوفی صاحبؒ کی کتاب میانِ دو کریم پڑھ کر اپنے تاثرات کا اظہار درج ذیل مکتوب میں فرمایا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم و معظم عزیز مکرم، حضرت مولانا صوفی محمد اقبال صاحب! دامت فیوضکم و برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی ہر طرح بعافیت ہو۔ میرے مخلص محسن اور آپ کے مسترشد جناب ڈاکٹر محمد اشرف صاحب نے لکھنؤ آنے والے ایک صاحب (خالد قدوائی صاحب) کے ذریعے آپ کی لقامت کہتر بقیمت بہتر تصنیفِ لطیف ''میانِ دو کریم'' اس عاجز کو پہنچائی میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ اس سے اپنی بہت سی تقصیرات پر متنبہ ہوا۔ جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی۔

(دوسرا مصرعہ اس لیے نہیں لکھتا کہ اس کا اہل نہیں ہوں اور میرا وہ حال نہیں ہے۔)

(۵) حضرت مولانا علی مرتضیٰ صاحب قدس سرہ کا مکتوب

حضرت مولانا علی مرتضیٰ صاحبؒ (گدائی والے) خلیفہ مجاز حضرت خواجہ سید فضل علی قریشی قدس سرہ نے حضرت صوفی صاحبؒ کے ایک خط کے جواب میں ان کو اجازتِ بیعت جن الفاظ میں دی، ان کی اس تحریر کی نقل بعینہٖ یہاں درج کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سیدی ومولائی دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنحضرت کا حسنِ ظن، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو کلاً علی اللہ، آنحضرت کو جس طرح مجھے اپنے شیخ، حضرت خواجہ سید فضل علی قریشیؒ سے چاروں سلسلوں کی اجازت ہے، اسی طرح آپ کو بھی اجازت دیتا ہوں۔ میرا مذاق یہ ہے جو بزرگانِ دین نے اوراد و وظائف مقرر فرمائے ہیں ان کا عبور کرنا بھی ضروری ہے، آگے آپ جیسے مناسب سمجھیں۔ روضۂ اقدس پر اس ناکارہ کی طرف سے حاضری کی درخواست بھی عرض کر دیں۔ ان شاء اللہ حج پر حاضر ہوں گا۔

علی مرتضیٰ

(۶) حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے نزدیک، حضرت صوفی صاحبؒ اکابر کے روحانی معارف کے امین

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ (شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ وخلیفہ خاص حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ) اپنے ایک مکتوب میں حضرت صوفی صاحبؒ کو "اکابر کے روحانی معارف کے امین" فرماتے ہیں، وہ مکتوب بعینہٖ یہاں درج کرتے ہیں:

محترم المقام جناب فیض مآب صوفی صاحب زید مجدکم وفضلکم وفیضکم علیٰ رؤس المستر شدین، آمین۔ گرامی نامہ بطور قرطاس کئی برکات اور فیوضات کا امین بن کر شرف صدور لایا۔ جزاک اللہ تعالیٰ اکرم الجزاء واحسنہ فی الدارین، ایک حد سے سیاہ کار، امتی کا سلام رحمتِ دوعالم

علیہ السلام کے حضور آپ نے پیش فرما کر اس قدر عظیم احسان فرمایا ہے کہ جس کا اجر جناب کو اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائیں گے۔ یہ گناہ گار اپنی سعادت پر قلبی، ایمانی اور روحانی مسرت محسوس نہیں مشہود پا رہا ہے۔ پھر حرم کعبہ میں اس سراپا جرم وعصیاں کو دعاؤں میں یاد فرمایا یہ کرم بالائے کرم ہے۔ آپ جیسے مخلص اور اکابر کے روحانی معارف کے امین کی دعا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائیں گے۔ محترم عالی مقام! یہ حقیقت ہے کہ اس گناہ گار پر دور حاضر کے تقریباً تمام اولیائے کرام کی نظر شفقت رہی اور اب بھی ہے مگر نفسِ امارہ کے حملوں سے ابھی تک نجاتِ کامل نہیں۔ ڈر لگا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام جسمانی، علمی، دینی اور روحانی امانات میں خیانت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

درود شریف کے عام کرنے اور اسے مسلمانوں کے قلوب میں راسخ کرنے کے لیے جناب کی مساعی قابل صد شکر ہیں۔ چند سالوں سے (جو ایک صدی سے کم ہیں) اس قوی ذریعۂ قرب کو ارادۃً یا بلا ارادہ مہجور سمجھا جا رہا ہے۔ اس بُعد کے نتیجے میں امت روبہ زوال ہے۔ جب تک قرب رب العالمین بہ کثرۃ السجود اور قرب رحمۃ للعالمین، بہ کثرت درود نہ ہوگا، عروجِ رفتہ کا حصول مشکل نہیں ناممکن ہے۔ الحمدللہ اب علمائے کرام نے بھی ادھر توجہ فرمائی ہے۔ شاید جناب کو علم ہوگا حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی (مدیر بینات کراچی) نے علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی، م ۱۱۷۴ھ کا مرتب کردہ مجموعۂ درود شریف بہ نام ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ باترجمہ شائع فرمادیا ہے۔ مجموعے کی خوبی یہ ہے کہ ہفتے کے سات ایام کی سات منازل، درود شریف سے مزین ہیں اور ساتھ ہی ترجمہ فرمادیا ہے۔ احقر نے ایک نسخہ جناب سید منیر حسین صاحب کو پیش کردیا تھا۔

اپنی دعاؤں میں اس گناہ گار کو حسب سابق یاد فرمایا کریں۔ چونکہ آپ کے شیخ معظم اور ہم گناہ گاروں کے مشفقِ مکرم حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ آپ کو صوفی کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے، اس لیے اس گناہ گار نے بھی اسی کلمے کو اختیار کیا، ورنہ جی کسی دوسرے کلمے بلکہ کلمات سے تعبیر کو چاہ رہا تھا۔ واقفین پُرسانِ حال احباب کی خدمت میں سلام مسنون!

طالب دعائے حسن خاتمہ: زاہد الحسینی

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۹۵ء یوم الاربعاء

حضرت صوفی صاحبؒ نے کتاب ''ایمان بالرسول ﷺ کے لوازمات'' تحریر فرما کر حضرت قاضی زاہد الحسینیؒ کو ارسال فرمائی جس پر حضرت قاضی صاحبؒ نے مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:

محترم المقام جناب صوفی صاحب زید مجدکم و فضلکم سلام مسنون مع الاحترام مقرون، گرامی نامہ منسلکہ رسالہ باعثِ شرف ہوا۔ جناب کے روبہ صحت ہونے کا پڑھ کر اطمینان ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم گنہ گاروں کی دعائے سعادت مندی کے لیے تادیر سلامت رکھے۔ آمین

آپ کی علالت کا علم ہوا تھا مگر براہ راست عریضہ لکھنے کی سعادت سے محروم رہی۔ بعض عزیزوں اور احباب سے خیریت معلوم ہوتی رہی۔

احقر نے جناب کا مرتبہ رسالہ پڑھا ہے جس کا حجم اگرچہ تھوڑا ہے مگر معانی اور مطالب کے لیے بہت بڑا اور بہت ضروری ہے۔ یہ مرض دن بہ دن بڑھ رہا ہے اور بے ادب، محروم اس کا شکار ہو رہے ہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہٖ آپ جیسے امت کے ہمدرد حضرات کی توجہ سے سعادت مند اُدھر توجہ نہیں کرتے اور ان شاء اللہ ان کی یہ سعی مذموم کامیاب نہ ہو سکے گی۔ باقی، من یضلل اللہ فلا ھادی لہ

اس گنہ گار کی صحت اور عافیت کے لیے دعا فرماتے رہا کریں۔

دعاو حسنِ خاتمہ کا محتاج: زاہد الحسینی

۱۱ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۹۶-۱۱-۲۳

(۷) حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کا تعلق

حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحبؒ (جو حضرت مولانا الیاس دہلوی بانی تبلیغ کے صحبت یافتہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے خلیفہ مجاز اور سعودی عرب میں تبلیغی جماعت کے امیر رہے) کا حضرت صوفی صاحبؒ سے بہت قدیمی اور گہرا تعلق تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ بھی حضرت مولانا سعید خان صاحب کی دینی خدمات، زہد و تقویٰ اور ان کے مقام کا بلند الفاظ میں تذکرہ فرماتے۔ ایک بار راقم الحروف سے فرمایا کہ جب حضرت شیخؒ سخت بیمار ہوتے مجھے حضرت کے وصال کا

اندیشہ ہوتا تو میں سوچا کرتا کہ حضرت شیخ کے وصال کے بعد حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کی خدمت میں مسجد نور چلا جاؤں گا۔ (فضائل اعمال سے فضائل درود شریف نکالنے کے قضیہ نامرضیہ کے بعد یہ تعلق تعطل کا شکار ہوگیا تھا) [1] بعد میں یہ تعلق دوبارہ بحال ہوگیا۔ حضرت صوفی صاحبؒ مولانا کی خدمت میں تشریف لے گئے حج کے مسائل پر گفتگو ہوئی ذیل میں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کا مکتوب درج ذیل ہے۔

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کا مکتوب

(کتاب ''محبت ہی محبت'' پر اظہار مسرت)

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ کا ایک مکتوب یہاں درج کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدوم مکرم جناب صوفی مولانا محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا کی طرف سے ایک رسالہ ملا جو بندے نے بڑے شوق سے پڑھا اس میں ایک قصیدہ عربی میں اور ایک اردو میں ملا۔ ابھی رات ساتھیوں سے بھی سنا، کہا بہترین قصیدہ ہے پھر درود شریف کے فضائل میں جو درود شریف نقل کی وہ بھی پڑھیں۔ جزاکم اللہ خیراً

بندہ تھوڑا سا ہدیہ........ بھیج رہا ہے، قبول فرمائیں، عین مہربانی ہوگی۔

---

[1] یہ رسالہ حضرت شیخ قدس سرہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت میں ڈوب کر تحریر فرمایا ہے حضرت مصنفؒ کے اخلاص عشق ومحبت کی نسبت رسالہ کی سطر سطر حرف حرف میں جذب ہوگئی جس سے پڑھنے والوں کے عقائد وخیالات مختلف جہتوں سے درست ہوئے اور دینی جذبات بنے باطنی ترقیات نصیب ہوئیں اور عمومی طور پر درود شریف کو کثرت سے پڑھنے کی ترغیب اور عمل کی توفیق ہوئی رسالہ اور مصنف کے بارے میں مشائخ وصلحاء کو قبولیت کی بشارتیں ہوئیں اللہ تعالیٰ اپنی اس محبت کے شایان شان جوان کو اپنے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے حضرت مصنف کو جزائے خیر دے اور ان کے مراتب کو ہمیشہ بلند سے بلند کرتا رہے (شفاء الاسقام

فقط والسلام سعید احمد

یوم الاحد ۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، ۴ / اگست ۱۹۹۶ء بقلم محمد ذکی عفی عنہ طالب دعا

(۸) حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات

حضرت سید نفیس شاہ صاحب ؒ حضرت صوفی صاحب ؒ کی کتاب ''صقالۃ القلوب'' کی تقریظ میں رقمطراز ہیں:

''زیرنظر رسالہ صقالۃ القلوب کے مرتب حضرت مولانا صوفی محمد اقبال صاحب ہوشیار پوری ثم مدنی دامت برکاتہم کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ تصوف وسلوک کے متعلق ان کے کئی رسالے دعوت فکر وعمل دے چکے ہیں۔ ابتداء سن شعور سے ہی انہیں اکابر علمائے کرام کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل رہا۔ ندوۃ العلماء لکھنو میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم سے فیض صحبت کا موقع ملا۔ دارالعلوم دیوبند پہنچے تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضری اور اخذ فیض کا شرف حاصل ہوا۔ مظاہر العلوم سہارنپور آئے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہیں سے بیعت ہوگئے۔ تینوں جگہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور تربیت باطن میں بدل وجاں کوشاں رہے۔ مدینہ طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کا شوق پیدا ہوا تو رئیس المہندسین الحاج عبدالرشید ارشد صاحب مرحوم کی معیت میں قرب نبوی جیسی نعمت سے مالا مال ہوئے حتیٰ کہ ایک رمضان المبارک گزارنے کے لئے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں سہارنپور حاضر ہوئے تو حضرت شیخ مدظلہ العالی نے موصوف کو مجاز بیعت بنا کر خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد حضرت شیخ مدظلہ العالی نے مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کے لئے ہجرت کا ارادہ فرمالیا۔ حرم محترم کی حاضری میں شمس العارفین وسراج السالکین سے اس قمر منیر نے کیا کچھ فیوض وبرکات حاصل کئے اس کے متعلق تو اہل نظر ہی بتا سکتے ہیں۔

اکنوں کرادماغ کہ پرسد زباغباں　　　بلبل چہ گفت گل چہ شنید وصباچہ کرد

رسالہ صقالۃ القلوب میں صوفی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کا طریقہ تعلیم وتربیت سلاسل اربعہ (چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کے معمول بہا اذکار کے طریقے۔ سلوک کے موانع ومویٔدات، عدم اخلاص وعدم احسان کی وجہ سے اعمال کے بے روح ہونے کا علاج نیز ذکر اللہ کی ضرورت واہمیت کو عمدہ اسلوب بیان، ہمت افزا مضامین اور دل نشین پیرایہ میں پیش کیا ہے جوانہیں کا حصہ ہے۔ رسالہ کے آخر میں حضرات علماء کرام کی خدمت میں اہم گزارش کرکے بتایا کہ یہ نسخۂ کیمیا اثر کوئی نیا نہیں ہے قرآن وصاحب قرآن کا ہی ارشاد فرمودہ ہے یعنی الابذکراللہ تطمئن القلوب (الآیہ) اور صقالۃ القلوب ذکراللہ (الحدیث)

موصوف نے سلوک وتصوف سے متعلق حضرت شیخ دامت برکاتہم کے علوم ومعارف ایسی عام فہم اور آسان زبان میں تحریر فرمائے ہیں کہ حضرت شیخ مدظلہ العالی کی سوفیصد ترجمانی جھلکتی ہے۔ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے ان کی تحریروں کو صرف پسند ہی نہیں فرمایا بلکہ مسرت کا اظہار فرمایا اور دعوات سے نوازا اور فرمایا کہ یہ میری ہی کتب ہیں۔ بلکہ بعض رسالوں کی طباعت وغیرہ کا خرچ بھی اپنی طرف سے ادا فرمایا اور بعض کی خود ابتدا فرماکر موصوف کو تکمیل کے لئے ارشاد فرمایا۔ اس لئے اگر ان کو ''لسان شیخ'' کہا جائے تو بے جانہ ہوگا

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء

(۹) استاذ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ کا مکتوب

(حضرت صوفی صاحبؒ کے رمضان، خیر المدارس پر اظہار مسرت)

حضرت قاری فتح محمد پانی پتیؒ اپنے ایک مکتوب میں (جوانہوں نے حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب ابن حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب کے نام تحریر فرمایا) حضرت صوفی صاحبؒ سے ان کے

بیعت ہونے پر اور حضرت صوفی صاحبؒ کے خیر المدارس، رمضان کرنے پر فرحت کا اظہار فرماتے ہیں وہ مکتوب درج ذیل ہے۔

حسبی اللہ

از حضرت قاری فتح محمد صاحب مدظلہ ۷-۱۴۰ھ ، ۷-۱۹۸ء-۳-۲۷ بدھ

قبل مغرب مسجد نبوی شریف، بقلم عبد القادر عفا اللہ عنہ

ص ب ۱۴۳۳ مدینہ منورہ

میرے پیارے عزیز، مولوی محمد عبد اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شکر الحمد للہ بندہ بخیر ہے۔ خدا کرے آپ بھی مع عائلہ، احباب، اہل مدرسہ باعافیت ہوں۔ اللہ پاک سب کو دونوں جہاں کی خوشیوں بھری ظاہری، باطنی نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔ خوش حال اور نیک انجام بنائیں۔ عزیز قاری مولوی محمد طاہر صاحب سلمہ کے دستی آپ کا خط ملا اور عزیز مولوی عبد القادر سلمہ سے سنا، دل بہت ہی خوش ہوا۔ عزیزم اب تو دعا گوئی ہی اس بندہ کا کام رہ گیا ہے آپ جیسے مخلص خدام علوم قرآن وحدیث کا حق ہے کہ بندہ فقط دعا سے آپ کی خدمت کرے۔ حق تعالیٰ قبولیت سے نوازیں۔ خدا کرے حرمین شریفین کی آپ کو مخلصانہ مقبولانہ جلد از جلد زیارت نصیب ہو۔ عزیزم! اس دور میں دینی کتب کے درس، تدریس کا مشغلہ جسے نصیب ہے وہ ان شاء اللہ، عند اللہ دارین میں بانصیب ہے اللہ پاک اخلاص کی دولت سے وافر حصہ نصیب فرمائیں۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب سے تعلق نورٌ علیٰ نورٌ ہے۔ سنا ہے اس رمضان مبارک کا اعتکاف حضرت صوفی صاحب جامعہ خیر المدارس کی مسجد میں فرمائیں گے۔ بہت ہی خوشی ہوئی اللہ پاک زیادہ زیادہ ان کی برکات، فیوض سے مستفیض ہونا نصیب فرمائیں۔ گھر میں سب کو اور جملہ احباب، اہل مدرسہ کو بہت بہت سلام اور چھوٹے بچوں کے لیے پیار و دعا ہوں۔ اللہ پاک اس پرچہ والی دعائیں سب کے حق میں قبول فرمائیں۔

(۱۰) مفتی اعظم پاکستان، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ کا ارشاد

مفتی اعظم پاکستان، حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ جب بھی مدینے پاک کا سفر فرماتے حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس ضرور تشریف لاتے۔

بعض خدام (ڈاکٹر فضل اللہ صاحب وعامر شاہ صاحب زیدمجدہم) کے سامنے حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت صوفی صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کہ ''انھوں نے اپنے اوپر تواضع کی چادر ڈالی ہوئی ہے، اس لیے مجھے ڈر ہے کہ لوگ ان کی تواضع کی وجہ سے ان سے استفادے سے محروم نہ ہوجائیں، مگر یہ مجھ سے نہیں چھپ سکتے، کیوں کہ میں نے حضرت شیخؒ کو دیکھا ہے۔''

ایک موقع پر حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ''حضرت صوفی صاحبؒ نے حضرت شیخ کے وہ فیوضات حاصل کیے ہیں جو بہت سے قریبی اور قدیم خدام ومجازین حاصل نہ کرسکے۔'' (بہ روایت مولانا مسعود اظہر صاحب زیدمجدہم)

(۱۱) محدث کبیر حضرت علامہ عبدالرشید نعمانیؒ کا ارشاد

حضرت علامہ عبدالرشید نعمانیؒ، حضرت صوفی صاحبؒ کے کراچی، راولپنڈی، لاہور کے رمضانوں میں شرکت فرماتے رہے۔ ایک دفعہ انھوں نے اپنے قدیم رفیق، عاشق صادق حضرت پروفیسر جلیل احمد صاحبؒ سے فرمایا کہ ''میرے خیال میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی نسبت خاصہ حضرت صوفی صاحبؒ کی طرف منتقل ہوئی ہے۔''

(۱۲) حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ کا خصوصی تعلق

جب سے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے مدینے پاک ہجرت فرمائی، ہر اتوار حضرت صوفی صاحبؒ کے یہاں نہایت اہتمام سے تشریف لاتے، ان کا یہ معمول (سوائے ایام علالت یا سفر) تاحیات مستقل رہا۔ حضرت والا بھی ان کا خصوصی اکرام فرماتے۔ ذیل میں حضرت والا کا ایک مکتوب اور حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کا جواب درج کیا جاتا ہے جس سے دونوں حضرات کا باہمی تعلق اور

فہرست مضامین

عقیدت واضح ہوتی ہے۔

باسمہ سبحانہ

ازاحقر محمد اقبال۔مؤرخہ ۷ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

مکرم ومعظم محترم المقام حضرت ڈاکٹر صاحب زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری اور میری اہلیہ کی درخواست ہے کہ ہمیں ایک دن آپ کو یہاں گھر میں کھانا کھلانے کا شوق ہے۔آپ کی طبیعت میں گرانی نہ ہومنظور فرمالیں۔زندگی کا پتانہیں پھر ملاقات ہو یا نہ ہو۔آپ جس دن جس وقت اور جتنے آدمی جناب کے ساتھ ہوتے ہیں۔اس کا آپ فرمادیں۔پکانے کا بوجھ بھی گھر والی پر نہیں ہوگا۔کھانے کے متعلق جو آپ کی رغبت کی چیز ہومثلاً دال،کھچڑی،چاول،بعض حضرات چاول نہیں کھاتے تو شوربا،سبزی،بروسٹ،مچھلی وغیرہ،غرض جو چیز بھی جناب کو پسند ہوتو ارشاد فرمادیں۔اور ایک دعوت نقد بھی ہوتی ہے۔اس میں گھر والے خوش نہیں ہوتے۔اگر جناب کو ذراسی بھی ناگواری ہوتو اصرار نہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہمیش خوش رکھے اور خوش رہے۔ان شاءاللہ دنیا کے جھگڑے ختم ہوکے جنت میں ساتھ ہو۔اگر جناب کو یاد رہے تو میری طرف سے روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔

فقط والسلام بقلم احمد حسن

جواب،ازحضرت ڈاکٹر صاحبؒ

مخدومی ومکرمی بزرگوارم زیدمجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت کی دعوت سے انکار کیسے کرسکتا ہوں،تبرک بھی ہے۔صرف مرچ اور ثقیل غذا سے پرہیز ہے،جو آسانی سے ہوپکوالیویں۔ساتھ آدمی اندازاً تین ہوں گے۔وقت وہی اتوار کے دن،جس وقت حاضری ہو،اچھا ہے(بعدازنمازظہر)

(۱۳) حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم

(صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیثؒ) صاحبزادہ گرامی قدر حضرت مولانا محمد طلحہ دامت برکاتہم کو حضرت صوفی صاحبؒ سے نہایت عقیدت محبت اور دوستانہ تعلق تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ بھی حضرت محمد طلحہ مدظلہ العالی کا بہت اعزاز و اکرام فرماتے۔ حضرت مولانا جب مدینہ منورہ تشریف لاتے حضرتؒ پر تکلف دعوت کا اہتمام فرماتے۔ اماں جی مدظلہا مختلف انواع کے کھانے تیار کرتیں۔ حضرت صوفی صاحبؒ حضرت مولانا کے سامنے مودبانہ تشریف فرما ہوتے اور حضرت شیخ قدس سرہ کے زمانے کی یادیں اور تذکرہ دوستانہ ماحول میں ہوتا۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد جب بھی حضرت مولانا مدینہ منورہ تشریف لاتے حضرتؒ کے متعلقین کی خیریت دریافت فرماتے اور عند الملاقات نہایت شفقت و محبت سے پیش آتے۔ حضرت مولانا مدظلہ کی اہلیہ محترمہ بھی اماں جی مدظلہا سے ملاقات کیلئے تشریف لاتیں اور اماں جی بھی حضرت مولانا کی رہائش گاہ پر ملاقات کیلئے آتیں۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا نے اس ناکارہ اور حضرت مولانا محمد سہیل صاحب مدنی سے حضرتؒ کی کتابیں طلب فرما کر اپنے کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے کئی کتابیں طبع کرائیں۔ سب سے پہلے اکابر کا تقویٰ شائع ہوئی۔ رسالہ ام الامراض و محبت حضرتؒ کی حیات مبارکہ میں شائع ہوا تھا۔ حضرت کے دوسرے رسائل محبت و محبوبیت، محبت ہی محبت، محبت کا سودا، آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا نے شائع فرمائیں حضرتؒ کی سوانح مرد باصفا پہلی مرتبہ پاکستان سے شائع ہوئی تھی دو سال قبل حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دامت برکاتہم کے مقدمہ ''حرف اقبال'' کے اضافے کے ساتھ دوبارہ مکتبہ یحیوی سے شائع ہوئی۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب اور دوسرے احباب کے ساتھ پاکستان تشریف لائے اس سفر کا محرک بھی ملتان جناب محمد اسلم صاحب خلیفہ مجاز حضرت صوفی صاحبؒ کی دعوت پر سہ روزہ میں شرکت اور دیگر مدارس اور اہل تعلق سے ملاقاتیں تھا اسی سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت مولانا محمد شاہد سہارنپوری (نواسہ و خلیفہ حضرت شیخؒ) حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی دامت برکاتہم، حضرت حافظ صغیر احمد صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم مع دیگر

احباب خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا تشریف لائے۔ حضرت حکیم مسعود الرحمٰن مدظلہ کی فرمائش پر حضرت مولانا محمد شاہد صاحب نے حضرتؒ کے حالات پر بہت پر اثر انداز میں بیان فرمایا یہ تقریر رسالہ محبت اور مرد باصفا میں بھی طبع ہوئی۔ قیام حرمین میں حضرت مولانا طلحہ حضرت صوفی صاحبؒ کے متعلقین مقیم جدہ کی دعوت پر مجلس ذکر میں تشریف لاتے اور دعا و نصائح سے سرفراز فرماتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد طلحہ دامت برکاتہم کا مبارک سایہ تادیر قائم رکھے (آمین)

(۱۴) حضرت مولانا محمد یوسف متالا دامت برکاتہم (شیخ الحدیث بانی دارالعلوم بری برطانیہ وخلیفہ وشاگرد حضرت شیخ قدس سرہ)

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے محبّ ومحبوب اجل خلیفہ حضرت مولانا یوسف متالا دامت برکاتہم کو حضرت صوفی صاحبؒ سے بہت قریبی تعلق محبت وعقیدت تھی۔ حضرت مولانا مدظلہ نے اپنی مقبول تالیف کمالات وکرامات اولیاء میں حضرتؒ کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں حضرتؒ نے مدینہ منورہ سے والہانہ تعلق کی بناء پر ارشاد فرمایا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میرے گوشت کی بوٹیاں مدینہ منورہ کی بلیوں کو کھلا دینا حضرت متالا کی تصنیف ''جمال محمدی درس بخاری کے آئینے میں'' بھی ایک جگہ حضرتؒ کا تذکرہ فرمایا۔ ملاقات کے وقت حضرت مولانا حضرت صوفی صاحبؒ کو صوفی جی اس پیارے انداز سے مخاطب فرماتے کہ اس کی لذت ہم خدام محسوس کرتے۔ حضرتؒ بھی حضرت متالا دامت برکاتہم کی مقبولیت عند اللہ وکمالات کا بہت بلند انداز میں تذکرہ فرماتے۔ ایک بار فرمایا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے کمالات دیکھنا ہو تو مولوی یوسف کو دیکھ لو۔ حضرتؒ کی تصنیف صقالۃ القلوب میں علماء کرام اور مدارس میں خانقاہی نظام کے تذکرہ میں حضرتؒ نے حضرت مولانا کو مثال کے طور پر پیش فرمایا۔ حضرت شیخؒ دوبار حضرت مولانا ہی کی تحریک پر دارالعلوم برطانیہ تشریف لے گئے الحمدللہ حضرت شیخ قدس سرہ کی دعاؤں اور حضرت مولانا کے اخلاص وسعی کی برکت سے دارالعلوم کی کئی شاخیں برطانیہ کے شہروں میں قائم ہوئیں۔ حضرت مدظلہ کے شاگرد وخلفاء الحمدللہ حضرت مدظلہ کے زیر سرپرستی کئی مدارس اور خانقاہی نظام چلا رہے ہیں۔ کینیڈا اور امریکہ میں حضرت ڈاکٹر اسماعیل میمن دامت برکاتہم نے بھی دارالعلوم قائم کئے ہیں حضرت ڈاکٹر صاحب

فرماتے ہیں یہ مدارس بھی حضرت متالا کے دارالعلوم کی شاخیں ہیں حضرت ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے مولوی منصور و مولوی ابراہیم اسی دارالعلوم سے فارغ ہیں، تعلیم بنات کے بھی حضرت مدظلہ کی نگرانی میں مدارس قائم ہیں ۔اللہ پاک حضرت شیخ قدس سرہ اور حضرت متالا اور حضرت کے دیگر خلفاء کے فیوض کو تاقیامت جاری وساری رکھے (آمین)

(۱۵) حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم صدر مدرس مظاہر علوم

حضرت مولانا حضرت صوفی صاحبؒ کی تالیف آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعارف میں تحریر فرماتے ہیں ''اللہ پاک جزائے خیر عطاء فرمائے حضرت صوفی محمد اقبال صاحب خلیفہ حضرت شیخؒ کو کہ آپ نے آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ رسالہ مرتب فرمایا ہے اس میں وجوبی واستحبابی آداب کو بیان فرمایا اوران کی اہمیت وضرورت کی وضاحت فرمائی ہے۔حضرت صوفی صاحب ماشاء اللہ بہت ذہین وفطین انسان ہیں باریک بات کو اس طرز سے لکھتے اور سمجھاتے ہیں کہ آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے مضامین کے لکھنے اور سمجھانے کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے آپ کا طرز تعبیر عام مصنفین کے طرز سے ذرا جدا ہوتا ہے آپ کی تالیفات بحمد اللہ مقبول ومنشور ہیں زیر نظر کتاب بھی ایک اہم تصنیف ہے۔

حضرت مولانا نے اپنے مکتبہ خلیلیہ سے حضرت صوفی صاحبؒ کی تالیف مبارکہ حقوق خاتم النبیین میں درود شریف کا مقام اور صقالۃ القلوب شائع فرمائی یہ دونوں کتابیں علمائے کرام کو ہدیۂ پیش فرماتے ہیں۔

(۱۶) فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدہ کا مکتوب

حضرت مفتی صاحب زید مجدہ، حضرت صوفی صاحبؒ کے مسترشد اور خلیفۂ مجاز ہیں، حضرت والا سے ان کو نہایت گہرا تعلق تھا اور حضرت والا بھی ان کے علم وفضل کے نہایت قدردان تھے۔ذیل میں حضرت مفتی صاحب کا ایک مکتوب افادۂ ناظرین کے لئے بعینہٖ درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس سیدی حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ حضرت والا نے نہایت احسان فرمایا کہ اس نااہل کو نوازش نامے سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر حضرت اقدس کو سلامت باکرامت رکھے آمین۔ ''سلوک واحسان'' میں بندے کے کسی مضمون سے حضرت والا کو مسرت ہوئی اور روضۂ اقدس پر سلام عرض کیے گئے یہ سب حضرت والا کی ذرہ نوازی اور شفقت ہے۔ اللہ پاک ستاری فرمارہے ہیں کہ بندے کے عیوب مستور ہیں۔ استغفر اللہ العظیم۔ ورنہ بندہ کیا اور مضمون کیا؟

حج کے دونوں مسئلوں کے بارے میں علیحدہ کاغذ پر معروضات پیش کردی ہیں، جو حضرت کی رائے کے مطابق ہیں۔ الحمدللہ۔ بندے کی صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی اسی وجہ سے جواب لکھنے میں تاخیر ہوئی، معذرت خواہ ہوں۔ دعا تو جہات عالیہ کی درخواست ہے۔ فقط والسلام

بندہ عبدالستار عفی عنہ

۱۹/۱/۱۹ھ

(۱۷) استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب دامت برکاتہم کا ارشاد

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب مظاہر العلوم سہارن پور کے صدر مفتی رہے ہیں۔ اس وقت رائے پور کی خانقاہ کے سرپرست ہیں، مسائل میں مرجع العلماء ہیں، اہم فتاوے مظاہر العلوم سے اب بھی آپ کی خدمت میں بھیجے جاتے ہیں۔

آپ نے ۱۴۱۷ھ حج وزیارت کے لیے حرمین شریفین کا سفر فرمایا، مدینے پاک میں اپنے شاگرد مولانا حکیم محمد عثمان صاحب کے توسط سے حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس تشریف لائے، تقریبا پون گھنٹے دوزانو بیٹھے رہے، بعد میں انھوں نے مولانا عثمان صاحب سے فرمایا کہ حضرت صوفی صاحب کی مجلس میں، ایک ہی نشست میں ہمارا سفر وصول ہوگیا۔

(۱۸) حضرت مولانا محمد رابع ندوی صاحب زید مجدہم کے تاثرات

الحمد للّٰہ رب العالمین،والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

حضرت مولانا شاہ محمد اقبال مہاجر مدنی ہوشیار پوری تصوف واحسان کی راہ پر ممتاز حیثیت سے گامزن رہنے والی شخصیت تھے،ان کو اپنے شیخ ومرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا فدایانہ تعلق تھا، جوان کی تصوف کی راہ میں خصوصی امتیاز رکھنے کی علامت تھا۔وہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے تربیت یافتہ اورتزکیہ واحسان میں ان کے نقش قدم پر چلنے والے تھے،اورآخر میں انہی کے طریقہ پر وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے تھے۔اوروہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسوں میں اورخصوصی مواقع پران کی شفقت اوراعتماد کے حامل بنے ہوئے تھے،پھران کی وفات کے بعداپنے اس حال کوقائم رکھتے ہوئے اپنے مسترشدین کوفائدہ پہنچاتے تھے،ان کوحضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل تھی ،اس کی بناء پران کوحضرت شیخ کے طریقہ حق کے متعلق طالبین حق کو فائدہ پہنچانے کا حق حاصل تھا،تزکیہ واحسان کے سلسلہ میں وہ جن احوال وکیفیات سے گذرے ،ان کو انہوں نے قلمبند بھی کیا،اور حضرت شیخ الحدیث کے حکم سے بعض رسائل ترتیب دیئے ،جن کودیکھنے سےتزکیہ واحسان میں ان کی خصوصیت کاعلم ہوتا ہے،ان سے تربیت حاصل کرنے والوں کودیکھنے سے بھی ان کےاس مقام کا پتہ چلتا ہے، جوان کوحضرت شیخ کی جانب سے حاصل تھا۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جانے سے پہلے وہ لکھنؤ اور رائے بریلی میں حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سےاستفادہ کی غرض سےایک مدت تک ساتھ رہے،وہ استفادہ ان کاعلمی ودینی دونوں طرح کا تھا،وہ جدیدتعلیم سے استفادہ کر کے دینی درسگاہ میں استفادہ کیلئے آئے تھے،اورانہوں نے تکیہ وندوہ کے ماحول میں علمی ودینی فائدہ بھی اٹھایا،حضرت مولاناعلی میاں رحمۃ اللہ علیہ کےساتھ سفروحضرمیں بھی ساتھ رہے،جس کا حضرت مولانا نے اپنی کتاب کاروان زندگی میں تذکرہ بھی کیا ہے،انہیں کے مشورہ سے وہ حضرت شیخ کے یہاں حاضر ہوئے،اورتبلیغی دعوت و

عمل سے بھی ربط ہوا، اس کے ساتھ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو ربط قائم ہوا تھا وہ برابر قائم رہا، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں ہجرت کرنے کے بعد بھی حضرت مولانا علی میاں کی آمد پر ان کے پاس آنا اور بڑے دیرینہ تعلق کے انداز سے بات کرنا اور اظہار تعلق کرنا یہ اسی تعلق ومحبت کا نتیجہ تھا، جو شروع میں ان کا حضرت مولانا سے قائم ہوا تھا، اس کا اثر ہم لوگ بھی محسوس کرتے تھے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو ان سے میرا ربط ان کے شروع دور سے ہی ہو گیا تھا، جب وہ لکھنؤ اور رائے بریلی میں مقیم تھے، اور پھر جب میرے ماموں اور سرپرست حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے لئے فیصلہ کیا، کہ میں مظاہر و دیوبند سے بھی استفادہ کروں، اس طرح حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی صحبت واستفادہ کا فائدہ حاصل ہو، تو اس سفر میں انہوں نے حضرت صوفی صاحب کو ہی میرے ساتھ کیا جو طالب علم ہی کے مرحلہ میں تھے، اور مجھ سے کچھ بڑے اور بڑے بھائی کی طرح تھے، اس طرح ذاتی طور پر میرا ان سے تعلق بڑھا، اور آخر تک رہا، ان سے اپنائیت محسوس ہوتی تھی اور حضرت مولانا علی میاں ندوی سے ان کی خوش دلی کی ملاقاتیں دیکھ کر بڑی اپنائیت کا احساس ہوتا تھا، تزکیہ واحسان کے میدان میں ان کی ترقی دیکھ کر ان کی عظمت وخصوصیت کا بھی احساس ہوتا، لیکن یہ اس اپنائیت کے ساتھ تھا جو شروع دور میں پیدا ہوئی تھی اور بعد میں بھی عندالقاء اس کا احساس ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب کو غریق رحمت کرے اور ان سے جو فیض پہنچا اس کو قائم رکھے، ان کے حجاز کے دوران قیام ان کے مسترشدین ومعتقدین میں محب گرامی جناب ڈاکٹر سید اشرف الدین صاحب کو بڑی خصوصیت حاصل ہوئی، اور وہ ان سے ایسے وابستہ ہوئے کہ ان کے بعد بھی ان سے حاصل کردہ فیض کو جاری رکھا، اور اب ان کے ملفوظات وارشادات کا انتخاب کر کے سوانحی انداز سے قارئین کے سامنے لا رہے ہیں، اس سے حضرت صوفی صاحبؒ سے جو لوگ قریب سے زیادہ واقف نہیں ہیں، اس سے انہیں بھی صوفی صاحب کی خصوصیات کا علم ہوگا، صوفی صاحب کو حضرت شیخ کی نسبت سے خاصی شہرت ملی، اور ان کو حضرت شیخ کا اس درجہ اعتماد حاصل ہوا کہ انہوں نے ان سے

بعض اہم رسائل سلوک واحسان سے متعلق تصنیف کرائے جن میں ایک کتاب اکابر کا سلوک واحسان بھی ہے، جس پر مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ کا بڑا بصیرت افروز مقدمہ ہے، صوفی صاحب کو حضرت شیخ کے علاوہ حضرت مولانا علی میاںؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی، اور حضرت مولاناؒ کی طرف سے یہ اجازت ان کے معتمد خاص محب گرامی ڈاکٹر اشرف الدین صاحب کو بھی حاصل ہوئی ہے، ڈاکٹر صاحب نے ازراہ کرم مجھے اس تصنیف میں شریک کیا، جو حضرت صوفی صاحب کے متعلق ان کے دینی مقام کو واضح کرنے کیلئے انشاءاللہ مفید ثابت ہوگی۔

محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء لکھنو

ناظم ندوۃ العلماء، صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، ممبر: مجلس تاسیسی رابطہ اسلامی مکہ مکرمہ

نائب صدر: رابطہ ادب اسلامی۔ صدر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلامی

صدر: دینی تعلیمی کونسل ممبر آکسفورڈ سنٹر برائے تعلیم اسلامی آکسفورڈ، یوکے

(۱۹) تأثرات حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی زید مجدہم

عارف باللہ حضرت اقدس صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق چند تأثرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عارف باللہ محب صادق عاشق رسول ﷺ حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں یہ سیاہ کار تفصیل سے نہیں لکھ سکتا کہ ان کی کون کون سی خوبی لکھی جائے اور کون سی چھوڑی جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو اپنے ہاں اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور ان کے مرقد مبارک کو اپنے انوار سے منور فرمائے اور ان کی ہمیشہ کی دلی خواہش وتمنا کے مطابق ہمارے اور ان کے شیخ کے ساتھ جنت الفردوس میں اپنی رحمت سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

البتہ چونکہ بعض اکابر واحباب کرام کی طرف سے تقاضہ ہوا کہ حضرت صوفی صاحب کے بارے میں کچھ ضرور لکھو اس لئے تلبیۃً للامر لکھنے بیٹھا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے حق اور صحیح لکھنے کی توفیق عطا فرما کر قبولیت سے نوازے آمین۔

اس سیاہ کار کے نزدیک مولانا محمد سہیل صاحب کی تالیف مبارک (مرد باصفا) کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب کے تمام متعلقین محبین واحباب کو اس کتاب کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس میں حضرت کی حیات مبارکہ سے متعلق کافی تفصیل آ گئی ہے اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے لئے اور حضرت صوفی صاحب کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

یہ سیاہ کار اس مضمون میں صرف حکم کی تعمیل میں چند تأثرات تحریر کرے گا جن میں سے سب سے اہم امر جس سے یہ سیاہ کار متأثر ہوا وہ حضرت صوفی صاحبؒ کا ہر وقت موت اور امور آخرت کا استحضار تھا جو شخص حضرت صوفی صاحبؒ کی خدمت میں کچھ وقت گزارتا تھا وہ ضرور اس کو محسوس کرتا تھا

کہ ہر مجلس میں ایسی کوئی بات ہو ہی جاتی جس سے یہ تأثر ملتا کہ موت آنے والی ہے اس کی فکر ہونی چاہیئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے انہوں نے ایک دفعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تذکرہ فرماتے ہوئے اپنے شاگردوں کو کہا (جو کہ سب ہی فقہاء اولیاء وتابعین میں سے تھے) **"انتم اکثر منهم صلاة و صوماً و صدقةً ولکنهم کانوا افضل منکم قیل: ولم ذاک؟ فقال ابن مسعود رضی الله عنه لأنهم کانوا أرغب منکم فی الآخرة وازهد منکم فی الدنیا"**

یعنی کہ ان لوگوں (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) سے تم زیادہ نمازیں (نوافل) پڑھتے ہو، زیادہ روزے رکھتے ہو اور زیادہ صدقہ خیرات کرتے ہو مگر پھر بھی وہ تم سے افضل تھے۔ عرض کیا گیا کہ حضرت یہ کیوں؟ تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اس لئے کہ وہ حضرات تم سے زیادہ آخرت کی طرف راغب تھے اور تم سے زیادہ دنیا سے زاھد (منہ موڑے ہوئے) تھے۔

جب سے اس سیاہ کار کا حضرت صوفی صاحب سے تعارف ہوا اس وصف مبارک میں کمی نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس وصف مبارک سے متحلّی ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک اور خصوصیت جو حضرت صوفی صاحب میں پائی گئی کہ اکابر (جن کو حضرت شیخ قدس سرہ العزیز خود اپنے اکابر سے ہی یاد فرماتے تھے) کے موجود ہوتے ہوئے بھی انہوں اس دور میں حضرت شیخ سے ہی اصرار کے ساتھ بیعت کی جس کی تفصیل خود حضرت صوفی صاحبؒ کے قلم سے (حضرت شیخ اور ان کے خلفاء کرام) میں محرر ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں بیعت سے قبل اور اثناء کی حالت کے بارے میں:

(اسی دوران رمضان المبارک میں میں اپنے قاری صاحب کے ساتھ مسجد میں معتکف تھا اور شمائل ترمذی کا ترجمہ خصائل نبوی کا مطالعہ کرتا تھا مجھے خواب میں حضرت اقدس شیخ قدس سرہ کی زیارت ہوئی اور ان سے دودھ کا پینا بھی یاد پڑتا ہے۔ اس خواب کے بعد جبکہ شمائل ترمذی میں "باب مزاح النبی

ﷺ'' آیا تو ایک حدیث جس میں ''یا اباعمیر مافعل النغیر '' آتا ہے۔کی شرح میں حضرت نے تحریر فرمایا ''اس حدیث میں بعض علماء نے (۱۰۰) سو سے زائد مسائل بتائے اس ذات کے قربان جس کے ایک مذاقی فقرے سے سوسو مسائل حل ہوتے ہوں اور ان علماء کی قبروں کو اللہ پاک سراپا نور بنا دے جنہوں نے اپنے رسول ﷺ کے کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے کتنے مسائل استنباط کئے اور ان کو محفوظ رکھا اور پھیلایا''۔

بندہ کے دل پر ان دوسطروں کا غیر معمولی اثر ہوا اور محسوس ہوا کہ یہ بات کسی عاشق صادق کے دل سے نکلی ہے۔ بندہ چونکہ بیعت سلوک کا مقصد محبت واخلاص ہی کا حصول سمجھتا تھا اسلئے دل میں پختہ ارادہ ہوگیا کہ اسی کتاب کے مصنف ہی کو اپنا آقا اور مرشد بنانا ہے اور یہ شوق دل ودماغ پر اس قدر مسلط ہوا کہ اپنا پہلا بیعت ہونا یاد ہی نہ رہا (بچپن میں حضرت صوفی بالغ ہونے سے قبل حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے تبرکاً بیعت ہوئے تھے) لیکن حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی کتب کے مطالعہ سے اس بات کا خیال تھا کہ بیعت میں جلدی نہیں کرنی چاہئے پہلے آمدورفت وتعلقات قائم کر کے مناسبت پائی جانے کے بعد ہی بیعت کروں گا۔ چنانچہ دیوبند کے زمانہ تعلیم میں کچھ عرصہ بغیر بیعت کے حضرت شیخؒ سے تعلق رہا پھر ۱۹۴۵ء میں ایک روز حضرت اقدس سے بیعت کی درخواست کی۔اس پر حضرت نے بہت حیرانی اور تعجب سے جواب دیا کہ: (اس بات کا مجھ سے کیا واسطہ اس کے لئے میرے دو بزرگ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ اور حضرت اقدس رائے پوری موجود ہیں دیوبند تو تمہارا قیام ہے اور رائے پور بھی تم جاتے رہتے ہو۔ایک چاند ہے ایک سورج ہے۔جس طرف تمہارا خیال ہو ضرور بیعت ہو جاؤ)۔ مگر احقر نے کئی دن اصرار کے بعد جب یہ عرض کیا کہ مجھے حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے اگر حضرت کسی وجہ سے بیعت نہیں فرماتے تو بندہ کسی اور جگہ بیعت ہی نہیں ہوتا اس پر حضرت نے استخارہ کا حکم فرمایا۔ بندہ تعمیل ارشاد کے بعد جب بیعت کے لئے حاضر ہوا تو اس وقت نہایت بشاشت اور ناقابل بیان خصوصی توجہ سے مدرسہ قدیم کی مسجد میں بیعت فرما کر ابتدائی معمولات مختصر تجویز فرمادیئے۔اور پھر یہ تعلق اتنا بڑھا کہ روز بروز ترقی ہی کرتا رہا حتیٰ کہ قطب الاقطاب برکۃ العصر مجدد زمان حضرت شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز کے معتمد ترین خلفاء کرام میں شمار ہونے لگے حضرت شیخ کا یہ اعتماد ہزار نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ یہ اعتماد ہی تھا جس کی وجہ سے حضرت صوفی صاحب ؒ سے حضرت شیخ خاص مضامین لکھواتے اور ان پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے اور خصوصاً مختلف مسائل وامور سلوک وتصوف کے بارے میں حضرت صوفی صاحب سے لکھوانا۔

حضرت صوفی صاحب ؒ خود بھی بعض دفعہ مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ کے متعلقین کا قلب جاری کرنا تو سنا ہوا تھا ہمارا تو حضرت شیخ ؒ نے قلم جاری کر دیا اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ حضرت صوفی صاحب ؒ کا اس سے پہلے رجحان وذوق لکھنے لکھانے کا نہیں تھا حضرت شیخ کی توجہ اور اعتماد کامل کی وجہ ہی بنی کہ ان کا قلم اس میدان میں چل پڑا اور اس قلم سے ایسے ایسے رموز تصوف واسرار سلوک کھلے کہ ہر پڑھنے والا اسے محسوس کرتا ہے۔ اس لئے یہ سیاہ کار اکثر اپنے رفقاء و متعلقین کو اس طرف متوجہ کرتا رہتا ہے کہ حضرت صوفی صاحب کے رسائل کو بہت اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں بڑے عمیق مضامین کو حضرت صوفی صاحب نے نہایت آسان کر کے بیان فرمایا ہے۔ یہ ساری حضرت شیخ کے اس اعتماد ہی کی برکت ہے۔ اب دل چاہتا ہے کہ حضرت شیخ کے اعتماد کے چند نمونے پیش کروں۔

(۱) رسالہ ''اکابر کا تقویٰ'' میں رسالہ کی اہمیت تحریر فرما کر حضرت شیخ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

(آج ۲۸ رذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۷۷ء کو مسجد نبوی میں یہ سطور لکھوا کر صوفی صاحب کے حوالہ کرتا ہوں کہ آئندہ اس کی تکمیل وہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے کہ وہ بھی عرصہ سے بیماری میں میرے قریب قریب ہی چل رہے ہیں۔ مگر چونکہ اس جذبہ میں میرے ساتھ ہیں اس لئے ان کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان سے اس کی تکمیل کرائے اور ان کے لئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے۔ فقط)

(۲) حضرت قطب الاقطاب اپنی کتاب ''فضائل تجارت'' اس کو تصنیف فرمانے کے بعد بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں:

(آج ۱۷رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ شب چہار شنبہ مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کرادی۔ اور اپنے

مخلص دوست صوفی اقبال صاحب جن کی کئی تصانیف میرے ہی کہنے سے لکھی جا چکی ہیں اور شائع ہو چکی ہیں ان سے درخواست کی ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو امید نہیں ہے۔ وہ پورا کردیں۔ مگر چچا جان کی توجہ سے خود ہی لکھوادیا)۔

(۳) رسالہ ''محبت'' طبع اول کے متعلق حضرت شیخؒ تحریر فرماتے ہیں:

(اس ناکارہ نے صوفی اقبال صاحب کا رسالہ سنا۔ ماشاء اللہ بہت اونچے مضامین کو بہت آسان طریقہ سے سمجھایا ہے)۔

(۴) (حضرت شیخؒ اور ان کے خلفاء کرام) حضرت صوفی صاحبؒ سے متعلق مضمون کے آخر میں ایک حضرت شیخؒ کا گرامی نامہ حضرت الحاج حافظ صغیر احمد صاحب مدظلہ العالی (خلیفہ مجاز حضرت شیخؒ) کے نام چھپا ہوا ہے جو بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے جس سے حضرت صوفی صاحبؒ پر اعتماد بھی صاف ظاہر ہوتا ہے۔

گرامی نامہ قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ

باسمہٖ سبحانہ

مکرم ومحترم جناب الحاج بھائی صغیر احمد

بعد سلام مسنون

میری طبیعت خراب ہی چل رہی ہے قسم قسم کے عوارضات ساتھ لگے ہوئے ہیں اللہ ہی میرے حال پر رحم فرمائے۔ صوفی اقبال کے رسائل ''ذکر کی اہمیت'' ''اعتکاف کی اہمیت'' اور ''ایک نصیحت آموز ترغیبی خط'' تمہیں بھیجا گیا ہے کہ پاکستان میں تینوں کو یکجا چھاپ دو۔ تم اس سے پہلے بھی میرے کئی رسائل چھپوا چکے ہو۔ میری وجہ سے تم دوستوں کو بڑی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اللہ جل شانہ تمہیں دونوں جہان میں اپنی شایان شان اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ مکارہ سے محفوظ فرمائے، دارین کی ترقیات سے نوازے۔ آج کل میرے اوپر اس ذکر کی لائن کے فروغ کا بہت ہی فکر سوار ہو رہا ہے۔ خدا کرے دینی مدارس اور دینی مراکز میں یہ عام ہو جائے۔ اور زیادہ سے زیادہ ذاکرین پیدا ہو جائیں۔ یہ ناکارہ دل سے

دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ تمہیں بھی اور اس سیاہ کار کو اور میرے سب دوستوں کو ذکر کی تبرکات سے نوازے

فقط والسلام حضرت اقدس شیخ الحدیث زید مجدہ

بقلم نجیب اللہ ۷ مارچ ۱۹۸۲ء

از کاتب سلام مسنون درخواست دعا

اسی لئے کئی رسائل ایسے ہیں جن کو حضرت صوفی صاحب نے حضرت شیخ قدس سرہ کے حکم سے تصنیف فرمایا اور بہت سے رسائل ایسے ہیں جن کو سن کر حضرت شیخؒ نے پسند فرمایا اور طبع کرانے کا حکم فرمایا اور طباعت کے اخراجات کا کل یا جزء خود اپنے پاس سے مرحمت فرمایا اور کئی کے بارے میں صراحۃ فرمایا کہ ''یہ میری ہی کتب ہیں'' اور حضرت شیخؒ کی مجالس میں اہتمام سے ان کو پڑھ کر سنایا جاتا۔ یہ سب اسی اعتماد کلی کا مظہر تھا جو حضرت صوفی صاحب کو بدون شرکت غیر حاصل تھا۔ اسی اعتماد کا ایک مظہر حضرت شیخؒ کا ان کے بارے میں خانقاہی نظام چلانے کی فکر کرنا تھا جس کے بارے میں مختصراً عرض ہے۔

خانقاہی نظام کی تاکید

حضرت اقدس اپنے اکثر خلفاء ومجازین کے بارے میں نہ صرف متمنی تھے کہ وہ اپنی اپنی جگہ جم کر بیٹھیں اور خانقاہی نظام قائم کریں بلکہ بہت سوں کو باقاعدہ اس کا حکم بھی فرمایا اور شدت سے اصرار کر کے ان کی جگہ قائم کروایا۔ اور آخری سالوں میں تو کثرت سے اس کا اظہار فرماتے تھے۔ البتہ یہ سیاہ کار چونکہ حضرت کے ساتھ ہی ہوتا تھا اس لئے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ویسے فی الجملہ اپنے ساتھ رہنے والے دو چار سے ہمیشہ بہت ہی اہمیت سے فرماتے رہتے: ''پیارو اب تو ہم چلے بس تم لوگوں سے ہی کچھ امید ہے''

خصوصاً حضرت صوفی اقبال صاحب سے خاص طور پر فرماتے کہ: (صوفی جی اب یہ کام تم ہی نے کرنا ہے۔ سلسلے کو چلاؤ۔ تواضع میں آکر کہیں سلسلہ ہی نہ ختم ہو جائے)

اس طرح کے مختلف جملے فرماتے رہتے اور آہیں بھی بھرتے رہتے اسی طرح اپنے حجاز مقدس کے قیام کے دوران جب صاحبزادہ امجد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی کے بارے میں یہ خبریں

ملتیں کہ ان کے ہاں باقاعدہ ذکر کی مجلس و بیعت کا سلسلہ وغیرہ معمولات خانقاہیہ جاری ہیں تو ان کو تو بالعموم کچھ نہ لکھتے البتہ خدام کے سامنے بہت ہی خوشی کا اظہار فرماتے۔

یہ سب کچھ حضرت صوفی صاحب کے علم میں تھا۔ اس لئے حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ کی وفات کے بعد اپنے آپ کو گویا اس مبارک کام کے لئے وقف کر دیا اور چونکہ مدینہ منورہ کے قیام میں کھل کر اس کام میں لگنا بظاہر مشکل تھا اور پاکستان میں میدان وسیع تھا اس لئے حضرت صوفی صاحب نے ہر سال پاکستان کے لمبے لمبے اسفار کئے اور خانقاہی نظام کی وسعت اور پھیلاؤ کے لئے حضرت شیخ ؒ کی تمنا کے مطابق دن رات محنت کی اور ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نے اس میں انہیں قبولیت سے نوازا، پاکستان کے ہر علاقے میں حضرت صوفی صاحبؒ نے کام کیا اور ہر طبقہ کے لوگ ان کے فیوض مبارکہ سے مستفیض ہوئے جس کے انوارات ابھی تک ہر جگہ ہر شخص محسوس کرتا ہے۔ کئی خانقاہیں نئی آباد ہوئیں جگہ جگہ مجالس ذکر و درود شریف قائم ہوئیں اور ہزاروں لوگ ان سے منور و مستفیض ہوئے۔ ہر جگہ کے اکابر و مشائخ کی محبتیں حضرت صوفی صاحبؒ ہمیشہ سمیٹتے رہے جوانی میں حضرت شیخ و حضرت شیخ الاسلام مدنی اور حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہم کی شفقت و محبت سے سرفراز ہوئے۔ مدینہ منورہ کے قیام میں حضرت مولانا شیر محمد صاحب سندھی مہاجر مدنی کی خدمت میں خصوصی محبت و شفقت سے سیراب ہوئے کافی مدت ان کی خدمت کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ حج کے مسائل میں ان کی شاگردی سے بھی مشرف ہوئے اور اسی وجہ سے حج کے مسائل میں ہمارے حضرت شیخ اور حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کا مکمل اعتماد حاصل تھا۔ بہت اہم پیچیدہ مسائل حج میں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب صرف حضرت صوفی اقبال صاحب سے مشاورت کرتے اور ان کی تصدیق و تائید کے بعد پوری طرح مطمئن ہوتے۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا عبدالغفور نقشبندی مدنی اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی کی محبت و شفقت بھی ہمیشہ رہی جس کے قصے حضرت صوفی صاحب اکثر سناتے، پھر ان حضرات کے بعد میں آل و اولاد و متعلقین کی خصوصی تعلق و محبت حاصل رہی۔

اس کے علاوہ حضرت جی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن الندوی نیز حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ان سب حضرات کے حضرت صوفی صاحب منظور نظر رہے۔ حضرت شیخ کی سوانح میں حضرت ندوی نے حضرت صوفی صاحب کے بارے میں نام لیکر اور اسکے علاوہ کئی جگہوں پر حضرت صوفی صاحب کے بلند مرتبہ ومقام کا تذکرہ خیر فرمایا۔

اسی طرح حضرت مولانا علی المرتضٰی قدس سرہ نے بہت محبت بلکہ احترام کے ساتھ تحریراً اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ اور حضرت مولانا قاضی زاھد الحسینی (جو کہ شاگرد رشید شیخ الاسلام مدنی تھے اور امام الاولیاء حضرت احمد لاہوری کے خلیفہ مجاز تھے) اپنے ایک مکتوب میں حضرت صوفی صاحب کو ''اکابر کے روحانی معارف کے امین'' قرار دیتے ہیں اور ہمیشہ بہت محبت وقلبی تعلق کا اظہار فرماتے۔

اسی طرح استاذ القراء ولی کامل حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب مہاجر مدنی نہایت محبت وتعلق کا معاملہ فرماتے اور جو علماء حضرت صوفی صاحب سے بیعت ہوتے ان کو مبارک باد مرحمت فرماتے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن صاحب حضرت صوفی صاحب کے بارے میں بڑے اونچے کلمات فرماتے۔ اور محدث جلیل حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی تو باقاعدہ حضرت صوفی صاحب کے ساتھ کئی رمضانوں میں شریک اعتکاف ہوئے اور پروفیسر جلیل احمد صاحب کو ایک دفعہ فرمایا کہ ''میرے خیال میں حضرت شیخ الحدیث کی نسبت خاصہ حضرت صوفی صاحب کی طرف منتقل ہوئی ہے''

ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب سکھروی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت کا عجیب تعلق تھا گویا محبّ ومحبوب ہوں۔

(الحاصل) محترم ومکرم عارف باللہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب نوراللہ مرقدہ ہمارے شیخ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کے اجل خلفاء

کرام میں سے تھے۔ حضرت شیخ کی مدت دراز تک صحبت وخدمت کا اللہ نے انہیں موقع نصیب فرمایا اور حضرت شیخ کے قرب خاص سے سرفراز ہوئے گویا حضرت شیخ کے صاحب سر تھے حضرت شیخ کو ان سے بہت قوی قلبی تعلق تھا خصوصاً تصوف وسلوک کی کئی کتب حضرت شیخ کے ایماء اور حکم سے انہوں نے تصنیف فرمائیں اس بارے میں حضرت شیخ کا مکمل اعتماد انہیں حاصل رہا حضرت شیخ سے انہیں مکمل توحید مطلب کے ساتھ قلبی تعلق تھا حضرت کی معمولی ناراضگی بھی انہیں کبھی گوارا نہیں ہوئی۔ حضرت شیخ کی وفات کے بعد تقریباً ۱۸ (اٹھارہ) سال حضرت صوفی صاحب حیات رہے اس مدت میں بھی حضرت شیخ ہی کا ذکر تذکرہ ان کی منشاء ورغبت اور خصوصاً حضرت شیخ کا آخری زندگی کا مشن ذکر اللہ اور درود شریف کا اہتمام، اس کی نشرواشاعت کی فکر، مجالس ذکر ودرود اور تصوف کے شعبہ اور خانقاہی سلسلے کی تقویت میں ہی ان کی آخری زندگی صرف ہوئی۔

یہ ساری زندگی انتقال تک حضرت شیخؒ ہی کے اتباع اور انکی منشاء کے کاموں میں کھپادی اس سیاہ کار نے انہیں ہمیشہ حضرت شیخؒ ہی کا متبع اور انہی کے عقائد ونظریات اور طرز عمل کا جامد مقلد پایا، اکابر علماء واولیاء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کا سچا تابعدار، محب وعاشق اور انہی کے عقائد ونظریات کو شائع کرنے والا پایا، حتیٰ کہ اپنے متعلقین ومریدین کو ہمیشہ انہوں نے سختی سے اسی بات کی تلقین کی کہ اکابر دیوبند کے آراء وعقائد ہی قرآن وسنت کی سچی اور صحیح ترجمان ہیں۔ ہمارے شیخ قدس اللہ سرہ العزیز بھی انہی کے پابند تھے ہمیں بھی اسی کے پابند رہنا چاہیئے، خود بھی سختی سے اس پرکاربند رہے اور اپنے متعلقین کو بھی اسی کی اہتمام سے تاکید فرماتے رہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ الابرار الصالحین المقبولین۔

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۶ جولائی ۲۰۰۰ء کو حضرت صوفی اقبال صاحب قدس سرہ العزیز کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ابرار واولیاء صالحین کے ساتھ اپنے شیخ کے قدموں جنت البقیع ان کی تدفین ہوئی۔

فهنيئاًله ثم هنيئاًله. ونرجوامن الله ان يرزقنا اياه آمين بجاه النبى الكريم صلى الله عليه وعلىٰ آلهٖ واصحابهٖ وازواجهٖ واتباعهٖ اجمعين وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً

حضرت صوفی صاحب قدس سرہ العزیز کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے چند تأثرات جو ذہن میں آتے رہے اس سیاہ کار نے جلدی میں لکھدیئے حضرت صوفی صاحب کا سلوک وتصوف میں عالی مقام تو اللہ ہی جانے کتنا تھا مگر اسکی ایک جھلک جو مکاتبت انکی حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ (شہید اسلام) سے عمر کے آخری سالوں میں ہوئی ہے اس میں نظر آتی ہے اسلئے یہ سیاہ کار اس مضمون بے ربط کا اختتام ان مبارک تحریروں سے کرتا ہے جو کہ ۲۹/۴/۱۴۱۹ھ کو محرر ہیں یعنی انتقال سے تقریبا دو سال قبل اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کے انوار وفیوض ومعارف سے ہم سب کو اور امت مسلمہ کو تادیر منور ومستفیض ومستفید فرماتا رہے۔ آمین

ان مکاتیب کو بعینہٖ (مرد باصفا) سے نقل کرتا ہوں:

وصلی اللہ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وبارک وسلم تسلیماً کثیراً

کتبہ الفقیر الی رحمۃ ربہ الکریم

عبد الحفیظ المکی (مکہ مکرمہ)

شب بدھ ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸/ستمبر ۲۰۱۶ء

(۲۰) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا عقیدت مندانہ تعلق

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ کو حضرت صوفی صاحبؒ سے نہایت عقیدت مندانہ تعلق اور محبت تھی۔ ایک جلسے میں جب کہ حضرت صوفی صاحبؒ بھی تھے، حضرت مولانا نے حضرت والا کا تعارف اس طرح فرمایا کہ ''ہم کو تو حضرت شیخؒ کی زیارت اور کچھ وقت، صحبت کا نصیب ہوا ہے اور حضرت صوفی صاحب وہ ہستی ہیں جنھوں نے دن رات، سفر وحضر، خلوت وجلوت میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی صحبت اٹھائی اور ان کے خصوصی فیوضات سے مستفیض ہوئے۔ یہاں ہم حضرت والا سے حضرت مولاناؒ کی مکاتبت بعینہٖ درج کرتے ہیں۔

مکتوب، حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ

بسم اللہ والحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

من المدینۃ المنورۃ علیٰ منورہا ومحییہا الف الف صلاۃ وسلام

ازاحقر محمد اقبال ہوشیار پوری مہاجر، مدینہ منورہ

۲۹ جون ۱۹۹۶ء

بخدمت مخدوم ومکرم حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج اچھے ہوں گے۔ میں آج کل بیمار ہوں دل کا مریض۔ کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی خط لکھ سکتا ہوں، خصوصاً اس وقت تو شدید ضعف اور بخار بھی ہے۔ اسی حالت میں عریضہ لکھوانے کا شدید تقاضہ ہوا۔ آپ کی کتاب ''اطیب النغم'' حضرت مولانا عمیر صاحب سلمہ کے ذریعے ملی، اسی بیماری کی حالت میں پڑھے بغیر نہ رہ سکا، بہت نفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ بہت جزائے خیر عطا فرمائے، قبول فرمائے۔ اگر آپ یہ ترجمے کی محنت نہ کرتے تو ہم تو اس کے فیض سے بالکل محروم رہتے۔ اس متبرک کتاب کے ساتھ حضرت نثار احمد صاحب کی تالیف ''آئینہ سلوک'' بھی سنی جس پر آپ کی تقریظ پڑھ کر آپ کے لیے ایک بشارت دل میں آئی وہ عرض کرنی ہے کہ اگر بالفرض حضرت شیخؒ ایسی کتاب پر تقریظ لکھواتے تو میرا اندازہ ہے کہ آپ ہی کے الفاظ یا اس کے ہم معنی الفاظ ہوتے۔ شیخ سے ایسی مناسبت بہت مبارک ہے اور میں اس کو ترقیات کی بشارت سمجھتا ہوں۔ اس وقت مجھے حضرت شیخ کے نام آپ کا وہ عریضہ بھی یاد آیا جس کی پشت پر حضرت نے آپ کو اجازت نامہ لکھوایا تھا۔ اس میں اپنے کچھ نہ ہونے کا اور عبدیت کا سچا مضمون تھا۔ اس خط کو مولانا حبیب اللہ صاحب نے مجھے دکھلایا تو میں نے کہا تھا کہ جن کا یہ خط ہے۔ اس میں سچائی کی خوشبو ہے اور نسبت کی علامات ہیں ان شاء اللہ حضرت ان کو اجازت دیدیں گے۔ تب حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے مجھے خط کی پشت پر اجازت لکھوائی ہوئی دکھائی۔

آپ جیسے مشغول بزرگ کے لیے میرا عریضہ بہت طویل ہوگیا۔لیکن ایک بات لکھنے کو جی چاہتا ہے کہ حضرت شیخؒ اوران کے حکم سے حضرت رائے پوریؒ،حضرت مدنیؒ اوران کے خلفاءاور حضرت لاہوریؒ ،حضرت دین پوریؒ وغیرہ،دیگر اکابرین کی صحبت وخدمت اور حضرت شیخؒ کے ذریعے اکابرین،حضرت گنگوہیؒ،حضرت سہارن پوریؒ،کے مزاج مبارک کا جواندازہ ہوا وہ عرض کرتا ہے تاکہ آپ کچھ تصحیح فرمائیں۔کیوں کہ اپنے اس خیال کو حضرت شیخؒ کے سامنے عرض کرنے کی نوبت نہیں آئی،اب کوئی نظر نہیں آتا۔

وہ یہ ہے کہ''سلوک وتصوف وغیرہ''جس میں تہذیب اخلاق بھی ہےاور بہت اچھی اچھی دینی ضروری ضروری باتیں ہیں ان سب کو پیش نظر رکھ کر بھی میرا خیال ہے کہ''حقیقت تصوف میں تصوف بالکل نہیں ہے۔''(واللہ اعلم بالصواب) تصوف تو صرف اخلاص،احسان اوراندر کی ایک پاکیزگی اور تعلق کا نام ہے۔باقی سب زوائدوذرائع اوروسائط ہیں۔لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ متعارف تصوف کواختیار کیے بغیر مطلوبہ حقیقتِ تصوف کا حصول عادۃً بہت دشوار ہے۔

آپ کا جی چاہے تواپنی رائے لکھیں کیوں کہ میرے علم میں اور کوئی نہیں جس سے پوچھوں۔اضاعتِ وقت کی معافی مانگتے ہوئے ایک لطیفہ لکھتا ہوں جی چاہے تو پڑھ لیں ورنہ ضروری نہیں۔حضرت شیخؒ کی عادتِ شریفہ تھی کہ لیٹے ہوئے کوئی کتاب سنتے رہتے۔(مجلسی کتاب کے علاوہ)ایک دفعہ مکتوبات صدی سن رہے تھے ایک مکتوب بہت مشکل تھا۔بندہ حضرت کے سر پر تیل ڈال رہا تھا۔حضرت نے دوسرے حاضرین خدام سے پوچھا کہ کچھ سمجھ میں آیا۔سب دیکھتے رہ گئے۔حضرت اقدس نے فرمایا میرا صوفی ان شاءاللہ سمجھ گیا ہوگا۔میں نے عرض کیا،حضرت پورا سمجھ گیا اس پر حاضرین خدام،جن میں علما بھی تھے بے اختیار ہنس پڑے۔میں نے عرض کیا کہ حضرت میں یہ سمجھا ہوں کہ اُس طرف کوراستہ ہی نہیں ہے۔حضرت نے فرمایا،نہیں نہیں تم سمجھ گئے ہو۔

''اس طرف کوراستاہی نہیں''میں ایک قصہ ہے۔ایک مولانا صاحب وعظ کررہے تھے اور فرمارہے تھے کہ ہرکوئی جنت میں جائے گا۔پل صراط سے گزر کر جائے گا اور پل صراط کی مسافت اتنی

ہے بال سے زیادہ باریک ہے، تلوار سے زیادہ تیز ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایک دیہاتی نے اٹھ کر کہا مولوی جی، اتنی لمبی بات کیوں کرے سیدھا کیوں نہیں کہہ دیتا کہ اُدھر کو راستہ ہی نہیں۔

اس عریضے کو لکھواتے وقت ایک اور خیال آیا، واللہ اعلم صحیح ہے یا غلط، جیسے حقیقت تصوف میں تصوف نہیں ہے، اسی طرح ایک عجیب بات یہ ہے کہ بعض چیزیں نئی اچھی ہوتی ہیں، بعض پرانی۔ جیسا کہ دین یا حقیقت تصوف جتنا پرانا ہو، اتنا خالص اور بڑھیا ہے کیوں کہ اس میں بتدریج کمی آرہی ہے۔ اور تصوف یا ذرائع جتنے نئے ہوں بشرطے کہ اسلاف کے معتبر جانشینوں کے ہوں، وہ مفید ہوتے ہیں۔ جب کہ پرانے ناقابل فہم اور استعداد نہ ہونے کی وجہ سے عمل نہ اختیار کرنے والوں کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں اور بعض کے لیے تصوف سے دوری اور اکابرین کی گستاخی کا باعث بنتے ہیں۔ ساری بات کا خلاصہ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ میں ''نسبتِ صوفیا کبریت احمراست و رسوم ایشاں ہیچ نیرزد۔''

اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ، رضائے کامل، مغفرت تامہ کے ساتھ اپنی رحمت میں ڈھانپ لے، اس کی دعا کی درخواست ہے۔ دعا کی مکرر درخواست ہے، باقی میری فضول باتوں کے لیے جواب کی درخواست نہیں ہے۔ جیسا مزاج مبارک میں آئے۔

فقط والسلام محمد اقبال

بقلم محمد سہیل

جواب، حضرت مولانا شہیدؒ

(مسئلہ وحدۃ الوجود کے بارے میں استفسار)

محمد یوسف لدھیانوی

علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵ — روضۂ مقدسہ پر سلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مخدوم و معظم جناب صوفی صاحب، زیدت الطافہم، و مدت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرامت نامہ، جناب کے ایک مسترشد کے ہاتھ نعمتِ غیر مترقبہ کے طور پر شرفِ صدور لایا۔ حق تعالیٰ شانہ آپ کو اپنی عنایاتِ خاصہ اور حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کے الطاف کریمانہ کی لازوال دولت سے سرفراز فرمائیں اور عافیت کاملہ وشاملہ کے ساتھ آپ کا سایۂ فیض قائم رکھیں۔

''اطیب النغم'' کی پسندیدگی اس ناکارہ کے لیے بشارت ہے۔''مجاورِ مدینہ'' کو پسند آئی تو کیا عجب ہے کہ ساکنِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کو بھی پسند آجائے۔

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اک ادائے چارہ فرما، اک نگاہ دل نواز
اور اک آزردہ خاطر کی خوشی ہوتی ہے کیا
ذکر ان کا چھیڑ کر دیکھے کوئی اے عارفی
بے خودی کیا چیز ہے وارفتگی ہوتی ہے کیا

آئینہ سلوک کی تقریظ پر آنجناب نے بشارت سنادی، واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کا مسودہ کئی مہینے پڑا رہا، مؤلف کا اصرار تھا کہ کچھ لکھ دوں۔ ادھر میرے قابو کی چیز نہیں تھی۔ بالآخر جب کوئی چارہ نہ بن آیا تو لکھنے پر مجبور ہوا کہ اکابر کے حالات ہم ٹٹ پونجیوں کی بساط سے بہت اونچے ہیں۔ میں آج تک اس تقریظ پر شرمندہ ہوں، اور آنجناب نے اس کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے مناسبت سے تعبیر فرمایا۔ آپ کی یہ بات بھی میرے فہم سے اونچی ہے۔

ع چراغ مردہ کجا وآفتاب کجا

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے انتساب کو اپنے شیخ نوراللہ مرقدہ کے لیے ننگ وعار سمجھتا ہوں۔ **اللهم لاتخزني فانك بي عالم و لاتعذبني فانك علي قادر**

آنجناب نے تصوف اور حقیقت تصوف کے بارے میں جو رقم فرمایا ہے، بالکل صحیح ہے۔ اس

کی مثال ایسی ہے کہ طب سے مقصود صحت ہے، لیکن صحت اور چیز ہے اور اصول حفظان صحت اور چیز ہے۔ مولوی غلام رسولؒ (احسن القصص والے) فرماتے ہیں:

عشق کرم دا قطرہ ازلی تیں میں دے بس ناہیں
اکناں لبھ دیاں ہتھ نہ آوے، اکناں دے وچہ راہیں

اخلاص واحسان اور طہارت باطن، عشق حقیقی کے آثار وفروع ہیں اور اصول تصوف اسی کی تحصیل کے لیے ہیں۔ عادۃ اللہ یہ ہے کہ جو شخص ان اصول پر کاربند ہو اس کو محروم نہیں فرماتے، لیکن اصل چیز عنایت ازلیہ ہے اور جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اعملوا فکل میسر لما خلق'' یہ اعمال واشغال بھی اسی عنایت ازلیہ کے مظاہر ہیں۔

اور آخر میں حقائق وذرائع کے بارے میں جو افادہ فرمایا وہ بھی بہت صحیح ہے۔ ذرائع کو مقاصد اور مقاصد کو ذرائع کا درجہ دے کر ایک عالم کا عالم بھٹک گیا ہے۔ حقیقت کبریٰ تک رسائی ہر کسی کو میسر نہیں آتی۔

آخر میں ایک دو باتیں اپنی بھی ہانکتا ہوں۔ ہمارے امام ابوحنیفہؒ نے ''فقہ اکبر'' میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ (کتاب سامنے نہیں، مفہوم عرض کرتا ہوں) ''علم توحید کے مسائل میں کسی جگہ اشکال پیش آجائے تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کے نزدیک جو مسئلہ ہو میرا اس پر ایمان ہے۔'' اور پھر اہل علم سے تحقیق کرے۔'' اس ناکارہ نے حضرت امامؒ کے اس جملے کو اپنی زندگی کا اصول بنا رکھا ہے۔ بار بار جب بھی خیال آجائے بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ:

''یا اللہ! آپ کو علم ہے کہ میں نے جو عقائد دل میں رکھے ہیں، یا قلم وزبان سے ان کا اظہار کیا ہے، جو شرعی مسائل میں نے سمجھے ہیں یا لکھے ہیں، یا بیان کیے ہیں، کسی کی حمایت میں یا مخالفت میں، میں نے جو کچھ لکھا ہے یا کہا، جو اعمال واشغال میں نے اختیار کیے ہیں یا چھوڑے ہیں یہ سب کچھ میں نے اپنے علم وفہم اور عقل وادراک کے مطابق آپ کی رضا کے موافق سمجھتے ہوئے کیا ہے۔ یا اللہ! میں جانتا ہوں کہ میرے بہت سے علوم وادراکات، بہت سے احساسات وجذبات، بہت سے اعمال

واختیارات آپ کے منشاء کے خلاف ہوں گے،یااللہ!میری جو چیز بھی آپ کی رضااور آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہو،یااللہ!میں بہ صمیمِ قلب اس سے برأت کااظہار کرتا ہوں۔اور میں ہراس بات پرایمان لاتا ہوں جوآپ نے اپنے حبیب پاک (علیہ من الصلوات افضلھا ومن التحیات اکملھا) پرنازل فرمائیں۔یااللہ!میں ان تمام عقائد کو،تمام اعمال کو،تمام امور کو،اسی طرح مانتا ہوں جسطرح آپ کامنشا ہے۔اور جس طرح آپ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کوتعلیم فرمائے اوران پرنازل فرمائے"۔

خلاصہ یہ کہ جواللہ ورسول ﷺ کاعقیدہ ہےوہی میرا ہے۔اور میں دین حق کواللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے مطابق مانتا ہوں۔تصوف کی لائن کی رو سے فرمایئے کہ میرااس طرح کہنا صحیح ہے؟اس میں کوئی حرج تونہیں؟

حضرات اکابر،وحدۃ الوجود کے قائل ہیں،اس کی تعبیر بڑی نازک ہے،مسئلہ برحق ہے،مگر تفہیم مشکل۔بعض لوگ (موافقین بھی اور مخالفین بھی) اس کوالحاد وزندقہ کی طرف بھی کھینچ کرلے گئے۔میرے دل میں بڑے جوش کے ساتھ ایک مضمون کئی دنوں سے آرہا ہے،وہ یہ کہ ہم بھی اور ہمارے تمام اوصاف بھی،عدم سے وجود میں آتے ہیں۔گویا ہماری اصل عدم ہےاورعدم صفر ہے۔ایک صفر میں اگرلاکھ صفر بھی جمع کردیے جائیں تونتیجہ صفرہی رہےگا۔اس سے دونتیجے نکلے۔ایک تو یہ کہ تمام مخلوق اپنی ذوات وخلقات اوراوصاف وکمالات کے ساتھ اپنی اصل کے اعتبار سے عدم محض ہے۔اور حضرت حق جل شانہ کی مشیت کی محتاج ہے۔اور اگر کسی سیٹھ جی نے چند ٹکے کسی فقیر کے ہاتھ میں تھمادیے ہوں تو ہر چند کہ وہ فقیران ٹکوں کا مالک سمجھا جاتا ہے۔لیکن سیٹھ کے سامنے اسے مالکیت کادعویٰ کرتے ہوئے حیا آئے گی۔بندے خواہ کیسے ہی صاحب کمال ہوں مگر معطیِ حقیقی جل شانہ کے سامنے کمال کادعویٰ (بلکہ وجود کادعویٰ) لائق شرم ہے۔

دوسرانتیجہ یہ ہے کہ ہماراسفرصفر سے شروع ہوتا ہےاورصفرِمحض کوکسی چیز کے استحقاق جتانے کاحق نہیں۔کچھ مل جائے توعطا ہے،نہ ملے توکوئی شکایت نہیں۔یہ خیال جو میں نے لکھا ہے کیا یہ

بھی ''وحدۃ الوجود'' ہی کا پرتَو تو نہیں؟

دعوات صالحہ کا محتاج ہوں۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ میں اپنے شیخ نوراللہ مرقدہ کے فیوض وانوار سے کچھ نہیں حاصل کر سکا:

سیہ بختانِ قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل
خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

آپ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے دریائے فیض سے برسہابرس تک سیرابی حاصل کی ہے۔ اور پھر مرکز انوار وتجلیات میں فروکش ہیں، ہم فقراء کے لیے دعا و توجہات کی زکوٰۃ بھی بہت ہے۔ والسلام

جناب مولانا حبیب اللہ صاحب اور دیگر حضرات مخدومین کی خدمات میں بھی سلام والتجائے دعوات۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲/ ۳/ ۱۷ھ

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش کراچی

جواب حضرت صوفی صاحب نوراللہ مرقدہ

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

از احقر محمد اقبال ۱۲/۱۱ اگست ۹۶ء

بخدمت حضرت کریم الاخلاق مخدومی ومحسنی دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا شفقت نامہ گرامی قدر مؤرخہ ۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، شام کے وقت ملا۔ صبح کو روضۂ اقدس پر آپ کی طرف سے سلام عرض کیا۔ اول آپ کی عنایات کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ گرامی نامے میں آپ ایک چیز (یعنی حب فی اللہ) بھیجتے ہیں، دنیا میں جس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور قیامت

کے ہولناک دن میں اس چیز پر اللہ تعالیٰ عرش کے سائے میں مشک کے ممبروں پر بٹھائیں گے(ان شاء اللہ تعالیٰ)اس پر انبیاء وشہداء رشک کریں گے باوجودے کہ وہ لاکھوں درجے ان سے بڑھ کر ہوں گے۔اس رشک کو ہمارے بزرگ جزئی فضیلت قرار دیتے ہیں اور یہی آسان اور ٹھیک بات ہے۔لیکن ایک بڑے مولوی صاحب نے میرے سامنے یہ اشکال کیا کہ انبیاء کیسے رشک کریں گے؟اس وقت بغیر غور کیے میرے منہ سے نکلا کہ وہاں خصوصی اعمال والوں کے لیے جنت کا ایک دروازہ ہوگا،مثلاً روزہ داروں کے لیے مخصوص دروازہ الرّیان ہوگا(جو روزے کی عبادت میں علاوہ فرائض کے خصوصیت رکھتے ہوں گے)تو اسی طرح(حب فی اللہ)اس خصوصیت رکھنے میں انبیاء علیہم السلام کو خارج کرنے کی کیا ضرورت۔کسی کی خصوصیت بُغض فی اللہ ہے تو کسی کی حب فی اللہ ہے۔لہٰذا انبیاء کو اس میں سے الگ کرنے کی کیا ضرورت؟وہ مولوی صاحب اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔دوسرا آپ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عقائد کے متعلق عبارت نقل فرمائی۔تقسیم ہند سے پہلے جب کہ میرا شباب کا زمانہ تھا،ذہن چلتا تھا اس وقت توحید کے متعلق عقائد کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس میں تو بعض بڑے بڑے ائمہ دین اور چوٹی کے علماء مختلف ہیں۔بعض ایک دوسرے کے نزدیک گمراہ بھی ہیں،مجھ سے عامی آدمی کے لیے اس میں یقینی صحیح بات پر پہنچنا ناممکن ہے۔لہٰذا میں نے اس بارے میں یہی مسلک بنایا تھا جو آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی عبارت میں لکھا اور اپنے ذاتی عمل کی تشریح فرمائی۔مفہوم کے لحاظ سے حرف بہ حرف میرا اسی پر عمل رہا ہے اور ہے۔اور علماء سے پوچھ کر اپنے اس عمل کی تسلی بھی کر لی تھی۔لیکن آپ نے جو امام ابوحنیفہؒ کی عبارت سے تصویب فرمادی اس سے بے حد خوشی ہوئی۔یہ اللہ پاک کا بڑا احسان ہے اللہ آپ کو جزائے خیر دے نیز تصوف کے بارے میں جو حضرت شیخؒ سے سمجھا تھا لیکن اپنے الفاظ میں یہ تعبیر کی،اس پر ان کی زندگی میں"صاد"نہیں کرا سکا تھا،آپ نے کر دیا۔جزاکم اللہ خیراً۔اور مثال بھی دے دی۔

آخری بات آپ نے مسئلہ وحدۃ الوجود کا تحریر فرمایا جو بالکل صاف اور حق تحریر فرمایا۔لیکن اپنی بھی ایک عجیب بات لکھتا ہوں تا کہ آپ سے رہنمائی حاصل ہو۔

پاکستان بننے سے پہلے ہی سے جب کہ فضا میں نور ہدایت تھا اور میرا شباب تھا۔ میرے نزدیک یہ مسئلہ اس وقت بالکل بدیہی اور امرِ فطری کی طرح سے تھا، اس پر غور کرنے سے انقباض ہوتا تھا، بہت ہی آسان چیز سمجھتا تھا، وہ یہ کہ اللہ پاک اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک لہ ہے۔ صفات مبارکہ کی نسبت ذات پاک سے لاغیر ولاعین کی ہے۔ جس طرح ذاتِ پاک کی کنہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، صرف اس پر ایمان کہ وہ ہے، یہی بندگی کا حصہ ہے۔

آگے ایمان کے مراتب یقین، حق الیقین، عین الیقین لامتناہی ہیں۔ اللہ پاک کی صفات جس طرح سمع، بصر، عروج، نزول، جلوس، قرب، معیت، رضا وغیرہ ہیں اسی طرح ''وجود'' بھی ایک صفت ہے جب اور صفات میں بحث نہیں کرتے کما یلیق بشانہٖ کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں اسی طرح واجب الوجود بھی ایک ہی ذات ہے جو اس صفت میں بھی واحد ہے، باقی سب کچھ عدم ہے، جو کہ نظر آتا ہے حقیقت میں عدم ہے۔ اور مجازی طور پر جو وجود ہے وہ صفتِ خلق کا ظہور ہے۔ گویا اسی کا ظہور ہوا۔ کتاب تو اس وقت کوئی سامنے نہیں لیکن یاد سے عرض کرتا ہوں کہ شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے ملفوظات میں ہے کہ ''جو اپنے کو فرنگی کافر سے بھی بدتر نہ سمجھے اس کو معرفت کی بُو تک نہیں پہنچی''۔ یہ ملفوظ مشکل ہے کہ آدمی اپنے کو بہت بڑا گنہ گار تو سمجھ سکتا ہے لیکن روزہ، نماز پڑھتے ہوئے کافر سے بدتر کیسے سمجھے۔ کچھ دن خلجان رہا۔ پھر حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے مکاتیب میں اس کی توضیح پڑھی، کہ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے عدم حقیقی اور وجود مجازی۔ عدم ساری برائیوں اور نقائص کا مجموعہ ہوتا ہے جس کو ہماری پنجابی زبان میں کہتے ہیں کہ ''فلاں کچھ بھی نہیں''۔ اب اس کے اندر اسلام، اعمال صالحہ، صحت، خوبصورتی، عقل وفہم جو جو اچھی قابل تعریف چیزیں ہیں وہ سب یکسر اللہ پاک کی ہیں۔ لیکن اس کے مجازی وجود پر نظر آتی ہیں، اس کی کہلاتی ہیں کہ یہ مصلّی ہے، مسلمان ہے اس لیے کچھ نہ کچھ اس کی نظر اپنی ہونے کے لحاظ سے شرعاً عرفاً غیر اختیاری طور پر پڑ ہی جاتی ہے۔ جو عارف ہوتا ہے وہ اپنے اس نظر پڑنے سے شرم سے پانی پانی ہوتا ہے۔ کافر چوں کہ بالکل ننگا ہے اس کی نظر کاہے پر پڑے گی۔ اس لحاظ سے یہ عارف اپنے کو کافر سے بدتر سمجھتا ہے۔ میں اس کی مثال آسان یہ دیا کرتا ہوں کہ بعض جگہ شادیوں میں دلہن کو مانگے کا زیور پہنانے کا رواج ہے۔ اب اگر دلہن

صاحبہ جاہل اور بے وقوف ہوتو اس زیور کو دکھائے گی اور فخر کرے گی۔اور خوش ہوگی اور جو سمجھ دار ہو، باحیا ہو تو شرمندہ ہوگی، جانتی ہے کہ میرا نہیں اور جس بہن کے ہاتھ خالی ہوں گے اپنے کو اس سے برا سمجھے گی کہ اپنی غیر واقعی خوبی باوجودے کہ فی الجملہ محسوس ہوتی ہے۔

دیگر صفاتِ مبارکہ کے مقابلے میں اس صفتِ وجود کا چرچا زیادہ ہوا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ اس صفت کے ظہور میں جو مجازی وجود ہوتا ہے اس میں بہت ساری دیگر صفات کا ظہور ہوتا ہے۔دوسرا یہ بھی خیال ہے کہ یہ مسئلہ تو شرحِ صدر اور مشاہدے کا تھا،فطری تھا،نظری نہ تھا۔شاید اس کو مخالفین نے اعتراض کے طور پر چھیڑ کر مشکل اور خطرناک بنادیا ہوگا۔بزرگوں کو جواب دینے پڑے۔مسئلہ پیچیدہ ہوگیا،مجمل طور پر حق کہنا کافی تھا۔لیکن جن بزرگوں پر واضح ہوکر منکشف ہوا انھوں نے بے شمار اچھی اچھی تعبیریں کیں۔بعض حضرات کو تفصیل سے سمجھانے پر اصرار ہے،فرماتے ہیں کہ اس کے بغیر شرک کی بُو رہتی ہے۔اللہ بندے کو معاف کرے،عقائد کے متعلق مندرجہ بالا اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ شرک کی بُو سے شرک نہیں ہوجاتا جیسے سود کے دھوئیں سے سود نہیں ہوجاتا۔آج کل چاروں طرف بوئیں تو بہت ہیں،فضا خراب ہے،ایمان کی سلامتی ہو اور کفر سے اللہ پاک محفوظ رکھیں۔خفیہ ارتداد بہت ہی عام ہوگیا ہے۔حضرت مولانا علی میاںؒ کے مقالے ''ردۃ ولا ابابکر لھا'' میں اس کی تفصیل ہے۔

وقت کی اہم ضرورت اس ارتداد کا مقابلہ ہے جس کے لیے ایک کام تو تحریکِ ختم نبوت ہے اور دوسرا کامیاب مقبول کام تبلیغی جماعت کا ہے جب کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے طریقے پر علم وذکر اور تصوف کے جوڑ کے ساتھ ہو۔اور علماء تیار کرنے کے لیے مدارس ہیں۔تحقیقاتِ علمیہ وغیرہ بھی ختم نبوت کے کام کا ایک شعبہ ہے۔استغفراللہ،آپ کے سامنے کیا گستاخی شروع کردی۔عریضہ لمبا ہوا،اللہ معاف فرمادیں اور حسن خاتمہ اور مغفرت کاملہ کی دعا کی درخواست ہے۔فقط والسلام۔

عریضے میں اختصار کا ارادہ تھا کئی دفعہ ختم کیا لیکن باتیں عرض کرنے کا موقع ملا ہوا ہے اس لیے جی چاہتا ہے کچھ نہ کچھ ہانکتا ہی رہوں،ان شاء اللہ فائدہ ہی ہوگا،آپ کی توجہ ہوگی،میری بدحالی پر ترس آئے گا،دعا نکلے گی۔جان وایمان کی امان پاؤں تو یہی بات عرض کروں کہ یہ مسئلہ کسی طرح سے بھی

سمجھنے کا نہیں ہے۔ ذکر اللہ اپنی شرائط کے ساتھ اچھی طرح سے کیا جائے یہ تو کسب ہے لیکن عطاء وہبی اور فضل پر ہے۔ جب تجلی وجودی، ذاتی ذاکر کے قلب پر پڑتی ہے تو سارے ہی مسئلے صاف ہوتے ہیں۔

ایک بات اور عرض کرنی ہے اپنے شیخ ؒ کے متعلق۔ ہمارے مسلک کے امام، امام ربانی حضرت گنگوہیؒ نے بیعت ہونے کے بعد جو ذکر شروع کیا تو فرماتے ہیں ''پھر میں اس پر مرمٹا اور حضرت حاجی صاحبؒ سے عشق اور فنائیت کے درجے کا تعلق ہوگیا''۔ لیکن اصلاحی مکاتبت نہیں ہوئی۔ سات برس کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے استفسار فرمایا کہ اپنا حال لکھو۔ ان کا جواب ''مکاتیب رشیدیہ'' میں چھپا ہوا ہے، حضرت شیخ ؒ نے اپنے رسالوں میں کئی جگہ نقل فرمایا اور بیسیوں دفعہ زبانی بھی ہم لوگوں کو سنایا اس لیے بندے کو تو لفظ بلفظ حفظ یاد ہے جس کے آخر میں یہ ہے ''اور حضرت کے اقدام نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے (میں اور بھی مختصر کر رہا ہوں) یہ اثر اسی نسبتِ یادداشتِ بے رنگ کا ہے جو مشکاۃ انوار حضرت سے پہنچا ہے، پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں، تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ اور جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ استغفر اللہ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرمائیں۔ والسلام

حضرت شیخ ؒ فرماتے تھے کہ یہ تو سات سال کے بعد تھا۔ پھر حضرت ؒ آخر عمر تک کہاں پہنچے ہوں گے، جب کہ:

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ
سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

حضرت رائے پوریؒ کہ جن کو وقت کے سارے ہی بزرگ امام فن مانتے تھے وہ فرماتے تھے کہ ''حضرت شیخ ؒ اس وقت اس مقام پر ہیں جس پر حضرت گنگوہیؒ وصال کے وقت تھے''۔ اور حضرت گنگوہیؒ کی نسبت شیخ ؒ کی طرف منتقل ہوئی، یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ حضرت شیخ ؒ کی عمر شریف ۵۶ سال کی تھی اب ۸۶ سال تک انھوں نے اور کتنی ترقی کی ہوگی۔ ایک دفعہ تنہائی میں میں نے عرض کیا

کہ ایک بات عرض کرنی ہے۔ وہ بات میرے دل میں حقیقتِ شیخ ہی کے متعلق ایک مضمون تھا۔ حضرت سمجھ گئے، (فراست یا کشف، جس طریقے سے بھی سمجھے ہوں) انگلی سے اشارہ کرکے منع فرمایا۔ ''منہ سے نہیں نکالنا''۔ بس اب اجازت چاہتا ہوں۔

جواب الجواب حضرت مولانا شہیدؒ

محمد یوسف لدھیانوی، جامع مسجد باب الرحمت کراچی روضہ اقدس پر سلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مخدوم ومکرم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کا گرامی نامہ ایک صاحب نے عنایت فرمایا جسے پڑھ کر طبیعت کو بہت انبساط اور خوشی ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کے روضۂ اقدس پر اس ناکارہ کا صلوٰۃ وسلام پیش کر دینا آنجناب کا وہ عظیم الشان احسان ہے جس کی کوئی مکافات نہیں کر سکتا۔ یہ ناکارہ بدستور علیل چلا آرہا ہے لیکن الحمدللہ مسجد میں حاضری اور دفتر کے کام بحمداللہ بجالا رہا ہے اور یہ حق تعالیٰ شانہ کی محض عنایت اور لطف ہے کہ اس کمزوری کے باوجود کام لے رہے ہیں اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔ آنجناب کی صحت کے بارے میں بھی دعا گو ہوں اللہ جل شانہ آپ کی صحت اور قوت میں برکتیں عطا فرمائے اور حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے عافیت کے ساتھ خیرات وحسنات کی توفیق سے نوازے۔ مخدوم ومکرم جناب مولانا مفتی عبدالستار صاحب کے دونوں گرامی نامے ملاحظے سے گزرے اور آپ کو نہیں بتا سکتا کہ مجھے اس کی کتنی خوشی ہوئی۔ یہ ناکارہ تو بہت ہی نیچے لوگوں میں ہے بقول کسے ''نہ تین میں نہ تیرہ میں'' مجھے تو وہ خواب اکثر یاد آتا ہے جو آنجناب نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے بارے میں ذکر فرمایا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی پیشی ہوئی اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ گردن جھکائے ہوئے اور ہاتھ جوڑے عرض کر رہے ہیں ''بس معاف کر دیجئے، بس معاف کر دیجئے''۔ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ''ہم تم سے بہت خوش ہیں'' لیکن حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سنتے ہی نہیں، وہ گردن جھکائے ہاتھ

جوڑے فرمارہے ہیں کہ ''بس معاف کردیجئے، بس معاف کردیجئے''۔ بالآخر شیخؒ کے کان میں یہ بات پڑی کہ ''ہم تم سے بہت خوش ہیں'' چنانچہ فرط مسرت میں آگے گزر گئے اور پیچھے میں تھا (یعنی آنجناب صوفی صاحب) مجھ سے اشارہ فرمادیا کہ جاؤ، چنانچہ میں بھی چلا گیا۔ یہ ناکارہ اور نالائق اپنی سیاہ کاریوں اور بداعمالیوں کی بناپر اس کی جرأت تو نہیں کرتا کہ اس کی درخواست کرے کہ اس سیاہ کار کو بھی اپنے ساتھ رکھنا، بہرحال اس کا امیدوار ضرور ہے۔ اب تو وقت بھی آخر ہے اور زندگی بھر کی بدعملیاں ایک ایک کر کے سامنے آرہی ہیں۔۔ اللہ تعالیٰ کی ستاری اور رحیمی پر آس بندھی ہے ورنہ اپنی گناہ گاری بعض دفعہ حد یاس تک پہنچادیتی ہے۔ اس ناکارہ نے فضول باتوں میں جناب کا وقت ضائع کردیا اور آپ کے ضعف و کمزوری کا بھی لحاظ نہیں رکھا، معافی کا خواستگار ہوں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

حق تعالیٰ شانہ آنجناب کو صحت کاملہ اور عافیت شاملہ نصیب فرمائے اور ہم ناکاروں کو بھی آنجناب کی دعاؤں میں شریک فرمائے۔

آنجناب کا احسان عظیم ہے کہ اس دور ماندہ فقیر اور تباہ حال گناہ گار کی جانب سے روضۂ عالی پر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دارین میں اس کا بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۹/۴/۲۹ھ

(۲۱) حضرت مولانا احسان احمد مظاہری زید مجدہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

مخدوم العلماء والصلحاء حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلق سنہ ۱۳۸۷

ہجری سے ہے حضرت عقیدہ دیوبندیت میں بہت راسخ تھے اور ہمارے شیخ حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص معتمد تھے، خود میرے سامنے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی رسالے کی ابتداء فرمائی اس کے بعد حضرت صوفی صاحبؒ کے حوالے کر دیا، یہ فرما کر کہ صوفی جی اسے تم پورا کرلو۔ صوفی صاحبؒ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں فناء تھے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی منشاء کے مطابق مجالس ذکر اور خانقاہ کی فکر میں منہمک تھے۔

بعض معترضین نے ان پر اعتراض کئے ہیں جن کا وہ اپنی حیات میں ہی جواب دے چکے ہیں اور اپنے عقیدہ دیوبندیت کی وضاحت کر چکے ہیں اور اپنے متوسلین واحباب کے لئے آخری وصیت نامہ ۶ ربیع الثانی سنہ ۱۴۲۰ ہجری میں لکھوا کر شائع کر چکے ہیں جس میں انہوں نے اپنے موت کے آثار ظاہر ہونے کے وقت اپنے دوستوں سے چند صاف صاف باتیں اور کچھ امور سے اپنی برأت کا اظہار کیا ہے جس میں بدعت وشرک اور خلاف شریعت امور اور ان کے مرتکبین سے اعلان برأت کیا ہے اور آگے فرماتے ہیں کہ:

''میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا جامد مقلد ہوں لاعلمی میں میرا کوئی خیال یا تحریر یا کوئی لفظ بھی ان کی تحقیق یا مزاج کے خلاف ہو تو وہ ناقابل التفات اور مردود ہے''۔ (صفحہ ۱۱ قضیہ کا خاتمہ)

حضرت صوفی صاحبؒ اپنے عقائد اور اکابر دیوبند کیساتھ اپنے انتساب اور علماء دیوبند کے عقائد کے سلسلے میں المہند کی اہمیت کو اپنی اس آخری وصیت میں واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارے اکابرین کے عقائد رسالہ المہند میں چھپے ہوئے ہیں''۔ (صفحہ ۱۵ قضیہ کا خاتمہ)

اور اپنے شیخ سے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کہ بچپن میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گیا تھا اور مکمل انقیاد واعتماد واتباع اور توحید مطلب وغیرہ استفادہ کی شرائط کے ساتھ اب تک قائم ہوں''۔ (صفحہ ۱۰ قضیہ کا خاتمہ)

خانقاہ خلیلیہ چشتیہ

۱۴۳۸/۱/۸ھ بمطابق 2016/9/10م

(۲۲) مشاہدات وتاثرات حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ الاتقیاء امابعد!

احقر کو الحمدللہ والشکرللہ سیدی ومرشدی برکۃ العصر قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ کے قیام مدینہ منورہ میں غالباً ۱۹۷۶ء میں چھ ماہ اور پھر وصال مبارک سے دوماہ قبل تک حج اور عمروں کی سعادت میں مہینوں خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب رہی۔ اس تمام عرصے میں محبوب الصلحاء والعلماء حضرت صوفی محمد اقبال صاحب نوراللہ مرقدہ کو اپنے مرشد حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ سے والہانہ عشق ومحبت کرتے دیکھا بلکہ ان کو حضرت کا غلام پایا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کو بھی اپنے اس مرید باصفا سے مثالی پیار تھا۔ حضرتؒ کی تحریرات میں بھی جگہ جگہ حضرت صوفی صاحبؒ کے بارے میں پیار بھرے الفاظ موجود ہیں۔ اسی طرح حضرتؒ کے جانشین اور صاحبزادے مخدوم ومکرم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور ان کے خاندان کے تمام بڑوں چھوٹوں، نیز حضرت کے خلفاء کرام اور وقت کے بہت سے اکابر واولیاء کرام کو بھی ان سے محبت کرتے دیکھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے مدینہ منورہ ہجرت سے قبل قیام لاہور میں امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے اجل خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کی محبتیں اور شفقتیں حاصل کیں۔

مدینہ منورہ حاضری کے بعد وہاں کے اکابرین، مشہور محدث حضرت مولانا سید بدر عالم صاحبؒ، شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ، حضرت صوفی محمد اسلم صاحبؒ وغیرھم کا بھی ان سے گہری محبت وشفقت کا معاملہ تھا۔ جنت البقیع میں مدفون بزرگ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحبؒ ہر اتوار کو حضرت صوفی صاحبؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب نوراللہ مرقدہ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید، امام الاولیاء حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحبؒ کی ان سے شفقت ومحبت کو احقر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت صوفی صاحبؒ کی کتاب ''العطور المجموعہ'' پر اپنی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے دوسرے دینی موضوعوں کے علاوہ نشر الطیب نامی کتاب تحریر فرمائی جس کے نام ہی سے وہ خوشبو آرہی ہے جو طابا اور طیبہ کی مٹی سے آتی ہے۔اور جس کی برکات کا ظہور یوں ہوا کہ اس کے زمانہ تالیف وترتیب میں جبکہ پورا ضلع مظفر نگر طاعون جیسی لاعلاج مرض کے لپیٹ میں تھا صرف تھانہ بھون ہی محفوظ رہا۔اسی طرح مرشد العالم والعلماء، رأس الاتقیاء، عمدۃ الاصفیاء شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے خصائل نبوی کو مستقل حیثیت سے مرتب فرمایا یہ دونوں بابرکت کتابیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔مقام شکر ہے کہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحبؒ نے جن کے متعلق ان کے استاد مفکر اسلام عارف باللہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ میں یوں رقم طراز ہیں:

''صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری ان خوش قسمت افراد میں سے ہیں جن پر حضرت شیخ صاحبؒ کی نظر خاص رہی اور انہوں نے بھی سعادت اور خدمت کا بڑا حصہ پایا اور اعتماد اور اختصاص اور اجازت خاص سے سرفراز ہوئے اور اخیر تک جوار رسول ﷺ اور اپنے شیخ کے دامن عاطفت میں رہے۔شیخؒ کے ملفوظات وافادات اور حالات ومبشرات پر ان کے متعدد رسالے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں''۔

اور جنکی اقبال مندی کا یہ عالم تھا کہ روزہ اقدس کی حاضری اور مدینۃ النبی ﷺ کی سکونت کا نہ صرف شرف حاصل ہے بلکہ کل عالم کو منور کرنے والی ذات سراج منیر ﷺ کی محبت ہی ان کا سرمایہ دارین ہے جن پر ان کی تصانیف شاہد عدل ہیں۔انہیں میں العطور المجموعہ ہے........

احقر الناس محمد زاہد الحسینی ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ بمطابق ۹ جنوری ۱۹۹۱ء

حوالہ: العطور المجموعہ

''العطور المجموعہ'' پر تقریظ لکھتے ہوئے ایک اور مشہور بزرگ حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف

فہرست مضامین

سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ اجل حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت الشیخ قدس سرہ کے خلیفہ خاص اور مسترشد بالاختصاص حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہم کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اپنے صوفیانہ مزاج اور بے نفسی میں اسلاف کی یادگار ہیں انہوں نے ہر دو بزرگوں کی سیرت کے بارے میں علمی یادگاروں ''نشر الطیب'' اور ''خصائل نبوی'' ﷺ کو اس طرح جمع فرمادیا کہ نشر الطیب کو بنیاد بنا کر اس میں خصائل نبوی ﷺ سے چیدہ چیدہ نقول و دیگر کتابوں سے اشعار نعت وغیرہ کا اضافہ کردیا ہے۔ مزید برآں اپنے شیخ مرشدنا حضرت مولانا زکریا صاحب قدس اللہ سرہ کے اتباع سیرت کے واقعات عجیب دلستان دلکش اور دلچسپ پیرایہ میں نقل کردیے ہیں۔ یہ واقعات اگر ایک طرف حضرت صوفی صاحب مدظلہم کی محبت شیخ پر دال ہیں تو دوسری طرف ہم جیسے بے ہمتوں اور ان لوگوں کے لیے جو اپنی بے ہمتی سے سنت کے بہت سے اعمال و اقوال کو یہ کہہ کر صرف نظر کرلیتے ہیں کہ یہ نیا زمانہ ہے اس دور میں ان باتوں کا چلن نہیں ہوسکتا، کیلیے سرمۂ بینش، محرک عمل، تازیانہ عبرت اور مہمیز عزیمت ہیں''۔

محمد اشرف

۲۴ شعبان ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۱۔۳۔۱۲ء

اشرف منزل، اسلامیہ کالج پشاور

مزید تعارف کے لئے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے اجل خلیفہ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کے ایک مضمون کا اقتباس بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے تعارف کے لیے یہ مضمون حضرت صوفی صاحبؒ کی کتاب ''صقالۃ القلوب'' کے لئے لکھا جو مطبوع ہے۔ حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''زیر نظر رسالہ صقالۃ القلوب کے مرتب حضرت مولانا صوفی محمد اقبال صاحب ہوشیار پوری ثم مدنی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ تصوف و سلوک کے متعلق ان کے کئی رسالے دعوت فکر و عمل دے چکے ہیں۔ ابتداء سن شعور سے ہی انہیں اکابر علمائے کرام کی خدمت میں حاضری

کا شرف حاصل رہا۔ ندوۃ العلماء لکھنو میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم سے فیض صحبت کا موقع ملا۔ دارالعلوم دیوبند پہنچے تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضری اور اخذ فیض کا شرف حاصل ہوا۔ مظاہر العلوم سہارنپور آئے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہیں سے بیعت ہو گئے۔ تینوں جگہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور تربیت باطن میں بدل وجاں کوشاں رہے مدینہ طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کا شوق پیدا ہوا تو رئیس المہندسین الحاج عبدالرشید ارشد صاحب مرحوم کی معیت میں قرب نبوی جیسی نعمت سے مالا مال ہوئے حتیٰ کہ ایک رمضان المبارک گزارنے کے لئے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں سہارنپور حاضر ہوئے تو حضرت شیخ مدظلہ العالی نے موصوف کو مجاز بیعت بنا کر خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد حضرت شیخ مدظلہ العالی نے مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کے لئے ہجرت کا ارادہ فرمالیا۔ حرم محترم کی حاضری میں شمس العارفین وسراج السالکین سے اس قمر منیر نے کیا کچھ فیوض وبرکات حاصل کئے اس کے متعلق تو اہل نظر ہی بتاسکتے ہیں۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد باغباں ۔۔۔ بلبل چہ گفت گل چہ شنید وصبا چہ کرد

رسالہ صقالۃ القلوب میں صوفی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کا طریقہ تعلیم وتربیت، سلاسل اربعہ (چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کے معمول بہا اذکار کے طریقے۔ سلوک کے موانع وموئیدات، عدم اخلاص وعدم احسان کی وجہ سے اعمال کے بے روح ہونے کا علاج نیز ذکر اللہ کی ضرورت واہمیت کو عمدہ اسلوب بیان، ہمت افزا مضامین اور دل نشین پیرایہ میں پیش کیا ہے جو انہیں کا حصہ ہے۔ رسالہ کے آخر میں حضرات علماء کرام کی خدمت میں اہم گزارش کر کے بتایا کہ یہ نسخہ کیمیا اثر کوئی نیا نہیں ہے قرآن وصاحب قرآن کا ہی ارشاد فرمودہ ہے یعنی الابذکر اللہ تطمئن القلوب (الآیہ) اور صقالۃ القلوب ذکر اللہ (الحدیث)

موصوف نے سلوک وتصوف سے متعلق حضرت شیخ دامت برکاتہم کے علوم ومعارف ایسی عام فہم اور آسان زبان میں تحریر فرمائے ہیں کہ حضرت شیخ مدظلہ العالی کی سوفیصد ترجمانی جھلکتی ہے۔ حضرت شیخ

دامت برکاتہم نے ان کی تحریروں کو صرف پسند ہی نہیں فرمایا بلکہ مسرت کا اظہار فرمایا اور دعوات سے نوازا اور فرمایا کہ یہ میری ہی کتب ہیں۔ بلکہ بعض رسالوں کی طباعت وغیرہ کا خرچ بھی اپنی طرف سے ادا فرمایا اور بعض کی خود ابتدا فرما کر موصوف کو تکمیل کے لئے ارشاد فرمایا۔ اس لئے اگر ان کو"لسان شیخ" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

حضرت شاہ صاحب کے مضمون کا بقیہ حصہ کتاب مقالۃ القلوب میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ اللہ جل شانہ کے عاشق اور ان کے حبیب و محبوب ﷺ کے سچے غلام تھے۔ اپنے شیخ کی طرح ہر ہر عمل میں سنت پر اہتمام سے عمل کی سعادت ان کو نصیب تھی۔ اپنے شیخؒ کے وصال کے بعد ان کے طرز پر ان کے درد کو لیکر مدینہ منورہ سے کئی اسفار کئے۔ پاکستان میں آپ نے مسجد صدیق اکبر راولپنڈی، جامعہ خیر المدارس، خانقاہ دار الاحسان لاہور، خانقاہ زکریا معہد الخلیل کراچی اور خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا میں رمضان شریف کے اصلاحی اعتکاف کئے۔ جس میں کثیر تعداد میں علماء، صلحاء، مفتیان کرام اور عوام الناس شریک ہوتے رہے۔

حضرت صوفی صاحبؒ اپنے شیخ کی محبت و اتباع میں خاک مدینہ شریف میں پیوند ہونے کے لیے امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہما کے قرب و جوار اور جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک میں دو تین گز کے فاصلے پر بقیع شریف میں مدفون ہوئے۔ احقر بھی حضرت کے غسل اور تدفین میں شریک تھا۔ اسی طرح مشہور تبلیغی بزرگ حضرت مولانا سعید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے بقیع شریف میں تدفین کے وقت بھی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سمیت سب کے قبور کو منور فرمائے اور مجھے بھی اور ہم سب کو بقیع شریف کی خاک مبارک نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ نے وفات سے چند روز قبل حضرت صوفی

صاحبؒ کی دعوت کی تھی اس میں احقر بھی موجود تھا۔ بہت محبت کی دعوت تھی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے حضرت صوفی صاحبؒ کو نقد ہدیہ بھی پیش کیا تھا۔ رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً

فقیر محمد عزیز الرحمٰن عفی عنہ

پیر ۹ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ مکۃ المکرمہ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی نصیحت

حضرت شیخؒ اپنی تصنیف ''شریعت وطریقت کا تلازم'' کے آخر میں یہ نصیحت فرماتے ہیں اور اس کتاب کو ختم فرمایا ہے:

''میری ایک نصیحت ہمیشہ اپنے دوستوں کو رہتی ہے اور خود بھی اس پر عمل کی ہمیشہ سے کوشش کرتا ہوں کہ دین کے شعبے تو بہت ہیں اور سب پر (بدرجہ کمال) عمل کرنا بہت مشکل ہے محدث ہونا، فقیہ ہونا، مجاہد ہونا، صاحب تقویٰ ہونا، صاحب ورع ہونا، نوافل کی کثرت کرنا، روزہ کی کثرت کرنا وغیرہ لیکن ان میں سے کاملین کے ساتھ کوئی محبت پیدا کرلے تو **المرء مع من احب**، کے قاعدہ سے انشاء اللہ سارے ہی دین کے اجزاء سے حصہ وافر ملے گا۔ دارالعلوم بری (انگلینڈ) کے دورہ حدیث کے ختم بخاری شریف پر حضرت نے فرمایا حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب کو شروع کیا حدیث **انما الاعمال باالنیات** سے اور ختم کیا حدیث **کلمتان حبیبتان الی الرحمن** پر خلاصہ سارے کا یہ ہے کہ دنیا میں صرف دو کام ہیں اخلاص ہو دل میں اور تسبیح حق ہو زبان پر۔

حرف اقبال

از حضرت مولانا مفتی سید محمد شاہد سہارنپوری دامت برکاتہم

امین عام مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نواسہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی ؒ

پہلے انہوں نے اپنے وجود اور اپنے تشخص کی مکمل نفی کی اس سے دو قدم آگے بڑھ کر اپنی حیثیت اور اپنی شخصیت کو اپنے پیر و مرشد کے قدموں میں لا کر ڈال دیا اور جس کا خوشگوار انجام اور بہترین نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ اپنے پیر و مرشد کے حضور میں من تو شدم، تو من شدی کی زندہ اور عملی تفسیر بن گئے تھے............خانقاہ خلیلیہ کے وابستگان محبت شیخ اتباع شیخ اور انقیاد شیخ میں ان کی شخصیت کو بطور مثال و نظیر پیش کرنے لگے تھے..........آپ کے قلب اور قالب میں محبت شیخ رچی بسی ہوئی تھی......آپ نے اجتماعی یا انفرادی معاملات میں کبھی بھی دائرہ شیخ سے تجاوز نہیں کیا............حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ سے متعلق حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری زید مجدہم (نواسہ وخلیفہ مجاز قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ) کے چند مشاہدات اور تاثرات...........

الحمد لله وحده والصلاة والسلام علی من لا نبی بعده

بات آج سے تقریباً پانچ سال قبل کی ہے، جب کہ یہ احقر ۱۴۲۸ھ کے ماہ شوال کی پچیس ویں تاریخ میں پاکستان کے ایک طویل سفری پروگرام کے تحت خانقاہ اقبالیہ کوچہ سید احمد شہید کوہستان کالونی ٹیکسلا پہنچا، حضرت مولانا محمد طلحہ زادمجدہ اس سفر کے امیر قافلہ اور مولانا عبدالحفیظ مکی، حضرت الحاج حافظ صغیر احمد لاہوری اس قافلے کے روح رواں تھے، خانقاہ پہنچنے پر بعض اقبال مندوں نے جس میں مولانا حکیم مسعود الرحمٰن زید عنایتہٗ پیش پیش تھے اس احقر کو یہ کہہ کر کرسی پر بٹھادیا کہ حضرت صوفی اقبال صاحب مدنی کی حیات وخدمات اور مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے ان کے روابط وحسن تعلقات پر کچھ بولئے اور کچھ سنایئے۔

خالی الذہن ہونے کی وجہ سے ان کی اس بر وقت فرمائش کو پورا کرنا اس احقر کے لئے ایک مشکل کام تھا لیکن ماحول کے اثرات خانقاہ کی ذکری وفکری لذتوں سے بھرپور فضا اور شیدائیان اقبال کی توجہات نے کچھ ایسا بے خود اور مست کیا کہ!

''وہ کہیں اور سنا کرے کوئی''

کا منظر سامنے آگیا، اور اس سے بھی بڑھ کر اس موقعہ پر اردو کے کسی عظیم شاعر کا یہ شعر بار بار لوح حافظہ پر ابھرتا اور اپنی رنگینیاں بکھیرتا رہا ؎

دیکھنا تقریر کی لذت، کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

تقریر میں واقعتاً بلا کا جوش تھا، روانی تھی اور جذبات کا ایک دریا موجزن تھا، شیدائیان اقبال کے کتنے ہی موبائل، کیسٹ اور ٹیپ ریکارڈ تھے جو اس تقریر کا ایک ایک حرف اپنے اندر اتار رہے تھے، دو گھنٹے میں یہ محفل حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی دعا پر ختم ہوئی۔

کہنے اور سننے کے بعد جب احباب سے ملنے اور ملانے کا سلسلہ شروع ہوا تو اس ہونے والی تقریر پر لوگوں کے تأثرات سن سن کر خود اس احقر کو ندامت اور خجالت محسوس ہونے لگی، بعد میں یہ تقریر خانقاہ اقبالیہ سے نکلنے والے سہ ماہی مجلّہ ''محبت'' میں مکمل طور پر شائع بھی ہوئی۔

اس تقریر کے بعد سے کوئی ماہ وسن ایسا نہیں گزرا کہ جس میں ملک و بیرون ملک کے کسی نہ کسی گوشہ سے دل دادگانِ اقبال کی طرف سے اس احقر پر یہ اصرار نہ ہوا ہو کہ کتاب مرد باصفا کے لئے ایک ایسی ہی تحریر مرتب کی جائے جیسا کہ خانقاہ ٹیکسلا کی تقریر تھی، تا کہ تقریر و تحریر دونوں ہم آغوش یا کم از کم دوش بدوش ہو جائیں۔

شیدائیان اقبال کو یہ اصرار اس وجہ سے بھی تھا کہ وہ اس نسبت وانتساب سے واقف تھے جو مخدومنا حضرت مولانا محمد زکریا (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس احقر کو حاصل ہے، یعنی ایک ذرّہ کو ایک آفتاب و ماہتاب سے جو رشتہ ہے وہ اس کی قدر و قیمت سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھتے تھے کہ یہ احقر خود بھی محبان اقبال میں سے ہے اور قدرت نے اس کو تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی کسی حد تک سلیقہ اور شعور عطا فرما رکھا ہے۔

نیاز مندان اقبال کا یہ حسن ظن کہاں تک حق بجانب اور صحیح ہے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا انہی کا کام ہے جو اس حسن ظن کا شکار ہیں، کاتب سطور کا کام تو صرف اپنی بے حیثیتی، بے وقعتی اور اپنی نااہلیت کا استحضار اور بہت الحاح وزاری کے ساتھ'' **اللھم اجعلنی فی عینی صغیراً وفی اعین الناس کبیراً** '' کی بھیک مانگنا بارگاہ الٰہیہ سے ازبس ضروری ہے۔

موجودہ دور کے نیاز مندان اقبال میں ایک معتمد و معتبر شخصیت جو آج بھی بزم اقبال کے شہ نشینوں میں ہیں میرے محترم بزرگ جناب ڈاکٹر اشرف صاحب مقیم جدہ سعودی عرب کی ہے وہ اپنے اس اصرار میں سب سے آگے رہے کہ اس احقر کو کتاب ''مرد باصفا'' پر مقدمہ کتاب کے انداز میں کچھ لکھنا بے حد ضروری ہے، موصوف بار بار اصرار فرماتے رہے، تاکیدی فون کرتے رہے، ان کا ایک مرتبہ کا اصرار اس احقر کی خجالت میں دو مرتبہ کا اضافہ کرتا رہا۔ وعدے ہوتے رہے اور ٹلتے رہے، یہاں تک کہ

فہرست مضامین

آج ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ۔ ۶، جولائی ۲۰۱۲ء میں بنام خدا اپنی نصیبہ وری میں اضافہ کی نیت سے ان سطور کا اغاز بعنوان ''حرف اقبال'' کیا جاتا ہے۔

ان سطور کے کاتب کو یقین ہے کہ اپنے اقبال کے حضور میں پیش کی جانے والی یہ چند سطور اپنی اقبال مندی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ بارگاہِ الٰہیہ میں بھی قبول ہوں گی اور ایک مقبول بارگاہِ الٰہیہ کا ان سطور سے کچھ حق ادا ہو جائے گا۔

☆☆☆

(۱) ولادت، تعلیم اور شیخ کی خدمت میں حاضری

محبان اقبال کو یہ علم ہے کہ افق روحانیت پر ان کے اقبال کا طلوع ۱۹۲۶ء میں شہر ہوشیار پور پنجاب میں ہوا اور ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۶، جولائی ۲۰۰۰ء میں سرزمین روحانیت اور آماجگاہ فضیلت وبرکت مدینہ منورہ میں اس کا غروب ہوا، حسابی لحاظ سے طلوع وغروب کا یہ درمیانی وقفہ قمری لحاظ سے تقریباً ۷۷ سال ہے اور یہ یقیناً ان کے بخت کی بلندی اور اقبال مندی ہے کہ انہوں نے اس ستتر (۷۷) سالہ وقفہ حیات مستعار میں تقریباً ۳۸ سال اپنے مرشد ومربی روحانی، مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی کی خدمت میں اس شان وشوکت سے گزارے کہ ہمہ وقت ان کی تربیت ونگرانی میں رہ کر کمالات عرفانیہ واحسانیہ سے مالامال ہوتے رہے اور مرشد موصوف کی خداداد احسانی کیفیات سے دامن مراد بھرتے رہے۔

پیر روشن ضمیر کی خدمت میں آپ کی پہلی مرتبہ حاضری علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے اور دوسری مرتبہ مراتب روحانیہ کی تکمیل کے لئے ہوئی ہے، اس وقت آپ اپنی زندگی کی انیس (۱۹) بہاریں دیکھ چکے تھے۔ ہر دو مرتبہ کی حاضری کی مختصر تاریخ اس طرح ہے کہ آپ نے علوم درسیہ نظامیہ میں ابتدائی کتابیں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ علیہ کے سایۂ عاطفت میں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، یہاں کنز الدقائق اور نور الانوار تک پڑھنے کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آ گئے۔

اس آمد کے موقعہ پر حضرت مولانا ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تعارفی اور سفارشی خط مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے نام تحریر فرما کر دیا، جس پر آپ کو سہارنپور خانقاہ خلیلیہ میں نظر عنایات کے ساتھ خصوصی شفقتیں بھی حاصل ہوگئیں، حضرت نے دوپہر کا کھانا اپنے دستر خوان پر کھانے کا حکم فرمایا، اسی زمانہ قیام میں حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب سے آپ نے شرح وقایہ بھی پڑھی ہے، لیکن مختلف عوارض اور طبیعت کی ناہمواری کی بناء پر آپ کو اپنا یہ باضابطہ تعلیمی سلسلہ منقطع کرنا پڑا، تاہم آپ مختلف علماء سے درس نظامی کی کتابیں پڑھتے رہے، خود پیرومرشد کے درس بخاری میں متعدد بار شرکت کے مواقع طویل عرصہ تک حاصل ہوئے۔

مراتب روحانیہ کی تکمیل میں پیر روشن ضمیر سے ذہنی وفکری ربط اور قلبی رابطہ کا ذریعہ وہ خواب بنا جو خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی کے مطالعہ کے دوران آپ نے دیکھا تھا، خواب یہ تھا کہ روشن ضمیر مرشد اپنے بیدار مغز مسترشد کو اپنے دست مبارکہ سے دودھ پلا رہے ہیں، اس وقت آپ کا بھرپور جوانی اور شباب کا دور تھا۔

۱۹۴۵ء۔ ۱۳۶۵ھ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ ومرشد کی پہلی زیارت وملاقات کے بعد آپ نے لکھنؤ سے اپنے وطن ہوشیار پور جاتے ہوئے ایک دن سہارنپور قیام کیا اور اسی موقعہ پر جب اپنی اصلاح وتزکیہ نفس کی بات کی تو بہت صاف ستھرا جواب ملا کہ ”اصلاح لگے ہاتھوں راستہ چلتے نہیں ہوا کرتی“ پھر کچھ عرصہ گزرنے پر طلب اور حسن طلب کا امتحان لے کر پیر روشن ضمیر نے آپ کو بیعت کر کے داخل سلسلہ کیا اور اوراد ومعمولات تجویز فرمائے۔

اس سینتیس (۳۷) سالہ طویل مصاحبت اور ہم نشینی کے ملے جلے اشتراک سے جتنا جلال اور جتنا جمال وکمال قسام ازل نے آپ کے مقدر میں لکھ رکھا تھا اس سے آپ نہ صرف بہرہ یاب ہوئے بلکہ اپنے حصہ میں آنے والی اس دولت کو اپنے پیرومرشد کے در دولت پر مکررات دن بڑھاتے اور اس میں اضافہ کرتے رہے۔

☆☆☆

(۲) شیخ کے ساتھ عاشقانہ تعلق

ایک مردِ باصفا کے حوالہ سے یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے یہ نہ کوئی شاعرانہ تخیل ہے اور نہ مبالغہ آرائی اور نہ ہی اپنے ممدوح کی بے جا مدح سرائی ہے بلکہ حالات اور واقعات تجزیہ اور مشاہدات پورے طور پر اس کے شاہد ہیں اور اس سلسلہ کی سب سے مضبوط شہادت اقبالیات پر لکھنے پڑھنے والوں اور تحقیق و جستجو کرنے والوں کے لئے وہ صحائف اور مکاتیب ہیں جو اس مردِ باوفا نے اپنے مرشد باصفا کی خدمت میں لکھے اور جن میں کا ایک ایک صحیفہ عشق و محبت کی جاں سوزی و سوختگی نیز جان نثاری و وفاداری کی منہ بولتی تصویر اور سپردم بتو مایہ خویش را کی سچی اور صحیح تفسیر و تشریح ہے۔

اس موقع پر اقبال اور اقبالیات پر مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ اطلاع یقیناً فرحت و حلاوت بخشنے والی اور اقبالیات پر ان کے خوب سے خوب تر کی تلاش اور ذوق جستجو کو دو آتشہ بنانے والی ہے کہ احقر راقم سطور کے ذاتی ذخیرہ میں اس مردِ با اقبال کے کم و بیش اسی (۸۰) صحائف (خطوط) ایسے محفوظ ہیں جو انہوں نے اپنے چالیس (۴۰) سالہ عرفانی و روحانی رابطہ کے دوران اپنے مرشد روشن ضمیر کی خدمت میں بھیجے، یہ صحائف تقسیم ملک سے قبل ہندوستان کے مختلف حصوں سے بھیجے گئے پھر تقسیم ملک کے بعد پاکستان سے لکھے گئے اور جب وہ اپنی اقبال مندی کے زور پر آخر میں مہبط انوار رسول (مدینہ منورہ) ہجرت کر گئے تو وہاں سے لکھتے اور بھیجتے رہے۔

ان صحائف میں جس طرح سے انہوں نے اپنے امراض روحانیہ کے علاج و مشورے معلوم کئے، قلب کی اصلاح اور اس کے تزکیہ، تجلیہ تحلیہ اور آخر میں تخلیہ کے لئے قدم قدم پر مشورے لئے وقت وقت پر ادلتے بدلتے احساسات و خیالات باطنی، کیفیات اور عروج و نزول پر رہنمائی حاصل کی اسی طرح سے اپنے معاشی معاشرتی، علمی اور عملی مسائل و مشاکل یہاں تک کہ گھریلو اور درونِ خانہ کی دشواریوں کی گرہ کشائی بھی کرائی۔

ایسے ایسے نازک معاملات و احوال جن کو اپنے قریب ترین لوگوں سے کہتے اور بیان کرتے ہوئے بھی تکلف اور حجاب محسوس ہوتا ہے ان کو اس اقبال مند مردِ باصفا نے اپنے روحانی طبیب کے

سامنے کھول کھول کر بیان کر کے ان کا علاج دریافت کیا اور مشورے لئے، ان صحائف کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ پہلے انہوں نے اپنے وجود اور اپنے تشخص کی مکمل نفی کی اور پھر اس سے دو قدم آگے بڑھ کر اپنی حیثیت اور اپنی شخصیت کو اپنے پیر و مرشد کے قدموں میں لا کر ڈال دیا اور جس کا خوشگوار انجام اور بہترین نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ دیکھنے والوں کی نظروں میں ان کا وہ آخری زمانہ آج بھی آنکھوں میں سمایا ہوا ہے کہ وہ اپنے پیر و مرشد کے حضور میں من تو شدم، تو من شدی کی زندہ اور عملی تفسیر بن گئے تھے، اور پھر بات یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ ان کے روشن ضمیر شیخ و مربی نے ان سے یہ کہہ کر مشورہ لینا چھوڑ دیا تھا کہ اقبال کو تو وہی کہنا ہے جو میں نے کہنا ہے اور وہی بولنا ہے جو میں نے بولنا ہے اور پھر آخر میں بات یہاں پر آکر ختم ہوگئی تھی کہ خانقاہ خلیلیہ کے وابستگان محبتِ شیخ، اتباعِ شیخ اور انقیادِ شیخ میں ان کی شخصیت کو بطور مثال و نظیر پیش کرنے لگے تھے، جو حضرات بلا واسطہ یا بالواسطہ دست گرفتہ اقبال ہیں ان کے لئے آج یہ بات کس قدر سرمایہ عزت و افتخار ہے۔

یہاں محبت، اتباع اور انقیاد کے ساتھ اگر کوئی چوتھی چیز شامل ہوسکتی ہے تو وہ ان کا ادب شیخ ہے وہ اس معاملہ میں بہت با اقبال اور با نصیب رہے، ایک مرتبہ ان کے شیخ و مرشد نے اپنی مستعمل سلی ہوئی لنگی ان کو مرحمت فرمائی تو ان کے ادب اور محبت کے ملے جلے جذبات نے اس کے استعمال کا جو انوکھا طریقہ تلاش کیا اس کو خود ان ہی کے الفاظ میں سنئے:

اپنے پیر و مرشد کو اس طریقہ استعمال کی اطلاع میں لکھتے ہیں:

"حضرت کا تبرک پیاری لنگی اکثر ساتھ ہی رکھتا ہوں اس کی سلائی کھول کر سر پر باندھنے کی بنالی ہے کبھی مصلے پر بچھا کر نماز بھی پڑھ لیتا ہوں۔"

اس کے بعد اپنی ذات کے متعلق تحریر کردہ یہ جملے بھی ان کی داستان حیات میں ہمیشہ پڑھے جاتے رہیں گے۔ "مجھ سڑے ہوئے ناپاک ذلیل بے وقوف سے خدا جانے حضرت اقدس کو کتنی اذیت پہنچتی ہوگی اس کے باوجود بے مثال پدرانہ شفقت اور خصوصی توجہات سے کرم فرمائی کی گئی مگر افسوس ہے میری نالائقی اور نااہلیت پر کہ ابھی مرید بننے کے قابل بھی نہیں ہوا"

جن صحائف ومکاتیب کے حوالہ سے بات اوپر سے چلی آرہی ہے ان میں کا سب سے پہلا دستیاب مکتوب ۱۹۴۳ء بمطابق ۱۳۶۲ھ کا اور آخری موجود محفوظ مکتوب ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ ،۱۰ دسمبر ۱۹۷۲ء کا تحریر کردہ ہے۔

ذیل میں صحائف ومکاتیب کے اس ذخیرہ سے جستہ جستہ انتخابات اور چیدہ وچنیدہ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، یہ انتخابات اور اقتباسات اگر ایک طرف احقر کے اس مضمون کی اصلی روح اور جان ہیں تو دوسری جانب گویا ایک طرح سے صاحب مضمون کی خودنوشت داستان حیات بھی ہیں کیونکہ ان سے اس مرد باصفا اور باوفا کے درجہ بدرجہ روحانی ارتقا، احسانی صفات اور منزل بمنزل ترقیات اور عرفانی کیفیات کا ادراک قارئین کو خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے۔

جن حضرات نے اس مرد بااقبال سے ملاقات اور ان کی مجالس ومحافل میں شرکت کی ہے وہ اس حقیقت اور سچائی کی تصدیق کریں گے کہ آپ کے قلب اور قالب میں محبت شیخ رچی اور بسی ہوئی تھی اور یہ کہ انہوں نے اجتماعی یا انفرادی معاملات میں کبھی بھی دائرہ شیخ سے تجاوز نہیں کیا، اور یہ کہ وہ انقیاد واتباع اور فرمانبرداری کے معاملہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

ذیل میں پیش کردہ صحائف کے اقتباسات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

☆ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ ،۲۸ اپریل ،۱۹۴۸ء کے ایک صحیفہ میں جبکہ آپ کا قیام پاکستان کے شہر سکھر میں تھا اپنی عاشقانہ اور محبوبانہ کیفیت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

''میرے آقا، آپ کا یہ غلام دنیاوی اغراض کے پیچھے یہاں سکھر میں بیٹھا ہوا اپنے کو ضائع کررہا ہے حضرت کے حسب ارشاد حضرت والا کے رسائل کے مطالعہ کا التزام کرلیا ہے۔ عجیب اثر ہے۔ جب تک کتاب ہاتھ میں رہتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ اگر میری موت کا وقت سہارنپور کی حاضری سے پہلے ہو تو اسی مطالعہ کی حالت میں مروں کہ یہ بہت اچھی اور مزیدار حالت ہے۔ کاش کہ دہلی ہی میں حضرت کے قدموں میں میرا خاتمہ ہوجاتا۔ حضرت کے سائے بغیر میں بہت ہی بے کار اور پلید شخص ثابت ہوا ہوں۔ اب تک نفس پر کچھ

بھی قابو نہیں پاسکا بس جب تک حضرت والا کی نگرانی میں رہے صرف اسی وقت تک شرارتوں سے باز رہتا ہے۔

حضرت کی برکت سے الحمدللہ آج کل معمولات پورے ہوجاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے لئے فارغ فرمادیا ہے"

ایک موقع پر مرشد باصفا نے اپنے مسترشد باوفا کی محبت کا اعتراف کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ "تم کو مجھ سے بلاوجہ محبت ہوگئی ہے" بس اس ایک جملہ کے جواب میں اُس مرد باقبال نے ایک پورا محبت نامہ تحریر کرکے اس محبت کا راز اور اسکی وجوہات اور اس کے اسباب و مظاہر اس طرح لکھ کر بھیجے:

"حضرت اقدس نے بندۂ ناچیز کے متعلق فرمایا کہ "تم کو مجھ سے بلاوجہ محبت ہوگئی"۔ اس فقرے کو سوچا کہ حضرت سے محبت کی وجوہات تو بے شمار ہیں اور بہت ظاہر ہیں پھر حضرت والا کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہوا۔ یہ سمجھ میں آیا کہ دراصل محبت کی ساری وجوہات حضرت والاشان ہی کی ذات بابرکات میں ہیں تمہارے اندر واقعی کوئی وجہ نہیں ہے کہ تمہیں حضرت سے محبت کی دولت نصیب ہوتی۔ یہ محض اللہ کا بلا استحقاق انعام ہے۔ اور حضرت والا کی شفقت اور عنایت ہے کہ ہم جیسے گندوں کو اپنی توجہات سے اس بے بہا دولت کی طرف متوجہ کررکھا ہے۔

اس کے علاوہ بندہ غریب پر ہی محبت کا کس طرح الزام ہوسکتا ہے جب کہ خود حضرت والا ہی کے رُواں رُواں میں محبوبیت ہے۔ حضرت کے خیال ہی سے خود بخود محبت اُمڈ آتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جس بابرکت ہستی سے محبوب حقیقی محبت فرمادیں اور اپنے فرشتوں کو محبت کرنے اور ان کے ذریعے تمام مخلوق کو محبت کرنے کا حکم دیویں۔ اپنی حالت کی بناپر بندہ کو تو اس طرح محسوس ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان، عمل، اخلاص اور اپنی رضا کے حصول کا راز سب اسی محبت کرنے کے حکم میں مضمر فرمادیا ہے اس لئے اب تو یہی دعا ہے اور اسی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حجابات اور نفس کی رکاوٹیں دور فرماکر سچی محبت عطا فرمادیں۔

"میرے پیارے آقا (روحی فداہ) جب تم ہو ہی ایسے' تو غریبوں کا کیا قصور' کیا مرجاویں"

☆۲۳ربیع الاول ۱۳۶۹ھ/۱۳ جنوری ۱۹۵۰ء کے تحریر کردہ مکتوب میں حضرت شیخ ومرشد سے اپنی محبت کی کیفیت اوراس کے اثرات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''حضرت کا یہ غلام دن بدن بربادی اور تنزلی کی طرف جارہا ہے معلوم نہیں کیاانجام ہوگا۔آج کل اپنی حالت پر عجیب حیرت ہے اظہار سے حضرت کی ناراضگی اورافسوس کا ڈر ہے۔حضرت کی شفقت پرامید کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں شاید حضرت کی برکت سے اللہ جل شانہ رحم فرمادیں۔

مجھے اللہ والوں سے محبت اللہ ہی کی وجہ سے ہے اس لئے خاص اللہ کی محبت جو میرے خیال میں اصل ہے وہ سب سے زیادہ ہونی چاہئے۔مگر میری حالت سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت والا کی محبت بڑھی ہوئی ہے کیونکہ حضرت کے یاد آنے سے دل میں سوز اور شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔اوررونا آجاتا ہے۔پھر نماز وغیرہ بھی اسی شوق کی حالت میں گزرتی ہے خوب دل لگتا ہے۔مگراس حالت کے بغیر بعض وقت جماعت کے لئے اٹھ کر جانے میں طبیعت میں کشمکش شروع ہوجاتی ہے حالانکہ عین اس وقت آیات ترغیب وترہیب اور نفع نقصان کا شعور ہوتا ہے۔دل کہتا ہے کہ مسجد میں جانے سے اللہ خوش ہوں گے اگر محبت ہے تواٹھومگراس کے باوجود کسل اور سستی اس طرح سے مسلط ہوتی ہے کہ میں اس وقت حیران رہ جاتا ہوں خیال ہونے لگتا ہے کہ تم یقیناً منافق ہوتمہاراایمان ومحبت اتنا بھی نہیں کہ سستی اور کاہلی کے مقابلہ کرسکے۔کبھی کبھی کا ذوق وشوق سب نفس کا دھوکہ ہے امتحان کے وقت قلعی کھلتی ہے۔تمہارے ذکر کے اہتمام اوردوسرے ظاہری رسومات ادا کرنے کا کیافائدہ جبکہ اعمال میں یہ حالت ہے۔

☆ ۱۴/جنوری ۱۹۵۱ء ۵/ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ کے ایک طویل چھ صفحاتی مکتوب میں انہوں نے اپنی نااہلیت اوراپنی بے وقعتی اور بے حیثیتی کا درد کچھ ایسے انداز سے اپنے پیرومرشد کے حضور میں پیش کیا کہ گویادل ہی نکال کررکھ دیا،اس دردنایافت کی حکایات پر مشتمل مکتوب کے بعض اقتباسات اس طرح ہیں:

''پرسوں نماز عصر سے کچھ پہلے شفقت نامہ ملا۔ڈاکیہ کودور سے دیکھ کروالا نامہ کی امید پر

آگے بڑھا اور ڈاک وصول کی، حضرت کا پیارا خط تھا یا کہ کوئی متبرک تعویذ جس نے اس ناپاک کے ہاتھ سے مس کرتے ہی خوشی ومسرت کی عجیب کیفیات پیدا کردیں کہ کچھ دیر تک تو صرف گرامی نامہ کو دیکھتا ہی رہا۔ پھر کچھ سنبھل کر پڑھنا شروع کیا۔ عموماً ساری تحریر ا ور خصوصاً شروع اور آخری سطور (میرا خود دل چاہتا تھا کہ تم کو خود خط لکھوں کیا مشغلہ ہے، ملازمت یا تجارت کچھ ذکرِ شغل بھی باقی ہے یا سب قربان کردیا) نے تیر ونشتر کا کام کیا، بے ساختہ رونا آیا۔ لیکن ایک دوست پاس بیٹھے تھے جن کی وجہ سے ضبط کیا۔ ہم دونوں نے نماز شروع کی نماز میں اور بھی رونا آیا جس کو ضبط کرنے سے الفاظ نہیں نکلتے تھے۔ نماز کے معنیٰ کی طرف غور کرنا شروع کیا اور بہت مشکل سے نماز ختم کی"۔

☆ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ/۱۸اگست ۱۹۵۱ء کے تحریر کردہ اپنے مکتوب میں ملتجیانہ انداز میں اس تمنا کا اظہار کیا کہ خدا کرے کہ زمانہ پلٹے اور ہمیشہ کی نعل برداری کا شرف حاصل ہو، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اب میں کون سی ترکیب کروں، کس چیز کا واسطہ دے کر عرض کروں کہ بندہ کا عریضہ نہ پہنچ سکنے کی حالت میں بھی بندہ کو کبھی دعا اور توجہ میں یاد فرمالیا کریں، شاید زمانہ نے کوئی پلٹا کھایا تو ہمیشہ کی نعل برداری کا شرف حاصل ہوجائے۔ ورنہ پھر اگر خاتمہ بخیر ہوا اور بخشش ہوگئی تو انشاء اللہ معیت ضرور ہوگی"۔

حق تعالیٰ شانہ نے اس مرد باصفا کے جذبہ صادق کو اس طرح پورا فرمایا کہ واقعی طور پر زمانے نے پلٹا کھایا اور مرشد ومسترشد دونوں اپنی اپنی آخرِ حیات میں مدینۃ الرسول ﷺ میں ایک ہی چھت کے نیچے جمع ہوگئے اور پھر وہاں سالہا سال تک اس مرد با اقبال کو اپنے مرشد کی نعل برداری کا شرف حاصل ہوا اور مزید عزت وسعادت یہ حاصل ہوئی کہ دونوں ہی کو اپنے اپنے وقت پر اسی پاک اور مقدس شہر میں زندگی کے آخری سانس لینے کی توفیق مرحمت فرمائی گئی اور پھر اس پاک اور مقدس شہر کے مبارک خطہ جنت البقیع میں دونوں کو صبح قیامت تک کے لئے میٹھی نیند سلادیا گیا۔ **نور اللہ مرقدھما وبرّد اللہ مضجعھما**

☆ چند صفحات قبل یہ لکھا گیا ہے کہ آپ گھریلو اور درون خانہ کی دشواریوں اور اپنے معاشی

ومعاشرتی مسائل ومشاکل میں بھی کشادہ قلبی کے ساتھ رجوع کر کے مشورے لیتے اور دعوات وتوجہات کے طلب گار رہتے تھے۔

ذیل میں ایک ایسی ہی معاشی دشواری اور تنگی کے موقعہ پر لکھے جانے والے صحیفہ کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ مختصر تاریخ اس صحیفہ کی اتنی ہے کہ آپ کے ایک کاروباری شریک نے آپ سے پیدا ہونے والی شکایات اپنے مکتوب کے ذریعہ پیرروشن ضمیر کو بھیجیں، پیرومرشد نے صفائی معاملات کے ضابطہ کے تحت مرد باصفا سے جواب طلب کرلیا، اس پر یہ صحیفہ بھیجا گیا، صحیفہ کا یہ اقتباس حسن ادب، حسن اعتماد اور حسن معاملہ کا ایک شاہکار مجموعہ ہے۔

''اب یہاں سے مایوس ہوکر انہوں نے ایسی جگہ رجوع کیا جہاں میں اپنی بات کھل کر پیش نہیں کرسکتا۔ اور جہاں کا ہر حکم میرے لئے بغیر کسی حیل وحجت کے واجب الطاعت ہے، ان کی یہی شکایات اگر خدانخواستہ میرے کسی اور بزرگ کے پاس پہنچتی تو مجھے اپنی صفائی پیش کرنے میں بہت کام کرنا پڑتا مگر اب انہوں نے اپنی سادگی سے حضرت والا کو دھوکہ دینا چاہا ہے اگر وہ میرے شیخ دام برکاتہ سے واقف ہوتے تو وہ جانتے کہ مردمومن کی فراست سے ڈرنا چاہئے وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے تو شاید وہ ایسی غلطی کبھی نہ کرتے اب جواب بندہ جو کچھ عرض کرے گا وہ اس عقیدہ کے پیش نظر کرے گا کہ میں یہ عریضہ ایک ایسے حقیقت شناس ولی اللہ کو لکھ رہا ہوں جس کا مشغلہ ہی احادیث کے سلسلہ میں حقیقت کو اخذ کرنا ہے اور رات دن ہزاروں پیچیدہ اور باریک امراض کا علاج کرنا ہے۔ جس کے سامنے بڑے بڑے چالاک اور ذہین بھی بچے معلوم ہوتے ہیں۔ جو ایک بڑے طباق سے تین مدنی کھجوروں کو چھانٹ کر الگ کرسکتا ہے۔ (یہ واقعہ دوسرے کا ہے خود میرے ساتھ بھی بیسیوں واقعات ہوچکے ہیں کہ جہاں میں نے کسی قول وفعل میں دنیاداری کی ملاوٹ کی حضرت نے فوراً دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا اور میں نے شرمندہ ہوکر اقرار کیا) پھر اس سب کے بعد یہ میرے شیخ ومرشد اور مربی بھی ہیں۔ ان سب باتوں کو سمجھتے ہوئے مختصراً اظہار حقیقت کرتا ہوں''۔

حـ اسی زمانہ میں آپ کو کچھ کاروباری الجھنیں پیش آکر مالی نقصانات کی شکلیں سامنے

آئیں لیکن یہ آپ کی استقلالی شان تھی کہ اس وقت بھی آپ کے دل کی آواز یہ رہی کہ دینی نقصان کے مقابلہ میں مالی نقصان کوئی چیز نہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''مالی نقصان سے کہیں زیادہ جو میرے دین کا نقصان ہوا وہ اصل اور ناقابل برداشت نقصان ہے۔ مگر الحمدللہ صرف حضرت کے تعلق کی وجہ سے اپنی بدحالی پر اطمینان کبھی نہیں ہوا۔ قلق اور افسوس کے ساتھ اس تاک میں ہمیشہ رہا کہ کسی طرح حالات سازگار ہوں اور محبوب حقیقی کے لئے فارغ ہو جاؤں۔ اگر مجھے یہاں کی الجھنوں سے نجات مل جائے تو کوئی نہ کوئی سلسلہ بنا کر مستقل حضرت والا کی خدمت میں آجانے کو جی چاہتا ہے۔ بڑی کشمکش میں ہوں''

اسی صحیفہ میں آگے چل کر پھر اپنی محبت اور تعلق کا واسطہ دے کر دعاؤں کی درخواست کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اپنی ذات کی کمزوریاں تو ہزاروں دفعہ واضح ہو چکی ہیں۔ ہم اکیلے تو ادنیٰ سی آزمائش میں ختم ہو جائیں گے۔ حضرت والا کے تعلق ہی سے کبھی کچھ حرارت محسوس ہوتی ہے۔ بالکل گل سڑ جانے کے بعد بھی محض حضرت کی محبت ہی کی وجہ سے کبھی کبھی چمک جاتا ہوں۔ (اے اللہ حضرت کی محبت کو بہت ہی زیادہ بڑھا دے کیونکہ ان کی محبت اور تیری محبت ایک ہی چیز ہے) پھر جب اپنی شیطنت سے گناہ کر کے دور ہو جاتا ہوں تو اس وقت بھی یہی تعلق توبہ وزاری کی طرف لاتا ہے۔ غرض میں تو اپنے اندر حضرت کی کرامات دیکھ رہا ہوں۔ حضرت والا سے مزید توجہ اور دعا کی درخواست ہے''

۷ا ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ ۲۸؍اگست ۱۹۵۳ء کے ایک مکتوب میں جو یقیناً ان کے مقام ناز کی خبر دیتا ہے یہ سطور پڑھنے کے لئے ملتی ہیں:

''واقعہ یہ ہے کہ بندہ بھی عجیب اور حضرت بھی عجیب، جتنا خطرناک مریض اتنا ہی اونچا اور پیارا معالج، جیسے بندہ کی نالائقی اور نااہلیت میں کوئی کمی نہیں ویسے ہی حضرت کی محبوبیت اور شفقت اور کشش میں کمی نہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا کیسے شکر کریں''۔

☆ شوال ۱۳۹۲ھ دسمبر ۱۹۷۲ء میں مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں منامی طور پر آپ کو محبت

شیخ اور نسبت شیخ کا فرق اور اس سے استفادہ کا طریقہ بتلایا گیا اور جس کو آپ نے یکم ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ کے مکتوب میں اپنے پیرومرشد کو اس طرح تحریر کیا:

''پرسوں رات بہت کچی نیند میں تھا یا شاید جاگتا ہی تھا کہ ٹانگوں کی دردوں سے بہت پریشان تھا اس حالت میں ایک آواز سنی کوئی بتاتا ہے کہ شیخ سے محبت ان کے مقامات، فضائل اور علوم کی وجہ سے ہو تو اس چیز سے حصہ ملتا ہے اور ''نسبت شیخ'' کی ذات میں ہوتی ہے اس لئے شیخ کی ذات سے جتنی محبت ہوگی اتنا ہی نسبت کا فیض آئیگا۔ بندہ کو اتنا مضمون یاد رہا۔ اللہ تعالیٰ بندہ کو زیادہ سے زیادہ حضرت والا کی محبت عطا فرمائے۔ خواب کے متعلق کوئی تنبیہ یا تفہیم ہو تو ارشاد فرمادیں''۔

ذیل کا یہ اقتباس بھی بطور خاص مطالعہ کے لائق ہے۔ اس میں مرد با اقبال کی جانب سے جہاں اپنے نفس کے رذائل اور اپنے عیوب کا استحضار اور ان کی جانب سے فکر و خوف پڑھنے کو ملتا ہے وہیں تعلق و معیت الٰہیہ کے حصول کی خوشخبری بھی درج ہے۔

''آج کل بندہ کے حالات بہت ہی خراب ہیں۔ خرابی صحت کی وجہ سے بالکل بے کار ہو گیا ہے۔ ایک تو اعمال نہیں ہوتے۔ بیماریوں اور کمزوری میں نفس کی اصلاح تو ہونا چاہئے مگر بندہ کی باطنی حالت برابر گر رہی ہے، رذائل کا زور ہے۔ ہمت ٹوٹی ہوئی ہے اپنی اصلاح و ترقی سے مایوسی ہے دل کی حالت یہ ہے جیسے کوئی امتحان میں فیل ہو کر شرمندہ اور شکستہ ہوتا ہے۔ سوائے معافی اور درخواست کرم کے کوئی دعا نہیں نکلتی حضرت والا کی توجہ سے جب حضوری کی کیفیت میسر ہوتی ہے تو اپنے کو بہت ناپاک مجرم ذلیل دیکھ کر بہت شرم آتی ہے۔ منہ سے دعا بھی نہیں نکلتی۔ بس آنسو آجاتے ہیں پھر کچھ دل ہلکا ہو جاتا ہے''۔

☆☆☆

(۳) تعلق مع اللہ کے لئے غیر معمولی بے تابی

محبت کے مارے ہوئے اور عشق کی آگ میں جلے ہوئے کسی شاعر نے حقیقت حال کی غمازی کرتے ہوئے کہا ہے

ے ره رو راه محبت کا خدا حافظ ہو
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

اپنے عہد کے یہ اقبال بھی چونکہ راہ محبت کے مسافر تھے اس لئے اس راہ کے دستور اور قانون وضابطہ کے مطابق دو چار سخت مقامات ان کو بھی پیش آئے، لیکن خدا نے محافظت کی اور وہ بامراد اور شاد کام ہو کر نکلے۔ ذیل میں آپ کے صحائف سے چند ایسے مقامات کی نشاندہی کی جاتی ہے جن سے آپ کے احوال باطنہ، واردات قلبیہ نیز محبت ومودت کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کا علم ہوتا ہے۔

☆ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ ۱۳ جنوری ۱۹۵۰ء میں جب کہ آپ محکمۂ ٹیلی فون کی ملازمت کی وجہ سے میاں چنوں ملتان میں زیر ملازمت تھے آپ پر اپنی محرومیت کا احساس غالب ہوا۔ کڑھن اس بات کی تھی کہ مایۂ عمر ختم ہوتی جارہی ہے، اور سرمایۂ عمل کچھ پاس نہیں ہے، یہ احساس وتاثر حد سے فزوں ہونے پر آپ نے اپنی اس اندرونی حالت کو پیرو مرشد کے سامنے ان الفاظ سے پیش کیا:

''بہت گھبراہٹ ہے کہ مجھے کیا ہو رہا ہے، خاتمہ کس حالت پر ہوگا۔ ایمان جس کے بغیر کہیں ٹھکانا نہیں وہ حاصل بھی ہے یا نہیں؟ اگر حاصل ہے تو یہ عمل میں تضاد کے کیا معنی، جی چاہتا ہے کہ تہجد کی نماز میں خوب رویا کروں۔ لیکن دل کی سختی اور غفلت کی وجہ سے ظہر، عصر کی طرح انتشار کی حالت میں پھیکی سی نماز پڑھ لیتا ہوں۔ معلوم نہیں اخلاص کب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کب ملیں گے۔ اور'' من تقرب الی شبرا تقربت الیه ذراعا '' کا کیا مطلب ہے۔ اگر خاتمہ ہی کی تسلی ہو تو سارے مطلب وہاں جا کر ہی پوچھ لوں''۔

اس مکتوب کے تحریر کئے جانے کے تین ہی دن بعد اس کیفیت میں کچھ اور اضافہ ہوا تو ۲۷ ربیع الاول ۱۷ جنوری کے مکتوب میں قلبِ محزون کی حالت اس طرح ظاہر کی:

''اپنے عقیدہ اور خیال میں دنیاوی امور کو بہت حقیر، بے قیمت اور آخرت کی باتوں کو بہت قیمتی سمجھتا ہوں لیکن عمل کے وقت جھوٹا ثابت ہوتا ہوں اس سے اپنے ایمان ہی پر شبہ ہونے لگتا ہے کہ سب جھوٹ اور رسم ہی ہے۔ میں اپنی اس حالت سے پریشان ہوں، علاج معلوم ہے مگر ہمت واستعداد

ایسی ناقص کہ ہوتا نہیں صرف آپ کی توجہ و ہمت شامل حال ہو، خصوصی دعا ہو جائے تو اللہ کریم رحم فرماویں''۔

☆ ۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ ۱۴ جنوری ۱۹۵۱ء میں جہلم پنجاب پاکستان کے زمانہ قیام میں اپنی اندرونی حالت اور توفیق ذکر کے متعلق لکھتے ہیں:

''جب کبھی کچھ دن ذکر کی مسلسل توفیق ہو جاتی ہے تو حضرت کی برکت سے بہت ذوق وشوق بڑھ جاتا ہے اور فکر اور توجہ زیادہ ہو جاتی ہے پھر خواہشات نفسانی اور رزائل اور گندی دنیا کا تعلق کھینچ کر نیچے پھینک دیتا ہے پھر حضرت ہی کا تعلق سہارا بنتا ہے اور رو دھو کر رجوع کرتا ہوں۔ ڈر ہے کہ کہیں اسی کشمکش میں مہلت ہی نہ ختم ہو جائے، اور میں بالکل کورے کا کورا بلکہ گندگیوں میں آلودہ رہ جاؤں۔ اور کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے والا مضمون ہو جائے۔ میرے حالات کی بہتری کے لئے حضرت خصوصی دعا فرمائیں اور کوئی نصیحت ارشاد فرمائیں کہ یہ غلام حضرت کے در ہی کا کتا ہے کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ باجود دوری کے حضرت ہی کا آسرا ہے''

اسی مکتوب کے آخر میں استحضار اور تعلق مع اللہ کی کیفیت اور اس سے پیدا ہونے والی لذت وحلاوت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''میرے پیارے آقا! میں اپنی ذات سے تو سراپا ناپاک ہی ہوں مگر حضرت کے تعلق کے لحاظ سے بڑا ہی خوش قسمت ہوں۔ کبھی تو اللہ کے فضل سے ایک آدھ ایسا لمحہ بھی نصیب ہو جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں ہفت اقلیم کی بادشاہت ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ مگر اکثر جسم اور دنیا کی گندگیوں میں ملوث رہتا ہوں۔ نفس اور دنیا کی الجھنوں سے نجات کی دعا کی درخواست ہے''

☆ ایک موقعہ پر جب کہ اپنی ذات سے یاس کی حالت طاری تھی روشن ضمیر شیخ نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں استحقاق کی بھی شرط نہیں ہے اس جملہ سے آپ کے دل حزیں کو بڑی تسکین ہوئی اور لکھا کہ! حضرت والا کے اس ارشاد سے کچھ تسلی ہوتی ہے۔ کہ اس کی دین کے لئے استحقاق بھی شرط نہیں۔ دعا فرمائیں اللہ جل شانہ بغیر استحقاق کے اپنی طرف کھینچ لیں اور مجھے پیشانی سے

پکڑ کر اپنے لئے خالص فرمالیں۔ کیونکہ میں کیسے استحقاق قائم کر سکتا ہوں جب کہ مجھے دنیا نے مسحور اور نفس نے مغلوب کیا ہوا ہے۔

☆ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ ۱۶ اگست ۱۹۵۱ء میں آپ کا قیام لاہور میں تھا اور اندرونی احوال اتار چڑھاؤ یا قبض وبسط کی شکل لئے ہوئے تھے آپ نے اپنے پیرومرشد کو لکھا کہ اگر میں آپ کے پاس رہوں گا تو میرے وجود سے آپ کو اذیت پہنچے گی۔ مرشد روشن ضمیر نے جو حاذق طبیب بھی تھے اور ماہر نفسیات بھی بڑی محبت اور اپنائیت کے ساتھ اپنے جواب نامہ میں اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ تمہیں اذیت کے پہنچنے کا خیال کیسے آیا بلکہ مجھے تو راحت ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت میں اس مرد با اقبال نے اپنے پیرومرشد کی صفائی طبع، نزاکت مزاج اور طبیعت کے حساس اور با احساس ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے جواب دیا کہ:

''حضرت کے پاس حاضری کے دوران میں مجھ سے اذیت پہنچنے کا خیال مجھے اس بنا پر ہوتا تھا کہ میں دیکھا کرتا تھا کہ حضرت گرمی دانوں کی وجہ سے کار بالک صابن استعمال فرماتے تو بعد میں خوشبودار صابن سے اس کی بدبو کو زائل کر دیا جاتا۔ پھر غسل کے بعد حضرت عطر بھی استعمال فرماتے۔ اب ہم کثیف دماغوں کو بدبو کا شبہ بھی نہ رہتا لیکن حضرت کو اس کی بدبو سے ناگواری اور تنگی بدستور رہتی۔ اس پر بندہ سوچتا کہ میرے اندر تو گناہوں کی اور رزائل کی گندگی ہی گندگی بھری ہوئی ہے۔ اور میں اسی حالت میں حضرت کے پاس بیٹھتا ہوں، پھر میرا چہرہ بھی خدا جانے کس مکروہ شکل میں حضرت کو دکھائی دیتا ہوگا۔ پھر سوچتا کہ آخر جذام اور دق کے مریض بھی تو ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے علم اور تدابیر سے مریض کی گندگی اور جراثیم سے بچاؤ کر لیتے ہیں اور خوشی خوشی علاج کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت کو بھی ہماری اصلاح سے خوشی ہوتی ہوگی جیسے کہ بندہ کے توجہ اور رجوع کرنے سے اللہ تعالیٰ کو خوشی ہوتی ہے''۔ اسی مکتوب میں چند سطور کے بعد بطور اختتامیہ لکھتے ہیں:

''اب کہاں ہم اور کہاں یہ باتیں، غرض اس طرح سے مجھے اپنی ظاہری اور باطنی حالت کی خرابی کی بناء پر اذیت کا شبہ ہوتا تھا اس پر بھی اگر حضرت یہ فرمادیں کہ کوئی اذیت نہیں ہوتی بلکہ راحت ہی

ہوتی ہے یو محض شفقت ہی ہے''۔

☆☆☆

(۴) دردِ نایافت

☆ آپ کے صحائف کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنی کم مائیگی، بیچارگی اور اندرونی زبوں حالی کا احساس آپ کو سالہا سال دامن گیر رہا اور اسی احساس وخیال نے آپ کو روحانی ترقیات واحسانی مقامات میں کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا، چنانچہ ۱۳۷۰ھ کے مکتوب بالا کے آٹھ سال بعد ۱۳۷۸ھ میں بھی آپ کی لســـت بشـــیء کی یہ کیفیت اور عبدیت اور فنائیت کی یہ حالت ہمیں ۳۰ رجب ۱۳۷۸ھ ۹ فروری ۱۹۵۹ء کے تحریر کردہ مکتوب میں بھی نظر آتی ہے۔ چنانچہ پیر روشن ضمیر کو اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بہت سے دوستوں کو دیکھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے حالات میں نمایاں ترقی ہوئی۔ مگر میرا معلوم نہیں کیسا خمیر ہے سور کی کھال کی طرح کسی طرح پاک ہی نہیں ہوتا۔ باطنی فضائل تو کیا حاصل ہوتے باطنی امراض اور رزائل ہی ترقی پذیر ہیں۔ اب پینتیس برس کے قریب عمر ہوگئی ہے اور تقریباً بیس سال سے اصلاح اخلاق واعمال کا خیال وہوس ہے لیکن بچپن میں کچھ اخلاص وغیرہ تھا بھی اب سوائے گندگی کے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کی وجہ سے نجات کی امید ہو۔ اصلاح کا راستہ ظاہر ہے کہ محنت ومجاہدہ اور لذات سے صبر کی ضرورت ہے لیکن یہ کرنے کا کام ہوتا نہیں، یعنی مرض کی حالت یہ ہے کہ دوا پینے کی بھی ہمت نہیں اب بس یہی ہے کہ حضرت کی خصوصی توجہ ہو کہ زبردستی دوا پی جائے اور دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمادے''۔

☆ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۱ء ۹ شعبان ۱۳۹۱ھ کے تحریر کردہ مکتوب سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اس وقت تک اللہ جل شانہ کی بارگاہ عالیہ سے آپ شادکام اور بامراد ہو چکے تھے۔ مقام باختصاص آپ کو عطا ہو چکا تھا اور سلوک واحسان کی راہ میں پختگی پا کر حضوری، معیت الٰہیہ اور تعلق مع اللہ کی دولت بھرپور طور پر آپ کو تفویض کی جا چکی تھی لیکن ایک عاشق صادق کی طرح آپ کی خواہش تھی کہ یہ شربت لقاء اور جرعہ

وصال مجھے ہر وقت ملتا رہے اور ایک لحظہ ولمحہ کے لئے بھی میں اس لذت سے محروم نہ رہوں لیکن ظاہر ہے اور سب جانتے ہیں کہ نشیب وفراز، عروج ونزول، قبض وبسط، اس راہ محبت کی بہت قدیم اور مضبوط اصطلاحات ہیں۔ چناچہ اپنے وقت کے اس مرد باصفا کو بھی جب یہ کیفیت پیش آئی تو انہوں نے یہ سوچ کر اپنے اصل مرکز سے رجوع کیا کہ جہاں سے یہ درد ملا ہے وہیں سے دوا لی جائے گی، اور پھر انہوں نے اپنے روشن ضمیر مرشد کو اپنا دکھڑا اور اپنی فریاد ان الفاظ کے ساتھ سنائی:

''بندہ سے پہلے بھی کبھی کچھ نہیں ہوسکا مگر حضرت والا کی شفقت وکرم نے کبھی تو جہات سے محروم نہیں کیا۔ نالائقی اور نااہلی کے باوجود جو کرم فرمائے، وہ سارے ہی خدام سے بڑھ کر ہیں۔ اس وقت جو بات عرض کرنا ہے وہ یہ کہ ۸۸ھ کی حاضری پر تقریباً دو مہینہ تک حضرت کی توجہ کا خاص اثر محسوس ہوتا رہا کہ اپنے فنا اضمحلال کے ساتھ حضوری اور معیت کی عجیب کیفیت اور سرور تھا اس کے ساتھ طبیعت میں جوش اور شوکت تھی۔ یہ سب حضرت کی توجہ اور انعام تھا لیکن بندہ بدکار اور بہت ہی زیادہ نالائق سے جو ہونا تھا وہی ہوا کہ اپنی بداعمالیوں سے وہ بات کھودی۔ رزائل پہلے سے بھی زیادہ قوی ہوکر ظاہر ہوئے اور اب تک بندہ تباہی اور بربادی کی حالت میں ہے، چونکہ ایک جھلک دکھائی دے چکی ہے اب محرومی سے بے چینی، بے قراری اور افسوس ہے۔ حضرت کے پاس کچھ تسلی ہوجاتی ہے۔

اب ہمت بالکل جواب دے چکی ہے۔ اب ناقص سی بے کار جان ہے۔ یہی حاضر ہے۔ اب کچھ بننے، ثواب حاصل کرنے یا مقامات طے کرنے وغیرہ کسی بات کی تمنا نہیں ہے۔ بس جو دیکھا تھا وہ ایک دفعہ پھر مل جائے اور اپنے ساتھ سچائی اور خلوص عطا فرمادے۔

ے جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پہ فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

میرے حضرت کریم آقا یہ غلام شرمندہ اپنے جرم کا اقرار اور خیانت کا اعتراف کئے ہوئے معافی اور نظر کرم کی امید لے کر مدینہ منورہ کا سوالی بن کر حاضر ہو رہا ہے بلکہ اللہ تعالی محض اپنے فضل سے پہنچا رہے ہیں انشاء اللہ خالی نہ آوے گا بلکہ ایمان وعشق لئے ہوئے واپس آکر روضہ اقدس پر حضرت کا

سلام عرض کرے گا"۔

☆☆☆

(۵) ذکر اور معمولات کا اہتمام اور اس کے اثرات

☆ ۱۹۴۵ء، ۱۳۶۵ھ میں دست گرفتہ شیخ ہونے کے بعد آپ نے ذکر بارہ تسبیح کا پورا پورا اہتمام کیا، حالات یسر کے ہوتے یا عسر کے، صحت کے ہوتے یا مرض کے آپ حتی الامکان معمولات شیخ پر کار بندرہ کر برابر اس کی اطلاع اپنے شیخ و مرشد کے حضور بھیجتے رہتے، اس سلسلہ کے دو اقتباسات دو علیحدہ علیحدہ صحائف سے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ پہلا اقتباس یکم ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ ۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کے تحریر کردہ مکتوب کا ہے جب کہ دوسرا، ۱۹ر شوال ۱۳۷۱ھ ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کے محررہ مکتوب سے لیا گیا ہے۔

(۱) عرض یہ ہے کہ ذکر اسم ذات میں کبھی کبھی نشاط اور لذت سے محبت کا عجیب غلبہ سا ہو جاتا ہے جس سے زبان رک جاتی ہے اور منہ سے آواز نکلنی بند ہو جاتی ہے جیسے کہ سخت غصہ کی حالت میں ہو جائے۔ پھر تھوڑی دیر بعد جب خیال ادھر ادھر بٹ جائے تو طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے پھر چل پڑتا ہوں۔ اسی طرح پاس انفاس جب تنہائی میں کروں تو طبیعت میں جوش آجاتا ہے سانس تیز ہو جاتا ہے یہ چیز جب کبھی سوتے وقت ہو جائے تو نیند اڑ جاتی ہے، سر میں بہت گرمی محسوس ہوتی ہے، دماغ تھک جاتا ہے پھر دیر کے بعد اس حالت میں نیند آجاتی ہے مگر گہری نیند نہیں آتی۔ پاس انفاس خالی اوقات میں اور چلنے پھرنے کے درمیان میں بلا ارادہ وخیال بھی ہوتا رہتا ہے۔ اور لکھتے پڑھتے وقت یا بات کرتے وقت کوشش کرنے سے بھی نہیں ہوتا۔ جماعت کی انتظار میں جتنا بیٹھنا ہو تو اس میں مشغول ہوتا ہوں۔ پھر جماعت کھڑی ہو جانے پر سری نمازوں میں اگر رکوں تو تکلف سے رکنا پڑتا ہے اس پر مجھے خلجان ہوتا ہے کہ بلا ارادہ اگر جاری ہو تو رکنا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ صرف قیام ہی کی حالت میں ہوتا ہے دیگر حالتوں میں نماز کی تسبیحات وغیرہ میں مشغولی ہوتی ہے۔ حضرت جی دعا فرمائیں کہ قرض وغیرہ سے جلدی چھٹکارہ ہو اور اللہ تعالیٰ اپنا عشق عطا فرمائیں اگر کوئی لمحہ محبت میں گزر جاتا ہے تو بہت ہی مزا آتا

ہے اللہ اس مزے سے بھی بے نیاز کر کے اخلاص کی محبت عطا فرمائیں۔ اتنی کہ بے انتہا، اس میں جل کر راکھ ہو جاؤں اور ہلکا ہو کر جا ملوں۔ (فقط)

(۲) ذکر کرتے وقت طبیعت میں انشراح لذت اور خوشی حاصل ہوتی ہے تو حضرت والا سے محبت کا بہت جوش اٹھتا ہے کہ حضرت ہی کی برکت ہے، پھر دل سے دعا نکلتی ہے اور حضرت کی تکلیف کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ آج کل حضرت کی توجہ سے ذکر میں الحمدللہ پابندی ہے۔ حضرت والا نے تین تسبیح نفی اثبات اور تین اسم ذات کی ارشاد فرما رکھی تھی اب پانچ سو بار نفی اثبات اور ایک ہزار اسم ذات کر لیتا ہوں۔ جی بہت چاہتا ہے کہ مقدار اور بھی بڑھ جائے، پورا ذکر لوں مگر ابھی حضرت والا کی دعا اور توجہ کی مزید ضرورت ہے۔ اگر درمیانی آواز سے بھی آہستہ ذکر کروں تو گیارہ تسبیح پورا ذکر بھی ہو سکتا ہے مگر آہستہ آہستہ کرنے سے یکسوئی حاصل نہیں ہوتی اور دل پر کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا اور کبھی کبھی تو با آواز کرنے سے بھی خیالات آتے رہتے ہیں مگر کم۔

دوسرا اثر یہ ہے کہ زور سے کرنے میں پاس انفاس زیادہ مقدار میں جاری رہتا ہے اور آہستہ میں ذکر کے بعد پھر غفلت رہتی ہے۔ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ دل کمزور ہو جائیگا۔ سوچتا ہوں کہ ایسے قوی دل کو کیا کریں جو منافق ہو۔ غیروں میں مبتلا ہوا اس سے تو وہ دل بہت مفید ہے جس میں محبت ہو، اخلاص ہو، یاد ہو۔ کمزور بھی ہوا تو ایمانی قوت حاصل ہوگی۔ دنیا سے دل برداشتہ ہو رہا ہوں اور ساتھ ساتھ دینی کام کرنے کی حسرت بھی ختم ہو رہی ہے صرف محبت ہی کی طلب ہے۔

(۶) مدینہ پاک میں قیام کی خواہش

اس مرد باصفا اور مرد با اقبال کی الواح حیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قیام حرمین شریفین خصوصیت کے ساتھ قیام مدینۃ الرسول ﷺ کے لئے ہمہ وقت بے چین و بے تاب رہتے تھے اور جس قدر اسباب کی نامساعدت اور راہ و منزل کی دشواریاں بڑھتی جا رہی تھیں ان کا جذبۂ شوق و ذوق اس سے کہیں زائد بڑھتا جا رہا تھا یہاں تک کہ اللہ جل شانہ نے ان کی اس تمنا و آرزو کو بلا اسباب وسامان پورا فرما دیا اور وہ وہاں پہنچا دیئے گئے۔

ذیل میں اسی ذوق وشوق اور کیف ومستی سے بھرپور جذبات وکیفیات کے کچھ قیمتی نمونے ان کے صحائف سے پیش کیے جاتے ہیں۔

☆ ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء میں جب کہ ان کا قیام لاہور (پاکستان) میں تھا اپنے پیرومرشد کو اپنے اندرونی جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا:

''حضرت جی مجھے اس ارض پاک سے ضرور محبت ہے۔ لیکن عقلی طور پر یقین ہے کہ اگر قسمت میں کچھ ہے تو مقصد حضرت کی خدمت ہی سے حاصل ہوگا۔ پھر حضرت کے طفیل اللہ تعالی اپنے گھر بلانے کا بھی انتظام فرمادیں تو ان کے یہاں کیا مشکل ہے؟''۔

☆ جب وہ محرم ۱۳۷۲ھ ستمبر ۱۹۵۳ء میں اپنی ملازمت کو حیلہ اور بہانہ بنا کر جدہ پہنچ گئے تب ۲۱ محرم ۳۰ ستمبر کے صحیفے میں اپنے پیرومرشد کو اس طرح مطلع کیا:

''بندہ کو اب اور کوئی غم فکر نہیں بس ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ کسی طرح مدینہ پاک کا قیام نصیب ہوجائے کیونکہ اب جو (جدہ سے) حاضری ہوتی ہے تو صرف ایک روز کے لئے ہوتی ہے۔ اس ایک روز میں بھی آدھی طاقت تو سفر کے تکان میں صرف ہوجاتی ہے۔ مکہ مکرمہ اس سے بھی کم وقت کے لئے حاضری ہوتی ہے لیکن اتنی بات ہے کہ وہاں ہر ہفتہ حاضری ہوجاتی ہے''

☆ چند سال جدہ میں قیام کے بعد جب ان کے اندورنی ذوق وشوق اور دل کی خلش اور بے چینی نے ان کو مدینہ منورہ جانے پر مجبور کردیا اور وہ وہاں پہنچ گئے تو اس مرد بااقبال نے اسی سرزمین میں رہنے کا فیصلہ کرتے ہوئے دین پر ثبات قدمی، پختگی اور پھر اپنے مدنی بننے کی دعا کے لئے اپنے مرشد کے حضور میں اس طرح رجوع کیا:

''ایک بات خلاصہ کے طور پر عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے طور پر اپنی مرضی سے پاکستان تو جانا نہیں انشاءاللہ۔ یہاں کے ماحول میں بھی ایک بے دینی کا نیا نیا انقلاب آیا ہے جو تیزی سے بڑھ رہا ہے یعنی جو حالت مشائخ کے اکثر خلفاء اور اکثر دینی مدارس کی ہوتی جارہی ہے وہی اس ارض مقدس کے اکثر حصہ کی ہوتی جارہی ہے اب یہاں پر بھی اپنے دین کو بچانے کے لئے گمنام اور دنیا سے الگ

غریبانہ طور سے رہنے کی ضرورت ہے۔ صرف حرمین شریفین سے تعلق رکھ کر وقت گزارے۔ مدینہ پاک میں قیام کی زبردست خواہش ہے اس کے لئے اقامہ موجود ہے صرف گزارے کے لئے تھوڑے سے کام کی ضرورت ہے۔ یہاں جدہ کا ماحول ہم دونوں کے لئے خاص کر گھر والی کے لئے اچھا نہیں یہاں پر جن لوگوں میں ہیں وہ دیندار بھی ہیں، ساتھ ساتھ دنیاداری میں بھی پورے ہیں۔ ہم نے یہاں پر قیام دین کی خاطر کیا ہے لیکن ہم دونوں کی دینی حالت عمرے اور زیارتوں کے باوجود گرتی جارہی ہے خصوصاً عورتوں کا ماحول تو بالکل ہی غیر دینی ہے البتہ مردوں کا محدود ماحول حاجی ارشد صاحب کی برکت سے تبلیغی ہے۔ مطلب یہ کہ حضرت والا مدینہ پاک کے لئے دعائے خصوصی اور توجہ خصوصی فرمادیں کہ وہاں کوئی کام کی صورت بن کر قیام ہوجائے"۔

☆ ۱۸ صفر ۱۳۸۳ھ ۱۰ جولائی ۱۹۶۳ء کے مکتوب میں آپ حرم مکہ اور حرم مدینہ کے درمیان ذوقی ووجدانی فرق اور اسی پاک سرزمین میں رہنے سہنے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہیں مرنے اور مٹنے کی تمنا کو ان الفاظ کے ساتھ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں لکھتے ہیں:

"واپسی کا خیال کرنے اور سوچنے کو بھی ہمارا دل نہیں چاہتا۔ بلکہ حاجی صاحبان کی بسوں پر جب واپسی کے لئے سامان رکھا جاتا ہے تو دیکھ کر رونا آتا ہے کہ بے چارے واپس جارہے ہیں۔ اس وقت گھر والی کے پاس عربوں اور دوسرے یہاں والوں کے چند چھوٹے بچے پڑھنے آجاتے ہیں اسی سے گزر اوقات ہے اس طرح سے جدہ میں گزارہ ہوسکتا ہے۔ مگر یہاں کا ماحول ایسا ہے کہ جی بالکل نہیں لگتا اور مکہ میں بھی انگریزی وغیرہ پڑھنے والے بچے مل سکتے ہیں۔ مگر ہم بدقسمت گندوں کا وہاں بھی شہر میں جی نہیں لگتا مسجد حرم شریف میں تو خوب جی لگتا ہے وہاں سے باہر جی نہیں لگتا اور قیام سے کچھ ڈر بھی لگتا ہے۔ کچھ رعب سا معلوم ہوتا ہے۔ اور مدینہ پاک سبحان اللہ مسجد شریف کی تو بات ہی کیا ہے، وہاں تو جنت کا ٹکڑا اور نظارہ جاناں ہے، وہاں دل کو سکون اور ٹھنڈک وسرور حاصل ہوتا ہی ہے۔ مسجد شریف سے باہر بڑے بازاروں کو چھوڑ کر گلیوں اور مکانوں سے خوشبوئیں آتی ہیں اور ذرہ ذرہ سے محبت اور لگاؤ اور برکت محسوس ہوتی ہے ہر چیز میں مزا اور نور معلوم ہوتا ہے۔ مدنی حضرات سے انس ہے"

☆☆☆

(۷) رمضان المبارک اور صحبت شیخ

عارفین اور مقبولان بارگاہ الٰہیہ کے لئے ماہ رمضان المبارک خصوصیت کے ساتھ طاعات و عبادات تبتل وتوکل اور افادہ واستفادہ روحانی کا خصوصی مہینہ ہوتا ہے چنانچہ سالکین راہ طریقت ہوں یا منزل مراد پانے اور گوہر مقصود حاصل کر لینے والے مشائخ ہوں سب ہی اس مبارک مہینہ میں اپنے اپنے دامن مراد کو بھرنے کے لئے عزیمت ومجاہدات کی راہ پر چلتے ہیں، چنانچہ اس مرد باصفا اور مرد باوفا کے مختلف رمضانوں میں بھی ہمیں یہ چیز واضح طور پر محسوس ہوتی ہے، وہ ہر آنے والے رمضان کا گذشتہ رمضان سے مقابلہ وموازنہ کرتے ہیں، شیخ ومرشد کی خدمت میں حاضری اور عدم حاضری کے پیمانہ سے بھی اس کو ناپتے ہیں اور پھر سود وزیاں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ذیل میں ان صحائف سے ان کے کچھ ایسے ہی تاثرات اور دلی جذبات بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں:

☆ ۱۳۶۷ھ کا رمضان آپ نے پیر ومرشد کی خدمت میں اور ۱۳۶۸ھ کا رمضان پاکستان میں گزارا، اس دوسرے رمضان کا آپ کے دل ودماغ پر گہرا اثر تھا اور کوئی وقت نہیں گزرتا تھا کہ جس میں آپ ۱۳۶۷ھ کے رمضان کو یاد کر کے اداس اور رنجیدہ خاطر نہ ہوتے ہوں، چنانچہ ۲۵ رمضان ۱۳۶۸ھ کے صحیفے میں اس مرد باصفا نے اپنے قلبی اضطراب یا باالفاظ دیگر اپنی محرومی کو ان الفاظ کے ساتھ اپنے پیر ومرشد کو سنا کر صحیفے کی آخری سطر میں لکھا کہ اللہ میرے حال پر رحم کرے کہ میں قید خانہ پاکستان میں ہوں اس صحیفے کی یہ سطور اس طرح ہیں:

''حضرت کی مجلسیں یاد آ آ کر دل بھر آتا ہے۔''انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ'' حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے، باطنی اخلاق کی گندگیاں اور نفس کی شرارتیں تو پہلے ہی پریشان کر رہی تھیں اب دنیا کی الجھنیں بھی ساتھ لگ گئی ہیں گناہوں کا کیا ذکر کیا جائے۔ جو کام نیک اعمال کے نام سے ہوتے ہیں۔ ان میں سے جس پر غور کیا جائے اسی سے ڈر لگتا ہے۔ نہ اخلاص ہے، نہ احسان ہے، نہ حقیقت ہے بلکہ اس کے برعکس ہر عمل رزیل صفات سے کچھ نہ کچھ ضرور آلودہ ہے''۔

☆ ۱۳۶۹ھ جون ۱۹۵۰ء کا رمضان پاکستان میں گزارنے کے بعد یکم شوال میں تحریر کئے جانے والے صحیفے میں اپنے پیرومرشد کو روزہ اور عید کا موازنہ اور اپنی بے چینی اور بے وقعتی کا تذکرہ کر کے شقی سے سعید بننے کی تمنا اس طرح کرتے ہیں!

''الحمدللہ تھوڑا سا وقت اس طرح گزرا جیسے کوئی زندگی کا آخری دن سمجھ کر گزار رہا ہو حضرت والا کے لئے بھی دعائیں نکلیں۔ افطار کے بعد یکدم طبیعت ایسی پھیکی اور اداس ہوگئی جیسے کہ کسی چیز کا نشہ تھا جو زائل ہوگیا۔ خیر رات گزری آج عید کا روز ہے متقی لوگ جنہوں نے روزے رکھے ہیں ان کے لئے بڑی خوشی کا دن ہے بعضے اللہ جل شانہ کی ملاقات اور معیت محسوس کرتے ہونگے؟ مگر ہائے افسوس میری بدنصیبی پر جس نے ماہ مبارک کو فقہی ضابطہ کے تحت تو گزارا تھا یعنی روزے کے وقت میں کچھ کھایا پیا نہیں مگر شاید حقیقی روزوں سے محروم ہی رہا جس کی وجہ ہے کہ آج عید کا دن میرے لئے سب سے زیادہ بے رونق اور اداسی کا دن ہے۔ آج میرے اردگرد بہت چہل پہل ہے مگر میں اپنے کو کسی بیابان جنگل میں اکیلا محسوس کرتا ہوں۔ حیران ہوں کہ کیا عید کا دن ایسا بھی ہوتا ہے یا میں بدبخت ہوں۔ حضرت والا کے سوا کوئی آسرا نہیں اس لئے عریضہ لکھا ہے۔ پتہ نہیں اس گندے وجود کا خاتمہ کس حالت میں ہوتا ہے اور میں کس پارٹی میں ہوں۔ میرا تو ہر تجربہ اور ہر کوشش کا نتیجہ مایوس کن ہوتا ہے۔ نفس کا ایسا غلبہ ہے کہ ذرا سی بات پر میری ہمت اور ایمانی قوت کو شکست ہو جاتی ہے۔ اگر یہ کمبخت نفس میرے جسم کا حسی طور پر کوئی حصہ ہوتا مثلاً ہاتھ پاؤں کی طرح سے ہوتا تو فوراً کاٹ کر جلا دیتا مگر اب تو حضرت کی توجہ اور دستگیری سے ہی اس کافر کا علاج ہوسکتا ہے۔ روزوں سے تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوا حالانکہ ماہ مبارک میں اپنی وسعت کے موافق اپنے زعم میں کچھ نہ کچھ محنت بھی کرتا رہا ہوں۔ اسی سے سمجھ میں آتا ہے کہ اصلاح اور اخلاق باطنی کے بغیر سب عمل بے وزن اور بے قیمت ہیں ورنہ روزوں سے میرے تقویٰ میں ضرور زیادتی ہوتی۔ دعا کی درخواست ہے اللہ جل شانہ اپنی رحمت سے مجھ شقی کو سعید بنادے''۔

☆ ۱۳۶۸ھ کا رمضان آپ نے بحیثیت انچارج دفتر ٹیلیفون میاں چنوں ضلع ملتان میں

گزارااس موقعہ پرستائیسویں شب میں جوصحیفہ آپ نے اپنے پیرومرشد کی خدمت میں گزارااس میں نازونیاز کےانداز میں سہانپوراورمیاں چنوں کے رمضان کا موازنہ اور مقابلہ روحانی حیثیت کے بجائے مادی اورظاہری حیثیت سے کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اب ماہ مبارک ختم ہورہا ہے سہارنپور شریف میں اور یہاں میں جوزمین آسمان کا فرق ہے وہ بیان نہیں کرسکتا صرف ایک ظاہری چیز کی مثال عرض کرتا ہوں وہاں روزانہ کھجور شریف اور زم زم شریف سے افطار ہوتا تھا، یہاں سکھر کی کھجوراورمیاں چنوں کا پانی ہوتا ہے''۔

☆ ۱۳۶۹ھ کا رمضان المبارک بھی آپ کا پاکستان کے شہر جہلم میں گزرااس موقع پر بھی صحبت شیخ میں گزرے ہوئے رمضان برابر آپ کے دلی جذبات کو برانگیختہ کرتے رہے۔اس موقع پر بھیجے جانے والے ایک صحیفہ (محررہ ۲۷رمضان) کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''مجھے اپنی بدنصیبی پرافسوس بھی ہوتا ہے اور حیرانی بھی ہوتی ہے کہاں تو سن ۱۳۶۵-۱۳۶۶ کارمضان المبارک تھا کہ حضرت کی صحبت حاصل تھی جس کے ساتھ گویا سب کچھ حاصل تھا اور کہاں اب یہ تیسرا رمضان شریف گزر رہا ہے کہ محض رسوم پوری ہوجاتی ہیں باقی حسرت ہی حسرت ہے اصلاح حال کے لئے دعااور توجہ کی درخواست ہے''۔

(۸) سراپا محبت، سراپا دردوسوز

شاہد نازک خیالاں پر جب اس مرد بااقبال کی شفقت ومحبت اور الطاف وعنایت سے بھرپور پر چھائیاں پڑیں تو اس وقت اپنی زندگی کی بائیسویں بہار دیکھ رہا تھا۔ایک ہی شیخ ومرشد کے دامن گرفتہ ہونے کی بنا پر ہم دونوں پیر بھائی بھی تھے اور ایک ہی چشمہ صافی سے اپنی اپنی پیاس بجھارہے تھے۔ چونکہ یہ احقر شیخ ومرشد رحمۃ اللہ علیہ کے نام آنے والے خطوط اور دیگر اہم فرامین وتحریرات کے جوابات بھی لکھا کرتا تھا۔اس لئے اس احقر کے قلم سے تحریر کردہ بہت سے جوابات اس مرد باصفا کے پاس بھی پہنچا کرتے تھے اس لحاظ سے گویا مخلصانہ روابط کی یہ استواری اور تعلقات کی یہ ہمواری بھی پیرو مرشد کے حسن توسط بلکہ انہیں کی برکت سے قائم ہوئی تھی۔صحیح معنی میں یہ خطوط اور جوابات خطوط ہی ہم

دونوں پیر بھائیوں کے درمیان حسن تعلق اور محبت و یگانگت کا نقطۂ آغاز بنے۔ لیکن اس آپسی قرب و تعلق میں دفعتاً گہری یگانگت اور گرمی محبت اس وقت پیدا ہوگئی جب کہ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں اس مرد باصفا کے قلم سے ایک مختصری کتاب مرتب ہو کر اس احقر کو سہارنپور میں ملی، کتاب کا موضوع پیر و مرشد کے چند سبق آموز واقعات تھے، مرتب کتاب کی خواہش تھی کہ یہ جلد سے جلد سہارنپور سے شائع ہو جائے۔

مرتب کا اصرار یہ بھی تھا کہ پیر و مرشد کو اس کی طباعت کا علم پہلے سے نہ ہونا چاہئے، ورنہ وہ شائع نہیں ہونے دیں گے، ان کا یہ اصرار اور اس پر عمل اس احقر کے لئے گویا تلوار کی تیز دھار پر چلنے کے مترادف تھا لیکن مرتب موصوف اپنے ناز و نیاز اور مقام با اختصاص کی وجہ سے بالکل مطمئن اور بے فکر تھے، اس احقر نے بنام خدا اور توکل بر خدا تعمیل حکم کرتے ہوئے مختصر سے عرصے میں کتاب شائع کردی۔ پھر اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے اسی سال (۱۳۹۲ھ میں) یہ احقر خود بھی پیر و مرشد کے سایہ عطوفت میں مدینہ منورہ پہنچ گیا مرد باصفا جناب الحاج صوفی محمد اقبالؒ بہت پہلے سے وہاں مقیم تھے۔ اس وقت سے لیکر وفات شیخ کے دس سالہ طویل عرصے تک ہمارے آپس میں بہت ہی زیادہ محبانہ ومخلصانہ روابط و تعلقات رہے۔ ہماری بشمول دیگر احباب بے تکلفانہ مجلسیں جمتی تھیں، ان مجالس میں کھانا پینا بھی ہوتا، وعظ و نصیحت بھی ہوتی، شرکاء مجلس اس مرد باصفا اور مرد با اقبال کی زبان سے ان کے تجربے سنتے اور پنجابی زبان میں ان کے بیان کردہ لطیفوں، چٹکلوں اور علاقائی کہاوتوں سے محظوظ بھی ہوا کرتے تھے، لیکن ان مجلسوں کی مجموعی حیثیت اور ان کا اصل عنوان محبت شیخ اور فیضان شیخ ہی ہوا کرتا تھا۔ یا یہ کہیے کہ ہر بات کی تان محبت اور فیض پر ہی جا کر ٹوٹتی تھی۔ انہوں نے ہمیشہ حضرت شیخؒ سے نسبی تعلق ہونے کا بہت احترام کیا اس اعتبار سے وہ اس احقر کو اپنے پیر و مرشد کی نگاہ سے دیکھا کرتے اور بڑے محبانہ و محبوبانہ انداز میں نشیب و فراز اور اونچ نیچ سمجھایا کرتے تھے، خدام کی معاصرانہ چشمک اور رقابت میں کتنی ہی مرتبہ انہوں نے میرے ہاتھ ایسی مضبوطی سے تھامے کہ میرے پاؤں استقامت اور استقلال کی راہ پر جم گئے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنی مرتبہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کا دامن تھام کر مضبوطی کے ساتھ میرے دل کو تھاما ہے۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے

میرے نکلے ہاتھ دونوں کام کے

اس احقر کے لئے وہ یقیناً اس شعر کے پورے پورے مصداق تھے۔ مدینہ منورہ کے دس سالہ زمانہ قیام میں میرے لئے ان کا آب زر سے لکھے جانے کے لائق ایک جملہ (جو سلوک واحسان کے آداب اور اس کی باریکیوں پر ایک پوری کتاب بن سکتا ہے) یہ ہوا کرتا تھا کہ ''شاہد تم کو جو کچھ ملے گا وہ اپنے شیخ ومرشد سے ملے گا نانا جان سے نہیں ملے گا''۔

درحقیقت اس جملے سے وہ مجھے یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ اس راہ میں نسب سے زیادہ اہمیت کسب کی ہے۔ جتنی محنت کر لوگے اتنا ہی پالوگے۔ لیکن افسوس صد افسوس اور واحسرتا کہ اس جملہ کی معنویت اور تاثیر وافادیت نہ کل سمجھ میں آئی تھی اور نہ آج تک سمجھ میں آئی۔ مخدومنا حضرتؒ کی جانب سے اس احقر کے قلم کے تحریر کردہ نہ معلوم کتنے خطوط اس مرد باصفا کے اعزہ اور اہل خاندان کے یہاں محفوظ ہونگے لیکن خود احقر کے پاس حضرتؒ کی جانب سے اس مرد باوفا کے قلم کا تحریر کردہ ایک ہی خط موجود اور محفوظ ہے مدنی زمانہ قیام میں اس احقر کو مدینہ منورہ میں تحریر فرمایا گیا تھا۔ اس خط کا ایک ایک حرف مجھ جیسے غفلت میں پڑے ہوئے کے لئے ایک تنبیہ اور تازیانہ سے کم نہیں تھا، بہت ممکن ہے کہ اس خط کا مقصد خواب غفلت سے بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ اس احقر کے اندر محبت کی کوئی رمق اور کوئی چنگاری پیدا کرنا ہو، اور اسی لئے بحیثیت کاتب ایک ایسے مرد باوفا کا انتخاب کیا گیا جو خود ہی مکمل نمونۂ محبت اور سراپا درد وسوز تھا۔ اس خط کو پڑھ کر شدید گریہ کی جو کیفیت اس احقر پر طاری ہوئی اس مرد باصفا نے پوری دیانت کے ساتھ اس کی اطلاع بڑے مؤثر انداز میں اپنے پیر ومرشد کو دے دی۔ اور پھر یہ گریہ، یہ دیانت اور یہ مؤثر انداز اس احقر کے لئے فال نیک بنتا چلا گیا "فجزاه الله تعالى احسن الجزاء ورحمه الله تعالىٰ رحمةً واسعاً''۔

اس خط کے کاتب چونکہ حضرت اقبال تھے اس مناسبت کی وجہ سے اس کو زیر نظر مضمون حرف اقبال میں جگہ دی جارہی ہے۔

''عزیزم الحاج شاہد سلمہ بعد سلام مسنون موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اس لئے یہ پرچہ احتیاط سے رکھنا اگر ضرورت پیش آئے تو اس سے کام لینا، میرا خیال یہ ہے کہ اگر میں تمہارے ساتھ نہ جاسکوں تو دہلی کا ٹکٹ براہ کراچی لے لینا، تمہیں سہولت رہے گی، کراچی تک قاضی (عبدالقادر) صاحب کے ساتھ چلے جانا اور کراچی سے سیدھے دہلی کا ٹکٹ لے لینا، اس میں وقت کم خرچ ہوگا، کراچی سے جماعتیں بھی دہلی کو جاتی رہتی ہیں ان کا ساتھ ہوجائے گا اگر کوئی ساتھ نہ ملے تو صرف دو گھنٹہ کا راستہ ہے کراچی میں احباب سوار کرادینگے دہلی میں دوسرے احباب اتارلیں گے۔ یہ میں نے اس واسطے لکھوادیا کہ موت وحیات کا اعتبار نہیں، تم فکر میں نہ پڑ جاؤ، میں مرمرا گیا تو تم سوچو گے کہ میں کہاں جاؤں اگر راستے کے خرچ کے لئے یا یہاں کے لئے کچھ پیسے چاہیے تو سوریال تک عبدالحفیظ سے نقد لے لینا۔ فقط''

حضرت شیخ الحدیث بقلم اقبال ۱۸ صفر ۱۳۹۶ھ ۱۸ فروری ۱۹۷۶ء

اس ذاتی مکتوب کے ساتھ ساتھ آخر میں ایک ذاتی واقعہ (جس کا تعلق بھی اسی مرد باصفا سے ہے) تحریر کرکے اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسی قیام مدینہ منورہ کے زمانے میں یہ احقر شدید بیمار ہوا۔ کئی ماہ تک بیماری کے طویل ہونے کی وجہ سے کمزوری وناطاقتی حد سے بڑھ چکی تھی، پیر ومرشدؒ کو بھی اس علالت ونقاہت کا شدید احساس تھا اور وہ بے حد متفکر تھے۔ ایک مرتبہ حرم نبوی شریف سے واپسی پر فرمایا کہ آج تو میں نے یہ دعا کی ہے کہ ''یا اللہ اس شاہد کو میں اپنے ساتھ لایا تھا اگر یہ یہاں مرگیا تو میں اس کے ماں باپ کو کیا جواب دونگا'' یہ فرماتے ہوئے آپ پر گریہ طاری ہوگیا، اللہ جل شانہ نے اس مرد مومن اور پیر روشن ضمیر کی دعا قبول فرمائی۔ اور مجھے صحت وتندرستی ہوئی۔ اسی زمانہ علالت میں ایک دن میری صحت کی ابتری اور گراوٹ کو دیکھتے ہوئے پیر ومرشدؒ نے مغرب سے عشاء تک ہونے والی حاضری حرمین شریفین کو ترک فرماکر جائے قیام (مدرسہ علوم شرعیہ) میں رہنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ یہ بات جب اس مزاج شناس مرد باصفا اور مسترشد با اقبال کو معلوم ہوئی تو وہ فوراً آگے بڑھے اور موقع شناسی کا پورا پورا ثبوت دیتے ہوئے بولے کہ ''حضرت آپ حرم شریف چلے جائیں، مولوی شاہد کے

پاس میں رہوں گا'' پیرومرشد پر جو بوجھ تھا وہ دفعتاً اتر گیا اور وہ روزانہ کے معمول کے مطابق حرم شریف چلے گئے اور بعد نماز عشاء واپس ہوکر کمرے میں داخل ہوتے ہی فرمایا کہ ''صوفی جی مغرب سے عشاء تک تم تو شاہد کے پاس رہے اور میں تمہارے پاس رہا اور تمہارے لئے دعائیں کرتا رہا''۔

☆☆☆

اس مضمون کا آغاز (جیسا کہ ابتدائی صفحات میں وضاحت آچکی) پندرہ شعبان المعظم کو ہو گیا تھا اور آج ۲۹ شعبان ۲۰ جولائی میں اللہ جل شانہ کی بخشی ہوئی توفیق وسعادت سے یہ آخری سطور لکھی جارہی ہیں، چونکہ آنے والے ماہ رمضان المبارک کی تیسری تاریخ میں بنیت عمرہ حرمین شریفین حاضری کا قصد وارادہ ہے اس لئے ان ایام میں شدید مشغولیت ومصروفیت رہی، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور ''مدرسۃ الشیخ محمد زکریا لتحفیظ القرآن الکریم'' کی شوریٰ کے سالانہ اجلاس بھی انہی ایام میں منعقد ہوئے اس کے علاوہ سفر عمرہ کا نظام طے کرنے اور بعض ضروری ملاقاتوں کے سلسلہ میں پانچ مرتبہ حضرت نظام الدین دہلی کی بھی آمد ورفت انہی ایام میں ہوئیں۔ اگر حضر کی یہ مشغولیت اور سفر کی یہ مصروفیت سامنے نہ ہوتی تو ''لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم'' کے پیش نظر مزید کچھ اور لکھا جاسکتا تھا اور مقام اقبال کو سمجھنے کے لئے ان کی زندگی کے کچھ اور بھی نادر ونایاب نمونے پیش کئے جاسکتے تھے۔ لیکن اب تو اسی پر اکتفا کر کے ختم کیا جاتا ہے ''لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امراً'' اللہ جل شانہ اس تحریر کو اپنی ذات عالی سے محبت کرنے والے اہل قلوب اور اصحاب مؤدت کے لئے سرمۂ بصیرت بنائے اور اپنی پاک بارگاہ میں قبول ومقبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین

سید محمد شاہد غفرلہ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹ر شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۲۰ر جولائی ۲۰۱۲ء یوم جمعہ

حضرت صوفی محمد اقبال صاحبؒ کی اتباع شریعت واتباع سنت کی ترغیب اور اجتناب بدعات کی تاکید

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب قدس سرہ نے اپنے زمانہ تالیف کے ۲۵ سالوں میں ہر سال اتباع شریعت، اتباع سنت، اجتناب بدعات کے سلسلے میں اپنی مختلف تالیفات میں جو تحریر فرمایا ہے ان مضامین کو اختصار کے ساتھ رسالہ ہٰذا میں جمع کیا گیا ہے۔

جمع وترتیب از حضرت مولانا محمد سہیل صاحب مدنی

☆☆ رسالہ کے مضامین ایک نظر میں ☆☆

اکابر نے تصوف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلایا۔

تمام معاصی سلوک کے لئے راہزن ہیں بالخصوص مخالفت سنت۔

تقویٰ اور تواضع کے بغیر ولایت کا اعتبار نہیں۔

کامل دین کے پانچ شعبے ہیں اور عقائد کی خرابی کے ساتھ کسی عمل خیر کا اعتبار ہی نہیں۔

خلاف شرع میں کسی کا اتباع جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ملنے کا قریب تر راستہ اتباع سنت اور عاجزی ہے۔

سب سے مقدم چیز ایمان اور عقائد کی درستگی ہے۔

صفائی معاملات کی روح حیاء شرم اور تقویٰ وتواضع ہے۔

بے دین صوفی سے عامی مسلمان اچھا ہے۔

جو شخص اتباع سنت کا جتنا اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ کے نزدیک محبوب ومقرب ہوگا۔

شرکیہ خیالات، رسوم وبدعات قبولیت کے راستے سے دور کرنے والی ہیں۔

اعتدال کی کسوٹی شریعت ہے۔

ذرائع کو مقاصد بنانا بدعت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کی میزان شریعت ہے۔

قبولیت کی لازمی شرط اخلاص اور عبادت کا عین سنت رسول ﷺ کے مطابق ہونا ہے۔

خلاف شرع شکل وصورت ولباس آپ ﷺ کی اذیت کا باعث ہیں۔

شرک وبدعت کی باتیں جس عنوان سے بھی ہوں اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی اور ایذا کا باعث ہوں گی۔
حقوق العباد اور اتباع سنت۔
انبیائے کرامؑ کی شان میں افراط وتفریط سے بچنا ضروری ہے۔
محبت رسول ﷺ کے اسباب اتباع کی غرض سے اختیار کریں۔
ہمارے لیے علمائے امت اور راسخین فی العلم کے عقائد کو ماننا ضروری ہے۔
درود وسلام کے صیغوں میں مُوہِم شرک الفاظ سے اجتناب کیا جائے۔
سچی محبت کی علامت تمام اعمال میں اتباع سنت ہے۔
تصوف کو شریعت کے دائرے میں رہ کر اختیار کیا جائے۔
اتباع سنت کے بجائے یورپ کی تقلید مُوجب غضب الٰہی ہے۔
آپ ﷺ کے حقوق میں سب سے اہم محبت اور اتباع ہے۔
علمائے دین اور احادیث مبارکہ کا ادب بھی نبی کریم ﷺ کے ادب میں شامل ہے۔
کثرت درود شریف کا پورا فائدہ محبت واتباع کی نیت سے پڑھنے سے ہوگا۔
قصائد ونعتیہ کلام میں متبع سنت بدعات سے متنفر حضرات کے کلام کو اختیار کیا جائے۔
سنتوں کو محبت اور تعظیم کے ساتھ اپنایا جائے۔
سنت سے بے رغبتی اور بدعات کے نتائج۔
عقائد علمائے دیوبند میں رسالہ المہند کا مطالعہ ضروری ہے۔
اتباع سنت سے جنت میں رفاقت بڑی کامیابی اور عظیم سعادت ہے۔
قرآن کریم میں اتباع اور اطاعت کا حکم۔
ان تمام اسباب سے بچنا چاہیے جو محبت وسنت کے جذبے میں کمزوری پیدا کریں۔
اتباع سنت کی برکت سے قلب میں حاصل شدہ نور میں اور زیادتی ہوگی۔
شرک وبدعت اور خلاف شرع ہر کام سے اظہار برأت۔

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

مرشدنا حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کی ساری ہی زندگی تقویٰ و طہارت اتباع شریعت واتباع سنت پر مکمل عمل پیرا ہونے کے ساتھ ان امور کی ترغیب وتحریض اور اسی طرح بدعات ورسومات سے مکمل اجتناب کے ساتھ گذری۔اس بات کی شہادت حضرت سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد دیں گے، جن میں سینکڑوں علماء وصلحاء بھی چشم دید گواہ ہیں کہ حضرت کے یہاں اتباع شریعت کا کیسا اہتمام تھا، یہاں ذیل میں حضرت کی کتابوں سے چند اقتباسات درج کریں گے، جس سے ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ حضرتؒ کے یہاں اتباع شریعت، اتباع سنت اور اجتناب بدعات کا کس قدر اہتمام تھا، اور آپ نے اپنے ہر دور میں اس کے لئے کس قدر ترغیبات دیں اور خود عمل فرمایا۔

اکابر نے تصوف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلایا

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب قدس سرہ اپنی تالیف ''اکابر کا سلوک واحسان'' (مؤلفہ ۱۳۹۶ھ) جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے حکم سے تالیف فرمائی اس میں تحریر فرماتے ہیں:

تصوف کی حقیقت کے بارے میں حضرت شیخ کے ارشادات آپ بیتی ۶ ص ۴۳۸ سے منقول ہیں:

تصوف میرے اکابر کا اہم ترین مشغلہ ہے، وہ

؎ در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

کے سچے مصداق تھے۔ یہ حضرات ایک جانب فقہ، حدیث اور علوم ظاہریہ میں اگر ائمہ مجتہدین اور ائمہ حدیث کے حقیقی جانشین اور سچے متبع تھے تو دوسری جانب تصوف کے ائمہ جنیدؒ وشبلیؒ کے قدم بقدم۔ ان اکابر نے تصوف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلایا اور اپنے قول وفعل سے بتلا دیا کہ یہ

مبارک فن حقیقت میں قرآن وحدیث ہی کا ایک شعبہ ہے اور جو رسوم وبدعات اس مبارک فن میں بُعدِ زمانہ سے بڑھ گئی تھی ان کو چھانٹ دیا۔ تصوف کو بعض ناواقفوں نے ظاہر شریعت کا مخالف نہیں تو علیٰحدہ ضرور بنادیا۔ یہ یا تو غلو ہے یا جہل۔

حقیقی تصوف

حقیقی تصوف کو جس کا دوسرا نام احسان ہے حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس ﷺ سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے دریافت کر کے یہ واضح کردیا کہ یہ شریعت ہی کی روح اور مغز ہے اور حضرت جبرئیلؑ کے اس سوال پر کہ احسان کیا چیز ہے، سید الکونین ﷺ کے اس پاک ارشاد نے:

''أن تعبد الله كانك تراه ''الخ (الحدیث) (تو اللہ کی عبادت ایسی کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے) احسان کے معنی اور تصوف کی حقیقت واضح کردی، عنوانات تو اس کے جو بھی اختیار کر لئے جاویں لیکن مرجع سب کا یہی حقیقت ہے الخ۔۔ (اکابر کا سلوک واحسان، ص: ۱۷/۱۸)

علامہ شامیؒ کا بیان

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ''طریقت'' ''شریعت'' پر عمل کرنے کا نام ہے، اور شریعت اعمال ظاہرہ کا نام ہے، اور یہ دونوں اور ''حقیقت'' تینوں چیزیں آپس میں متلازم ہیں۔

حضرت امام ربانی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

چنانچہ حضرت امام ربانی گنگوہی نور اللہ مرقدہ بھی اپنے مکاتیب میں تحریر فرماتے ہیں کہ فی الواقع شریعت بھی فرض اور مقصد اصلی ہے، طریقت بھی شریعت باطنی ہے اور حقیقت ومعرفت متمم شریعت ہیں، اتباع شریعت بکمال بدون معرفت نہیں ہوسکتا۔ (مکاتیب رشیدیہ، ایضاً ص: ۲۴)

تمام معاصی سلوک کے لئے رہزن ہیں بالخصوص.......

یوں تو جتنے بھی ظاہری وباطنی معاصی اور تعلقات ماسویٰ اللہ ہیں سب اس راہِ سلوک کے رہزن

ہیں، مگر چند ضروری چیزوں کا یہاں صرف ذکر کیا جاتا ہے اور ان میں سے جو چیز بنیادی اور جڑ کی حیثیت رکھتی ہے اور جس کے دور کرنے سے ان شاء اللہ باقی موانع بھی آسانی سے دور ہو جاتے ہیں اس کو بیان کیا جائے گا، جس سے سالک کو بے حد پرہیز کرنا چاہئے ورنہ تو ساری محنت رائیگاں اور بے کار جائے گی۔

۱۔ مانع ''مخالفت سنت'' ہے، اس کی تفصیل میں حضرت کے مجاز مولانا یوسف متالا کی مستقل کتاب اطاعت رسولؐ قابل دید ہے۔

۲۔ حسن پرستی یعنی لڑکوں اور عورتوں کو دیکھنا، اس کی تفصیل آپ بیتی نمبر۶ میں مستقل باب ''نظر کی احتیاط'' میں اور مستقل رسالہ ''بدنظری کا علاج'' میں ملاحظہ ہو۔

۳۔ تعجیل کرنا، یعنی مجاہدات کے ثمرات میں عجلت اور تقاضہ کرنا۔

۴۔ تصنع کرنا۔

۵۔ توحید مطلب میں پختہ نہ ہونا، یعنی ہر جائی ہونا۔

۶۔ امور اختیاریہ میں ہمت سے کام نہ لینا اور امور غیر اختیاریہ میں تحصیل کی فکر میں رہنا، جیسے ذوق، شوق، استغراق ولذت، دفع خطرات وغیرہ اور اسی امور غیر اختیاریہ کے ازالہ کے لئے پریشان ہونا، جیسے قبض، ہجوم خطرات ووساوس، دل نہ لگنا، طبعی محبت، شہوت طبعی کا غلبہ، قلب میں رقت نہ ہونا۔

۷۔ مخالفت شیخ اور یہ بات عجب وپندار اور ام الامراض کبر کے حد درجہ بڑھنے سے ہوتی ہے۔ الخ (ایضاً، ص:۸۳)

تقویٰ اور تواضع کے بغیر ولایت کا اعتبار نہیں

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''اکابر کا تقویٰ'' (مؤلفہ ۱۳۹۷ھ) جو حضرت شیخ الحدیثؒ کی تعمیل حکم میں لکھی گئی تحریر فرماتے ہیں:

تقویٰ کے معنیٰ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ یا ناپسندیدہ باتوں سے خوف محبت یا حیا کی وجہ سے رکنا یا بچنا، معرفت ومحبت اور یقین واحسان کی صفات والے شخص جس کو ولی اللہ اور صاحب نسبت کہا جاتا ہے، اس میں تقویٰ اور تواضع کا پیدا ہو جانا لازمی ہے، جیسا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں

نسبت یادداشت کے حصول پر فرماتے ہیں کہ اب اس میں یادداشت کے ساتھ حیا (جو باعث تقویٰ وتواضع ہے) مالک حقیقی کی ہونا ضروری ہے جیسا کہ ہم اپنے کسی بڑے منعم ذی جاہ کے سامنے کوئی سبک حرکتِ خلاف رضا نہیں کر سکتے۔ ایسا ہی معاملہ خلوت میں اپنے اس حاضر وناظر مولیٰ سے ہونا چاہیئے تا کہ حضور مسمّٰی کا مصداق پورا ہوجائے کہ اپنی ہر ہر حرکت کو پیش نظر اس مالک تعالیٰ جان کر بمیزان شرع کہ قانون رضا ہے، ناپ تول کا دھیان رہے۔ الغرض ہر کام کو بحضور ذات تصور کرنا اور اس کی مرضی وغیر مرضی دریافت کر کے ترک وعمل کرنا چاہیئے، اور اس کا ہی نام احسان ہے۔

لہٰذا اگر کسی کو کثرت ذکر سے ملکہ یادداشت اور دیگر متعلقہ احوال رفیعہ حاصل ہوں، مگر تقویٰ وتواضع حاصل نہ ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ اس کو ابھی تعلق باللہ یا نسبت حاصل نہیں ہوئی، اور وہ محسن یا ولی اللہ نہیں کہلا سکتا۔ اس لئے کہ کسی کو جس درجہ کی صفت احسان حاصل ہوگی وہ اسی درجہ کا متقی ومتواضع ہوجائے گا۔ خواہ یہ صفت چند روز کے بعد پیدا ہوجائے کیوں کہ یادداشت لازم اور نسبت ملزوم ہے۔ (اکابر کا تقویٰ، ص:۹)

کامل دین کے پانچ شعبے ہیں اور عقائد کی خرابی کے ساتھ کسی عمل خیر کا اعتبار ہی نہیں

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''اُم الامراض'' (مؤلفہ ۱۳۹۸ھ) جو حضرت شیخ الحدیثؒ کی مجالس میں بھی پڑھی جاتی تھی، اس میں تحریر فرماتے ہیں:

''کامل دین کے تقاضوں کے پانچ شعبے ہیں: عقائد، عبادات، معاشرت، معیشت اور اخلاق، ان کی اہمیت میں ترتیب مذکور کے باوجود آپس میں جوڑ ہے، مثلاً کوئی عقائد وعبادات میں پورا ہو لیکن معاملات میں گڑبڑ ہونے کی وجہ سے حرام کھانے اور حرام پہننے سے اس کی خشوع وخضوع سے اہتمام سے پڑھی ہوئی نمازیں قبول نہیں ہوتیں، کسی کے تین پیسے بھی اپنے ذمہ رہ گئے ہوں تو اس کے بدلے پانچ سو فرض قبول نمازیں دینا پڑیں گی، اس طرح تھوڑے سے پیسوں کے بدلے سارا قیمتی سرمایہ چلا جائے گا۔ اسی طرح اخلاقی خرابی میں مثلاً حسد ہے تو اس کی وجہ سے بڑی بڑی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں، کیوں کہ حدیث پاک

میں ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑیوں کو۔ غیبت کرنے سے اپنی محنت سے کی ہوئی نیکیاں دوسرے کے نامۂ اعمال میں منتقل ہوجاتی ہیں اور ان کے ختم ہوجانے پر اس کے گناہ غیبت کرنے والے کے نامہ اعمال میں درج ہوجاتے ہیں۔ یہی حال دیگر حقوق تلفی کا ہے، اور عقائد کی خرابی کے ساتھ تو کسی عمل خیر کا اعتبار ہی نہیں، یہ حضرات بھی اگر ام الامراض کا فکر کرلیں تو ان شاء اللہ مکمل دین پر عمل کی توفیق اور توجہ ہوجائے گی.........الخ'' (ام الامراض، ص:۸۴)

حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم فرماتے ہیں:

کہ آدمی کو اپنی فکر میں ہر وقت مشغول رہنا چاہیئے، دوسروں کی تنقید یا عیب جوئی کی فکر میں نہ پڑنا چاہیئے، خاص طور سے اکابر کے جو معتمد مقتدیٰ وعلماء ہوں ان کے اقوال وافعال کے پیچھے نہ پڑنا چاہیئے، خلاف شرع میں اتباع کسی کا نہیں، لیکن ان کے اقوال وافعال کی ذمہ داری تم پر نہیں۔ الخ (ام الامراض، ص:۸۸)

اللہ تعالیٰ سے ملنے کا قریب تر راستہ اتباع سنت اور عاجزی ہے

ملفوظ حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ: فرمایا دوستو! میں نے اپنی جان کھپادی اور کوئی راستہ ایسا نہ چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو، اور صدق نیت اور مجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح راستہ ہونا معلوم نہ کرلیا ہو، مگر سنت محمدی پر عمل کرنے اور ذلت وانکساری والوں کے اخلاق پر چلنے اور سراپا حیرت واحتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ کو بہت قریب اور زیادہ روشن اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب نہیں پایا، صدیق اکبر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے اس نے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا کچھ نہیں بنایا کیوں کہ عاجزی تو ہر شخص آسانی سے حاصل کرسکتا ہے کہ انسان تو سر سے پیر تک عاجز ہی ہے، اگر اور کوئی طریقہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا اس کے سوا ہوتا تو مشکل پڑجاتی، اللہ تعالیٰ کے پانے سے اپنی عاجزی اور کمزوری کو سمجھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کو پالینا ہے۔ (البنیان) واللہ المؤفق وھو المستعان (ایضاً، ص:۹۱)

سب سے مقدم ایمان اور عقائد کی درستگی ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی کتاب ''محبت'' (مؤلفہ ۱۳۹۹ھ) جس پر حضرت شیخ الحدیثؒ کی تقریظ بھی ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱) سب سے مقدم چیز ایمان اور عقائد کی درستگی اور پختگی ہے۔ کیوں کہ عقیدہ اگر خراب ہو یا کسی قسم کے اعتقادی شرک میں مبتلا ہو، تو ہر عمل اکارت ہے، لہٰذا عقائد اہل سنت والجماعت کو معلوم کرے اور پھر طہارت، نماز، روزہ، ارکان اسلام اور معاملات کے ضروری ضروری مسائل حلال، حرام، فرض واجب وغیرہ کو معلوم کرلے اتنا علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور بہت آسان ہے ''تعلیم الاسلام، بہشتی زیور یامالا بد منہ'' وغیرہ آسان اردو کے رسائل کے مطالعہ سے صرف چندروز میں حاصل ہوسکتا ہے۔

(۲) اس کے بعد اپنے اخلاق کی درستگی کی فکر کرے، مکمل اور حقیقی اصلاح تو عشق اور احسانی کیفیت پیدا ہونے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے، جب کہ فنائے قلب اور فنائے نفس حاصل ہوجائے لیکن جتنی اصلاح فرض کے درجہ میں ہے وہ اختیاری ہے لیکن اصلاح اعمال بہ نسبت مشکل ضرور ہے، اس کی تدبیر یہ ہے کہ اچھے اخلاق مثلاً تواضع، نرمی، حلم وترحم وشفقت، صبر وقناعت، ایثار وفیاضی دوسروں کی خیرخواہی کے تقاضوں پر اہتمام سے اور تکلف سے عمل کیا جائے، اسی طرح ان کے اضداد، رذائل، مثلاً کبر، غصہ، بخل وطمع، حسد، خودغرضی وغیرہ کے تقاضوں کے خلاف چلنے کے لئے عزیمت سے کام لیا جائے، اور اس بارے میں اچھے اخلاق کے فضائل اور رذائل کی برائیوں کو متعلقہ کتب سے معلوم کرکے سوچا جائے اور اپنی ہمت و قوت ارادی کو کام میں لایا جائے تھوڑے دنوں تو تکلیف اور استحضار سے کام کرنا پڑے گا پھر مشق ومجاہدہ سے طبیعت اس سانچہ میں ڈھل جائے گی، اس طریقہ سے کامیابی کی شہادت حدیث سے مل رہی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے:

''من یستعف یعفه الله ، و من یستغن یغنه الله و من یتصبر یصبره الله''۔

یعنی جو شخص بہ تکلف عفت کا طرز عمل اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو باعفت بنادیں گے، اور جو شخص بہ تکلف استغناء کا رویہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنیٰ عطا فرمادیں گے، اور جو شخص ہمت

سے صبر کا رویہ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنا دیں گے۔(مشکوٰۃ۔ص:۱۶۲)(محبت،ص:۹۶)

ذکر وفکر سے اتباع سنت اور بدعات سے نفرت نصیب ہونا

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''فیض شیخ'' (مؤلفہ ۱۴۰۰ھ) جو حضرت شیخ الحدیثؒ نے پسند فرما کر اپنے خرچ سے طبع کروائی تھی، اس میں تحریر فرماتے ہیں:

اذکار وغیرہ کرنے سے قلب میں کچھ بیداری، روشنی اور قوت آگئی، فکر سے کام لینے کی کچھ مشق ہوگئی، کیفیت احسان و یادداشت سے حیاء و شرم اور تقویٰ و تواضع پیدا ہوئی جو صفائی معاملات کی روح ہے اور ذکر کے غلبہ میں اخلاق رذیلہ دب جانے کی وجہ سے ان کی اصلاح آسان ہوگئی، صرف تھوڑی سی فکر اور ہمت و استحضار کے ساتھ خیالات کو بدلنے سے یہ مرحلہ آسان ہو جاتا ہے، اب مندرجہ ذیل بڑے مشکل اور عظیم الشان امور پر بہت آسانی سے عمل کر کے کامیاب ہوں ان کو نمبر وار بیان کرتے ہیں۔

(۱) اصلاح اخلاق و معاملات۔(۲) ایمان و احتساب اور اتباع سنت۔(۳) ہر وقت کی مخصوص ادعیہ ماثورہ کا اہتمام۔(۴) حب فی اللہ و بغض فی اللہ کا اظہار اور بدعات سے نفرت۔(۵) توجہ دینا۔

ان سب امور کی تفصیل رسالہ ''محبت'' میں ہے، مگر توجہ دینے کا طریقہ اس میں نہیں۔ الخ
(فیض شیخ،ص:۶۸)

بے دین صوفی سے عامی مسلمان اچھا ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''ابتدائی اذکار و اشغال'' (مؤلفہ ۱۴۰۱ھ) جس کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے پسند فرما کر طباعت کا حکم فرمایا، اس میں تحریر فرماتے ہیں:

الغرض ہر کام کو بحضور ذات تصور کرنا اور اس کی مرضی و غیر مرضی دریافت کر کے ترک و عمل کرنا چاہیے، اور اس کا ہی نام احسان ہے۔

لہٰذا کیفیت مذکورہ حاصل ہونے کے بعد ہر وقت محض محویت ہی میں غرق نہ رہے بلکہ اس

فہرست مضامین

حاصل شدہ یقین واستحضار کی کیفیت کو اپنے اعمال میں شامل کرے کہ قرب ورضا کی عطا اعمال پر ہے نہ کہ محض کیفیت پر، جیسا کہ قوت غذا سے حاصل ہوتی ہے، نہ کہ دوا سے۔ (گو رضا محض وہبی ہے کوئی چیز اس کی شرط نہیں مگر اعمال رضا کی علامت تو ہیں۔ان رحمة الله قريب من المحسنين)

مثلاً افضل الاعمال نماز کو اچھی طرح ادا کرے یہاں تک کہ اس کے مستحبات کا خیال کرے، اسی طرح معاملات وحقوق العباد میں شرعی فقہی مسائل کے مطابق تقویٰ کا خیال رکھے، تا کہ ''ان تعبد الله كانك تراه '' کا مصداق بن جائے، نہ کہ محض کیفیت ''تراہ'' میں مگن ہو کر ہر معاملہ میں دہ دردہ بن کر تصوف کو بدنام کرے، ایسے بے حیا شہودی ایمان والے صوفی سے تو عامی مسلمان جس کو صرف تصدیق قلبی حاصل ہو اور وہ عبادات ومعاملات میں شریعت کے مطابق عمل کرتا ہو گنا ہوں سے بچتا ہوا چھا ہے۔ (ابتدائی اذکار واشغال، ص:۵۰)

جو شخص اتباع سنت کا (ظاہراً وباطناً) جتنا اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ کے نزدیک محبوب ومقرب ہوگا

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول ﷺ'' (مولفہ ۱۴۰۲ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

اتباع سنت

اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے''قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونی يحببكم الله''۔

ترجمہ: ''اے محمد (ﷺ) اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ جل شانہ تمہیں محبوب بنالے گا''۔

درمنثور میں کثرت سے روایات ذکر کی گئی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

’’تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں، جو میں لے کر آیا ہوں‘‘۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ:

’’میرا اتباع کرو نیک کاموں میں، تقویٰ میں، تواضع میں اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے میں‘‘۔

مشہور صوفی شیخ ابوسلیمان دارائیؒ فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بعض صوفیانہ رموز وارد ہوتے ہیں مگر میں انہیں بغیر دو گواہ (کتاب وسنت) کے قبول نہیں کرتا۔

قال اللہ تعالیٰ: ’’ومن يطع الرسول فقد اطاع الله‘‘۔

یعنی اطاعت رسول، خدا تعالیٰ کے حکم ہی کا ماننا ہے۔

اصل چیز اتباع سنت ہے اور جس کو پرکھنا ہو اسی معیار پر پرکھا جائے گا، جو شخص اتباع سنت کا جتنا زیادہ اہتمام کرے گا اتنا ہی اللہ کے نزدیک محبوب ومقرب ہوگا، روشن دماغی چاہے اس کے پاس کو بھی نہ آئی ہو، اور جو شخص اتباع سنت سے جتنا دور ہے اللہ تعالیٰ سے بھی اتنا ہی دور ہے چاہے وہ مفکر اسلام، مفکر دنیا، مفکر سمٰوٰت بن جائے۔ (اکابر علماء دیوبند) (حضرت شیخ کا اتباع سنت ص:۱۰)

ذکر وشغل کے باوجود بعض سالکین کی ناکامی کی وجوہات میں شرکیہ خیالات اور رسوم وبدعات بھی ہیں

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ’’صقالۃ القلوب‘‘ (مولفہ ۱۴۰۲ھ) جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے حکم سے تالیف فرمائی اس میں ذکر وشغل کے باوجود بعض سالکین کی ناکامی کی وجوہات تحریر فرماتے ہیں:

(۱) سب سے پہلی چیز نیت ہے، اذکار واشغال اختیار کرنے میں اپنی اصلاح اور بندہ بننے کی نیت نہیں کی جاتی بلکہ بزرگ بننے کی نیت ہوتی ہے، حالانکہ بزرگی اور بڑائی تو صرف خدا کے لئے ہے، بندہ بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس راستے میں شہرت کا طالب بدبخت ہوتا ہے۔

(تفصیل رسالہ ام الامراض میں)

(۲) عقائد کی درستگی کی طرف توجہ نہیں ہوتی، ذاکرین کے عام طور پر بنیادی عقائد تو ٹھیک ہوتے ہیں لیکن اس راستے کے جہلاء صوفیاء کے اثرات سے شرکیہ خیالات اور اعمال میں شرکیہ رسوم و بدعات شامل ہو کر قبولیت کے راستے سے دور کر دیتی ہیں، حالانکہ یہ راستہ تو توحید کو خالص کرنے کے لئے ہے اور عمل میں اتباع سنت کا راستہ ہے۔

(تفصیل کے لئے شریعت وطریقت کا تلازم اور صراط مستقیم کا مطالعہ کریں)

(۳) اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے اولیاء اللہ سے بغض یا ان کی اہانت اور اپنے کاروبار وغیرہ میں سودی لین دین ان دونوں باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اعلان جنگ فرمایا ہے جس کا مطلب مردود کر دینا ہے، لہٰذا ان باتوں کی موجودگی میں رضا وقرب کا حصول خام خیالی ہے۔

(تفصیل الاعتدال میں دیکھیں)

(۴) اقرباء سے قطع رحمی کرنا، حدیث پاک میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والے کو رحمٰن قطع کرے گا، اب جب رحمٰن ہی قطع کرے تو جوڑ پیدا کرنے والے کی دوسری کوئی کوشش کیسے کامیاب ہوسکتی ہے۔ (تفصیل فضائل صدقات میں دیکھیں)

(۵) رذائل کا دور نہ کرنا جن کی جڑ ام الامراض تکبر ہے، جس کا ایک ذرہ بھی دخول جنت سے مانع ہے۔ (تفصیل رسالہ ام الامراض میں دیکھیں)

(۶) آثار ذکر کے سمجھنے میں دھوکہ کھانا، اکثر لوگ ذکر میں گرمی، جوش، مستی، سکر غیبی انوارات کا دیکھنا اور کشف کونی وغیرہ کو آثار ذکر سمجھتے ہیں، یہ سب کیفیات غیر مقبول بلکہ کافر کو بھی حاصل ہوسکتی ہیں ان میں شیطانی دخل، وہم، دماغ کی خشکی، سب احتمالات ہیں، اس لئے غیبی انوارات کا دیکھنا ظنی ہوا اور ان سے افضل ظاہری انوارات چاند، سورج وغیرہ کو دیکھنا کم از کم بینائی کے درست ہونے کی تو دلیل ہے اور ان پر غور کرنے سے معرفت بھی پیدا ہوتی ہے، اور کشف کونی مجاہدوں سے کفار کو بھی حاصل ہوجاتا ہے، بلکہ کفار کے ایجاد کردہ مادی آلات سے بھی حاصل ہوتا ہے، یہ آثار ذکر نہیں ہیں، آثار ذکر جو حدیث پاک اور بزرگوں کے اقوال سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ دنیا سے نفرت ہوجائے وہ جاذب نظر نہ رہے، آخرت کا فکر اور

اس کی تیاری میں لگ جائے، موت یاد رہے، دنیا کا فانی ہونا آخرت کا باقی ہونا پیش نظر ہوجائے، یکسوئی اور تبتل سے طبیعت مانوس ہوجائے اور اللہ کے دھیان رہنے میں ترقی ہونا شروع ہوجائے۔

(۷) اخلاق ومعاملات کی درستی کا فکر اور کوشش میں نہ لگنا کیوں کہ ''الحکم'' میں ہے کہ واجبات کی ادائیگی میں سستی اور نفلی عبادات میں جولانی کرنا ھوائے نفس کی علامت ہے، تقویٰ کے بغیر ولایت کا تصور ہی نہیں قرآن پاک میں ہے ''ان اولیاء ہ الا المتقون''۔ (تفصیل اکابر کا تقویٰ)

(۸) ناجنس کی صحبت یا مخالف طریق کی صحبت اس راستے میں کافر کی صحبت سے بھی خطرناک ہے۔

(۹) علامات نفاق، جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت وغیرہ کے دور کرنے کا فکر نہ کرنا۔

(۱۰) اللہ کے دشمنوں سے قلبی تعلق اور ان کی معاشرت کو پسند کرنا مبغوض اعمال واحوال سے صلح رکھنا یعنی بغض فی اللہ اور نفرت کا نہ ہونا بلکہ اس بے حیائی کی خصلت کو حلم اور صلح کلی بردباری کا نام دینا۔ (تفصیل رسالہ محبت میں)

(۱۱) باقی اذکار اور شیخ سے تعلق کے متعلق توحید مطلب وارادت وآداب میں کمی وغیرہ کا حال مختلف جگہ گذر چکا۔ (تفصیل فیض شیخ اور اکابر کا سلوک واحسان میں ملاحظہ فرمائیں)

(۱۲) اس راستے کے اذکار کو بطور وظیفہ اور معمول کے پورا کر کے بے فکر ہوجانا بلکہ اس کی ضرورت ہے کہ چاہے کام تھوڑا ہو لیکن اس کا اہتمام، دوام اور ہر وقت دھن وشوق غالب ہونا چاہیئے۔ (حقالۃ القلوب، ص:۱۲۰)

اعتدال کی کسوٹی شریعت ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''فضائل لباس'' (موافقہ ۱۴۰۳ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

''او من ینشؤا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مبین''۔ (زخرف)

ترجمہ: کیا وہ جو زیور کی زیبائش میں نشونما پائے اور جھگڑے کے وقت صاف طور سے اظہار مدعانہ کرسکے (جس کی یہ صفت اور حالت ہو اس کو یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں)۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ زیورات وغیرہ ساری زینت اور زیبائش کی چیزیں عورتوں کے لئے موزوں ہیں، اس میں شرعاً یا عرفاً کوئی قباحت نہیں ہے، بلکہ ہیں ہی دراصل وہ ان کے لئے، مردوں کو ان چیزوں سے کیا واسطہ؟ باقی افراط و تفریط ہر چیز میں مضر ہے، سب چیزوں کا حد اعتدال میں ہونا ضروری ہے، اور اعتدال کی کسوٹی شریعت ہے۔ علمائے دین جس کو جائز بتائیں وہ جائز ہے اور جس چیز کو وہ ناجائز قرار دیں وہ اعتدال سے ہٹی ہوئی اور بری چیز ہے خواہ دنیادار اس کو کیسا ہی اچھا سمجھیں، یہ سب باتیں ایمان وانصاف کی ہیں اگر کوئی سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے تو دوسری بات ہے۔ (فضائل لباس، ص:۱۴)

ذرائع کو مقاصد بنانا بدعت ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف مجالس ذکر (مولفہ ۱۴۰۴ھ جمادی الثانی) میں تحریر فرماتے ہیں:

یہاں ایک اہم تنبیہ اور وضاحت کی ضرورت ہے وہ یہ کہ شریعت کے ہر کام میں مقاصد اور ذرائع کا فرق ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیئے، چاہے کوئی ذریعہ کسی وقت حصول مقصد کے لئے کتنا ہی ضروری ہو جائے اس کو بہت اہتمام سے اختیار کیا جائے، اس پر غیر معمولی زور بھی دیا جائے مگر کبھی اس کو مقصد کا مقام نہیں دینا چاہیئے ورنہ یہی چیز اس کو بدعت بنادے گی بلکہ مقصدِ اصلی کو فراموش بھی کرادے گی۔ (مجالس ذکر، ص:۲۴)

اللہ تعالیٰ کی رضا کی میزان شریعت ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''انوار الصلوٰۃ'' (مولفہ شوال ۱۴۰۴ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

سلوک و تصوف اور ذکر و شغل کے طریق کو اختیار کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نسبت باطنی کا حصول ہے، جس کا مطلب اللہ تعالیٰ سے خصوصی، حبی تعلق کا ہونا ہے جس سے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا حاضر و ناظر ہونے کے وجدان کی وجہ سے اپنی ہر حرکت اور سکون میں اس کی رضا کا لحاظ رکھنا یعنی پوری زندگی کا ہر لمحہ شریعت کے مطابق ہو جاتا ہے، کیوں کہ شریعت حقہ میزان رضائے الٰہی ہے۔ مختصر یہ کہ نسبت کا مطلب دوام ذکر اور دوام اطاعت ہے اور تمام طاعات میں سب سے مہتم بالشان طاعت نماز ہے جس کا اثر تمام برائیوں سے بچانا اور زندگی کے ہر شعبہ کو عبادت بنادینا ہے، جس کی تفصیل قرآن و

احادیث میں آئی ہے، اسی لئے روزِ محشر میں سب سے اول نماز ہی کا حساب ہوگا۔(انوار الصلوٰۃ،ص:۵)

قبولیت کی لازمی شرط اخلاص اور عبادت کا عین سنت کے مطابق ہونا

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''بیان العمدہ شرح الزبدہ'' (مولفہ ۱۴۰۵ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

قبولیت کی دو لازمی شرطیں

ہر عمل میں قبولیت کی دو شرطیں ہیں پہلی توحید یعنی اخلاص، عبادت کا محرک اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہونا، اس میں ماسوا معبود جل شانہ کے ہر چیز شامل ہے، پتھر کے بت، کسی مزار یا شخصیت کے لئے کرنا تو کھلم کھلا شرک ہے، اسی طرح اپنی خواہشات یا مصلحت کے پیش نظر ہو تو اخلاص نہیں رہتا، قرآن پاک میں خواہش نفس کو''الٰہ'' فرمایا گیا ہے،''**أرأیت من اتخذ الٰھه ھواہ**''۔

دوسری اہم شرط عبادت کا طریقہ عین سنت رسول ﷺ کے مطابق ہونا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فتاویٰ ۱۱ ؍ص ۵۸۵ میں فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ عمل جب تک خالص اور صواب نہ ہو قابل قبول نہیں، خالص کا مطلب یہ ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اور صواب کا مطلب یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں، جو میں لے کر آیا ہوں۔ اور دوسرا ارشاد ہے'' **لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب الیه من ولدہ والناس أجمعین**''۔

محبت کا ثمرہ تو اتباع محبوب ہی ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے'' قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ''۔

''یعنی اے محمد (ﷺ)! اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ جل شانہ تمہیں محبوب بنالے گا''۔

اوراللہ پاک کاارشاد ہے:'' ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ''۔

''یعنی اطاعت رسول خدا تعالیٰ کے حکم ہی کا ماننا ہے''۔

لہٰذا ہر عبادت کے جملہ امور حضور اکرم ﷺ کے طریقہ اور فرمان کے مطابق ادا ہونے چاہئیں کوئی عبادت بھی حضور اکرم ﷺ کی سنت اور طریقہ کے خلاف ادا کی گئی تو قابل قبول نہ ہوگی، اس لئے ہر عمل میں سنت نبوی ﷺ کو ملحوظ رکھنا چاہیئے، اوراس میں اپنی نفسانی خواہشات اور دوسرے غیر ضروری اعذار کو رکاوٹ نہیں بننے دینا چاہیئے، آخر ایمان کی تو تکمیل ہی اس سے ہوگی کہ اپنی خواہشات کو طریقہ نبوی ﷺ کے تابع کر دیں۔الخ (بیان العمدہ،ص:۲۷)

خلاف شرع شکل وصورت ولباس آپ ﷺ کی اذیّت کا باعث ہیں

حضرت صوفی صاحبؒ اپنے رسالہ'' چہل حدیث درود وسلام'' (مرتبہ ۱۴۰۵ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

جو افعال اللہ کے حبیب ﷺ کی ناراضگی اور غصہ کا سبب ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ افعال تباہ کر دینے والے ہوں گے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور رسول ﷺ کو قصداً ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے (جو رحمت سے دوری کا سبب ہے) اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

من جملہ ان موجب ایذاء افعال کے شکل وصورت میں اللہ تعالیٰ کے مغضوب اور گمراہ یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت بھی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے یہود و نصاریٰ کی مشابہت کی مخالفت کی روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کی مخالفت شریعت میں مطلوب ہے اور ظاہر میں مشابہت ان سے محبت اور دوستی پیدا کرتی ہے، جیسا کہ'' باطنی محبت'' ظاہری مشابہت میں اثر انداز ہوتی ہے، یہ امور تجربہ سے ظاہر ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اور اسی پر مر جائے تو ان ہی کے ساتھ حشر ہوگا۔

پس اگر محبوب خدا ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کی ہمت نہیں رکھتے تو خدا کے واسطے آپ ﷺ کا دل تو نہ دکھائیں، لہٰذا خلاف شرع اور خلاف سنت شکل وصورت اور لباس وغیرہ کے

ساتھ مواجہ شریفہ پر حاضری دینے میں خواہ وہ مرد ہوں یا خواتین ہوں بڑا خطرہ ہے۔

اسی طرح اہل مدینہ کے ساتھ ظلم اور مکر وفریب کرنے اور ان کو ڈرانے پر بھی شدید وعیدیں ہیں، الحاصل اس معاملہ میں پوری توجہ کی ضرورت ہے کہ آداب میں فرائض، واجبات اور محرمات شرعی کا لحاظ سب سے اہم ہے اور اس میں غفلت سخت خسران کا باعث ہے، لہٰذا ہر حاضر ہونے والے کے لئے یہ لازم ہے کہ ایک تو وہ اہل مدینہ کے حقوق کا پورا پورا احترام کرے اور دوسرے ظاہری و باطنی تمام گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے چھوٹے ہوں یا بڑے اور تعداد میں چاہے لاکھوں کروڑوں سے بڑھ کر ہوں اور سچائی سے عہد کرے کہ ان شاء اللہ آئندہ خلاف شریعت کوئی بات نہیں کرے گا، یعنی میں نے سب خلاف شریعت باتیں چھوڑ دی ہیں، اے اللہ! گزشتہ اپنی تمام نافرمانیوں کو معاف کردے، بس اسی کو توبہ کرنا کہتے ہیں............الخ (چہل حدیث، ص:۲۹)

شرک وبدعت کی باتیں جس عنوان سے بھی ہوں اللہ ورسول ﷺ کی ایذا کا باعث ہوں گی

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''تنویر الابصار'' (مولفہ ۱۴۰۶ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

حبیب خدا ﷺ کی محبت اور ان کی تعظیم وادب کے متعلق عوام الناس کو بہت بڑے مغالطہ میں پایا، کچھ لوگوں نے حبِ رسول ﷺ کے دلکش وباعظمت عنوان سے ایسے عقائد ورسومات کو رواج دیا، جن میں شرک وبدعت اور جہالت وگمراہی صاف پائی جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ شرک وبدعت کی باتیں چاہے جس عنوان اور جس نیت سے کی جائیں، وہ اللہ ورسول ﷺ کی رضا وخوشنودی کی بجائے ان کی نافرمانی اور ایذا ہی کا باعث ہوں گی، جیسا کہ شرک وبدعت اور بدعتیوں اور خرافیوں کی مذمت میں قرآن وحدیث کی نصوص سے واضح ہے اور حبِ رسول ﷺ ہر مسلمان میں ہونا تو مسلم ہے، لیکن مخلص عوام کی ایک بڑی تعداد جو علم سے بے بہرہ اور سادہ لوح ہے، وہ ان خرافات وبدعات میں اپنے حبِ رسول ﷺ کے نیک جذبہ کے تحت کثرت سے مبتلا ہے، حالانکہ ان خرافات وبدعات میں بعض تو

ایسی ہیں جو شرک وایذاء رسول ﷺ کی حد تک پہنچ جاتی ہیں، ایسی محبت بالکل باطل ہے اور بعض رسومات ایسی ہیں جن میں فی نفسہٖ شرک وغیرہ کی قباحت نہیں ہے، لیکن ان کو کتاب وسنت کی دلیل کے بغیر عبادت مقصودہ سمجھ کر حُبِ رسول ﷺ کے جذبہ سے کیا جاتا ہے، تو ایسی محبت، محبت بدعیہ ونامرضیہ کہلائے گی، جس کی اصلاح ضروری ہے.............

دوسرا گروہ اہل علم مشائخ کاملین، متبع سنت اور حقیقی محبان رسول ﷺ کا ہے، جن کے لئے ان خرافات اور بدعی امور کا رد کرنا ضروری ہے اور برائی جتنی سخت ہو اس کا رد بھی اتنی ہی سختی سے کرنا پڑتا ہے، چنانچہ شرع شریف میں شرک وبدعت اور بدعتیوں کی جتنی سخت مذمت آئی ہے، اس کو اسی سختی سے ظاہر کیا جانا چاہیئے اور ان خرافات کے آنے کے راستوں اور اسباب سے پرہیز کرانا چاہیئے اور یہ علماء حق کا فریضہ ہے۔

لیکن افسوس کہ اس محترم گروہ کے عوام جو علم میں ناقص اور ردِّ بدعت کے مبارک جذبہ میں سخت ہوتے ہیں، وہ جہاں کہیں بھی ادب وتعظیم اور حب رسول کا نام سنتے ہیں یا کوئی ایسا کام دیکھتے ہیں جس میں محبت وادب پایا جائے تو اس کام کو شرک اور اس کے کرنے والے کو فوراً بدعتی وخرافی سمجھ لیتے ہیں، جب کہ خود بدعت وسنت کی تعریف سے اور اس بارہ میں سلف صالحین کی آراء اور عمل سے جاہل ہوتے ہیں، حالانکہ شرع کے مطابق ادب وتعظیم اور محبت کرنے والا حقیقی متبع سنت اور شرک وبدعت سے نفرت کرنے والا ہوتا ہے اور ادب وتعظیم وحب رسول میں کمی کرنے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا نافرمان ہوتا ہے، یا کم از کم دوسروں کے بارہ میں بدگمانی اور بہتان کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ دونوں طبقوں کے مخلص ناواقفوں کی خاطر حب رسول کے متعلق کتاب وسنت کے واضح احکامات، اس کی اہمیت اور اس پر عمل کا طریقہ مختصر طور پر ایسا لکھا جائے جس میں کسی طبقہ کو انکار یا شک کی گنجائش نہ رہے..............الخ (تنویر الابصار، ص:۵)

حقوق العباد اور اتباع سنت

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''فضائل النساء'' (مولفہ ۱۴۰۷ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

اتباع سنت کے دعویداروں کے لئے عبرت

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ومحبوب، جن کی خاطر ساری کائنات بنائی، جو رحمۃ اللعالمین ہیں، محسن اعظم ہیں، جن کے اخلاق کی خود اللہ پاک نے تعریف فرمائی، چنانچہ سورہ نون میں ارشاد ہے کہ ''وانک لعلی خلق عظیم'' اس آیت شریفہ میں کئی نوع کی تاکید کے ساتھ ارشاد ہے کہ تم بڑے اخلاق پر ہو، پھر آپ کے صحابہ آپ کے ایسے جانثار تھے کہ آقا محبوب کی تھوڑی سی تکلیف کے بدلے اپنی جان ومال وآبرو کی کوئی پرواہ نہ کرتے تھے اس سب کے باوجود خود حضور اقدس ﷺ کو حقوق العباد کا اس قدر اہتمام تھا کہ مرض الوفات میں تکلیف کی حالت میں مسجد نبوی میں ممبر پر تشریف لے گئے، چنانچہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑ لے، میں نے حضور اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑا حضور اکرم ﷺ مسجد تشریف لے گئے اور ممبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لوں، میں لوگوں کو اکٹھا کر لایا، حضور اکرم ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب آگیا ہے اس لئے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے بدلہ لے لے، اور جس کی آبرو پر میں نے کوئی حملہ کیا ہو میری آبرو سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے، کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ بدلہ لینے سے رسول اللہ ﷺ کے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے نہ میرے لئے موزوں ہے، خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کر لے یا معاف کر دے کہ میں اللہ جل شانہ کے یہاں بشاشت نفس کے ساتھ جاؤں، میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر کفایت کرنا نہیں چاہتا، پھر بھی اس کا اعلان کروں گا، چنانچہ اس کے بعد ممبر سے اتر آئے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے، اور وہی اعلان فرمایا نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمے کوئی حق ہو وہ بھی ادا کر دے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے

بہت کم ہے، ایک صاحب کھڑے ہوئے کہ میرے تین درہم آپ کے ذمہ ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی مطالبہ کرنے والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں نہ اس کو قسم دیتا ہوں لیکن پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیسے ہیں، انہوں نے عرض کیا ایک سائل ایک دن آپ کے پاس آیا تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمادیا تھا کہ اس کو تین درہم دیدو، حضور اکرم ﷺ نے حضرت فضل سے فرمایا کہ اس کے تین درہم ادا کردو۔

اس کے بعد مختلف حضرات نے اپنے لئے دعا کرائیں اور اپنی تقصیرات بیان کیں جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تنبیہ کی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو مگر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا عمر! چپ رہو، دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے۔ اس قصے میں یہ بھی ہے کہ اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع سے کوئی بات کہی جس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں، میرے بعد حق عمر کے ساتھ ہے، جدھر بھی وہ ہو جائیں۔

پھر حضور اقدس ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح عورتوں کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا جو جو ارشادات مردوں کے مجمع میں فرمائے تھے یہاں بھی ان کا اعادہ فرمایا۔ از شمائل ترمذی ملخصاً (فضائل النساء، ص: ۳۷)

انبیائے کرام کی شان میں افراط وتفریط سے بچنا ضروری ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''میان دو کریم'' (مولفہ ۱۴۰۸ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

جو کوئی اللہ کریم کو تو مانتا ہو لیکن اس کے رسول کریم کا یا ان کی خصوصیات کا منکر ہو تو وہ مردود ہے، اس کی توحید معتبر نہیں۔ اسی طرح جو رسول کریم ﷺ کے عشق کا تو دعویٰ کرے لیکن اللہ کریم کی خدائی صفات الوہیت، ربوبیت اور یکتائی و کبریائی میں کسی کو شریک کرتا ہو وہ بھی مشرک ہے، یہاں ایک نازک اور ضروری امر ملحوظ رہنا چاہیئے کہ:

اللہ تعالیٰ نے خدائی صفات کے علاوہ دیگر جو صفات کمال بھی کسی بشر کو عطا کی جاسکتی تھیں وہ سب اپنے حبیب ﷺ کے جسد اطہر میں ودیعت رکھ کر ان کو اپنے کمال کا مظہر اتم بنا دیا۔ لہٰذا رسول

کریم ﷺ کورب کریم نے جوصفات کمال اور خصوصیات عطا فرمائی ہیں اوراس کا اعلان قرآن وسنت کے ذریعہ ہو چکا،ان سب کو ماننا بھی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے ورنہ رب کریم کے ارشادات کا انکار لازم آتا ہے،لیکن ان خصوصیات کی تشریح کرنا یا اپنی عقل وقیاس سے ان میں کمی بیشی کرنا ممکن نہیں کیوں کہ اللہ کے حبیب کا مرتبہ بہت بلند ہے انہوں نے خود فرمایا **الا وأنا حبیب الله**..........

نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ پاک نے اپنے پاک حبیب ﷺ کو بہت کمالات سے نوازا ہے اوران میں سے خاص منصب عبداللہ کا ہے،چنانچہ جہاں بھی کمالات اورقرب کا بیان ہوا تو ''عبدہ'' سے بیان فرمایا:''**سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ**''۔''**أشھد أن محمداً عبدہٗ ورسولہٗ**''''**ولما قام عبدالله**''۔

اسلام کی یہ زریں تعلیم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں خصوصاً محبت وعظمت میں افراط وتفریط سے کام نہ کیا جائے،ان کو''عبداللہ'' مانتے ہوئے اللہ پاک کی صفات کا مظہراتم یقین کرنا چاہیئے۔

ذیل میں چند صفات کا ذکر ہوگا جس سے معلوم ہوگا کہ اللہ پاک نے اپنے پاک حبیب کو کیسے نوازا،پس انسانیت کی حقیقی سعادت آپ کے اتباع میں ہے۔

آج کل بسااوقات نادانستہ طور پر حق توحید ایسے ادا کرتے ہیں کہ حق رسالت میں کوتاہی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے،ایسا کرنا اچھی بات نہیں۔

محبت رسول ﷺ کے اسباب اتباع کی غرض سے اختیار کیے جائیں

حضرت صوفی صاحب ؒ اپنے رسالہ''شفاء الاسقام''(مرتبہ ۱۴۰۹ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے،لیکن آج کل دشمن مختلف سازشی کاروائیوں اور منصوبوں کے ساتھ مسلمانوں کے دینی حلقوں میں گھس کر دین ہی کے نام پر تعلق باللہ کے حصول کے طریقوں اور حضور اکرم ﷺ کی محبت وعظمت پیدا کرنے والی ہر ہر بات کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے،لہٰذا ہم سب پر ضروری ہے کہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تعلق باللہ اور محبت رسول ﷺ کے اسباب کو اختیار کریں،تاکہ اخلاص کے ساتھ اتباع سنت

کی دولت سے نوازے جائیں جس پر اللہ پاک کی رضا و محبت کا وعدہ ہے۔ (شفاء الاحقام، ص:۲)

ہمارے لئے علمائے امت اور راسخین فی العلم کے عقائد کو ماننا ضروری ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''ربیع القلوب'' (مولفہ ۱۴۱۰ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

امام الوقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ نے ''مسئلہ حیات النبی ﷺ'' کے اثبات میں دلائل بیان فرماتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے کہ'' ہمارے لئے ان کے (علماء امت اور راسخین فی العلم) کے متفقہ عقائد کو ماننا ہی ضروری ہے کیوں کہ ہم ناقص علم رکھنے والے ان واصلین اور ائمہ تفسیر و حدیث کے علوم تک کہاں پہنچ سکتے ہیں، اس کے خلاف صرف اسی کی بات پر غور کیا جاسکتا ہے جو ان حضرات میں سے کسی ایک کے بھی پاسنگ ہو۔'' (ربیع القلوب، ص:۷)

درود وسلام کے صیغوں میں مُوہم شرک الفاظ سے اجتناب کیا جائے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''ترجمہ جلاء الافہام'' (مولفہ ۱۴۱۰ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

بعض حضرات نے درود وسلام کے صیغوں میں محبت وشوق کے غلبہ سے ایسے الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا جن میں شرعی حدود سے تجاوز پایا جاتا ہے، یعنی ان میں کچھ الفاظ مُوھم شرک یا بے ادبی کے ہوتے ہیں اگر چہ کہنے والا اپنے حال کی وجہ سے معذور ہو، اور ان کے اس عمل پر کچھ بشارتوں اور برکات واثرات کا ظہور بھی ہوا ہو، کہنے والے کی باقی زندگی میں علم وفضل اور قبولیت کے آثار ہوں تاہم ہمارے لئے ماثورہ درودوں کی بجائے ان کو اختیار کرنا کچھ مستحسن نہیں ہے، اگر چہ الفاظ کی اچھی تاویل کر کے پڑھنے کا جواز ہو جاتا ہے اور بزرگوں کے کلام کی تاویل اچھی ہی کرنی چاہیئے، مگر بعض جہلاء نے عقیدت کی بنا پر محض اپنے خیال وگمان سے بلا دلیل کچھ فضائل گھڑ لئے........الخ (ترجمہ جلاء الافہام، باب رابع، ص:۳)

سچی محبت کی علامت تمام اعمال میں اتباع سنت ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''العطور المجموعہ'' (مولفہ ۱۴۱۱ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

(آپ ﷺ کے) ذکر مبارک کی کثرت محبت وایمان کا تقاضا بھی ہے اور محبت کو بڑھانے

والی بھی ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ سچی محبت کے حصول کی علامت ''اتباع سنت'' ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ احکام کی صورت میں ذکر رسول ﷺ اور ذات مقدسہ کے فضائل کی صورت میں ذکر شریف کی مثال سالن میں نمک کی طرح ہے یعنی سالن میں گوشت بیشک اصل ہے اور زیادہ قیمتی ہے مگر نمک ڈالے اور پکائے بغیر کھایا نہیں جاسکتا، اور نہ ہی ہضم ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی گوشت کے بجائے ہنڈیا میں نمک ہی ڈال کر پکاتا رہے تو بھی غذا کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، اور نہ وہ سالن کہلائے گا، اسی طرح اگر کوئی اتباع سنت اور نماز روزے کی پرواہ نہ کرے اور نہ ان کے احکام کا ذکر سنے، صرف سارا وقت مدحیہ کلام ہی سنتا رہے اور اشعار پڑھ کر جھومتا رہے اور صاحب فضیلت ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتا رہے تو وہ مدحیہ کلام بجائے فائدے کے اس پر حجت بن سکتا ہے، اور وہ شخص غلط فہمی سے اپنے کو عاشق رسول سمجھنے لگ جاتا ہے۔

حالانکہ وہ ایسی ذات کے احکام کی نافرمانی کرتا ہے جن کے احکام کے سامنے صرف آواز بلند کرنے پر پچھلے کئے ہوئے سب اعمال کے ضائع ہوجانے کی وعید قرآن کریم میں آئی ہے، اللہ جل شانہ کا اپنے حبیب ﷺ کے ادب کے بارے میں مسلمانوں ہی کو ارشاد ہے:

''لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي''۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ ارشاد فرمودہ احکام کا ذکر جس طرح واجب شرعی ہے اسی طرح آپ ﷺ کا ادب و محبت، تعظیم و توقیر اور مدح و ثناء بھی واجب ہے اور یہ ایسا واجب ہے کہ جس پر سارے دین کا قیام ہے، کیوں کہ احترام اور تعظیم کے نہ ہونے سے رسالت کے احکام ساقط ہوجاتے ہیں اور دین باطل ہوجاتا ہے اور ذکر مبارک انفراداً یا اجتماعاً کا جو درجہ بھی ہو وہ مندرجہ بالا دونوں وجوب شرعی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور ظاہری اعمال میں یعنی عبادات میں، شکل و صورت میں، معاشرت، معیشت میں اور اخلاق میں ''اتباع سنت'' اس کی علامت اور محبت کی سچائی کی تصدیق ہے، ورنہ نفاق اور محض ''حظ نفس'' ہے۔

ذکر شریف کی کثرت سے محبت اور محبت سے قیامت میں حضور اکرم ﷺ کی معیت و

شفاعت نصیب ہوگی اور زیادتی محبت سے اتباع سنت کی توفیق ہوکر اللہ تعالیٰ کی محبوبیت حاصل ہوگی، محبت واتباع سنت وجوب شرعی ہے تو اس کے ذرائع بھی اسی درجہ میں مطلوب ہوئے۔

(العطور المجموعہ،ص:۳۷،۳۸)

تصوف کو شریعت کے دائرے میں رہ کر اختیار کیا جائے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''حقیقۃ العلم'' (مولفہ ۱۴۱۲ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

امام ابوسلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات کوئی نکتہ مجھ پر کھلتا ہے اور صوفیوں کی واردات میں کوئی وارد مجھ پر ظاہر ہوتا ہے تو میں اسے اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک دو عادل گواہوں سے اس کی تصدیق نہ کرالوں یعنی قرآن وسنت کے مطابق ہوا تو لے لیا ورنہ نہیں۔

جنید بغدادی رحمہ اللہ کا فرمان ہے: ہمارا یہ علم (تصوف) قرآن وحدیث کے ساتھ جڑا ہوا ہے، جو قرآن پڑھا ہوا نہ ہو اور نہ کسی عالم حدیث سے حدیث لکھے ہوئے ہو، اس کی پیروی ہمارے اس علم کے اندر ہرگز جائز نہیں۔

اتباع سنت کے بجائے یورپ کی تقلید مُوجب غضب الٰہی ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''وطن اصلی کی محبت'' (مولفہ ۱۴۱۳ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، ایک مجلس میں فرمایا ''ذرا سوچو تو! جس قوم کے آسمانی علوم (حضرت عیسیٰؑ کے لائے ہوئے علوم) کا چراغ علوم محمدی (قرآن وسنت) کے سامنے گل ہوگیا، بلکہ من جانب اللہ منسوخ قرار دے دیا گیا اور براہ راست اس سے روشنی حاصل کرنے کی صاف ممانعت فرمادی گئی تو اس قوم کے اہوا وامانی (یعنی ان کے خود ساختہ نظریوں) کو صحیح طریق کار سمجھ لینا اللہ کے نزدیک کتنا قبیح اور کس قدر موجب غضب ہوگا، اور عقلاً بھی یہ بات کتنی غلط ہے کہ محمدی وحی کے محفوظ ہوتے ہوئے عیسائی قوموں کے طور طریقوں (فیشنوں) کی پیروی کی جائے، کیا یہ علوم محمدی ﷺ کی سخت ناقدری نہیں؟''۔ (وطن اصلی کی محبت،ص:۱۱)

آپ ﷺ کے حقوق میں سب سے اعظم آپ کی محبت واتباع ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''حقوق خاتم النبیین ﷺ'' (مولفہ ۱۴۱۴ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کے حقوق میں ام الحقوق تو آپ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کا اتباع ہے، جس کے مظاہر آپ کا ادب اور آپ سے تعلق رکھنے والے امور کی توقیر وتعظیم ہیں، چنانچہ حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ تعظیم وتوقیر دین کا کوئی ایک حصہ نہیں ہے بلکہ پورا دین ہے، اور تعظیم وتوقیر کا نہ ہونا رسالت کے انکار کے مترادف ہے، جس کے بغیر توحید قطعاً معتبر نہیں، کیوں کہ آپ کے حقوق کا تعلق آپ کی رسالت سے بھی ہے کہ آپ ﷺ اللہ جل شانہ کے رسول ہیں اور آپ کی ذات اقدس سے بھی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں، یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت میں آپ ﷺ کے ادب واحترام پر بے حد زور دیا گیا ہے۔ (حقوق خاتم النبیین ﷺ، ص:۲۰)

آپ ﷺ کے وجوبی آداب میں سب سے اہم محبت اور ہر شعبہ زندگی میں اطاعت ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''آداب النبی ﷺ'' (مولفہ ۱۴۱۵ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے وجوبی آداب میں بنیادی امر دو ہیں: اپنی جان ومال واولاد اور ہر شخص سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھنا اور محبت رسول اور کسی اور کی محبت میں ٹکراؤ ہو تو اس کو ٹھکرا دینا، اس کا نام محبت ایمانی اور محبت رسول ہے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے:

''لا یؤمن احدکم حتیٰ أکون أحب الیه من والدہٖ و ولدہٖ والناس أجمعین''۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں۔

وجوبی آداب میں دوسری اہم بات جو محبت کی علامت بھی ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں یعنی عقائد، عبادات ومعاملات، معاشرت ومعیشت اور اخلاق ظاہرہ وباطنہ میں حضور اکرم ﷺ کا اتباع اور اطاعت ہو، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم''. (البقرۃ)

''آپ (ﷺ) فرمادیجئے کہ اگر تم خداتعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خداتعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے''۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی، مگر جس نے میرا کہنا نہ مانا، عرض کیا گیا کس نے نہیں مانا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا کہنا نہ مانا۔ (بخاری)

وجوبی آداب النبی ﷺ میں آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب وتعظیم، ان سے محبت اور ان کے مخالفین سے بغض ونفرت رکھنا بھی اس میں داخل ہے۔ (آداب النبی ﷺ، ص:۳۸)

علمائے دین اور احادیث مبارکہ کا ادب بھی نبی کریم ﷺ کے ادب میں شامل ہے

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنے سے منع فرمایا جیسے آیت میں گذرا، قاضی ابوبکر بن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے، جیسا حیات میں تھا، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے خلاف ہے، اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث پڑھی یا بیان کی جارہی ہوں اس میں بھی شور وشغب کرنا بے ادبی ہے، کیوں کہ آپ کا کلام جس وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہورہا ہو اس وقت سب کے لئے خاموش ہوکر اس کا سننا واجب اور ضروری تھا، اسی طرح بعد وفات جس مجلس میں آپ کا کلام سنایا جاتا ہو وہاں شور وشغب کرنا بے ادبی ہے۔ (معارف القرآن)

جس طرح تقدم علی النبی ﷺ (یعنی نبی کریم ﷺ سے کسی کام میں پیش قدمی کرنے) کی ممانعت میں علماء دین بحیثیت وارث انبیاء ہونے کے داخل ہیں، اسی طرح رفع صوت کا بھی یہی حکم ہے کہ اکابر علماء کی مجلس میں اتنی بلند آواز سے نہ بولے جس سے ان کی آواز دب جائے۔ (تفسیر قرطبی)

آج کل اس بے ادبی میں ابتلاء عام ہے، نام نہاد تہذیب یافتہ جدید مفکرین احادیث شریفہ

کے مقابلے میں اپنی جہالت کا اظہار بے دھڑک کرتے ہیں، کیوں کہ اکثر وہ دینی بات ان کی محدود سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے، اس لئے اپنی کج رائے کا اظہار کر کے بعض تو انکار کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں، اور وہ اپنے نیک اعمال بھی برباد کرتے ہیں، اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔

اسی طرح سنتوں کو ہلکا سمجھنا اور ان کا استہزاء جس کو آج کل معمولی بات سمجھا جاتا ہے بڑی سخت بے ادبی کی بات ہے، مثلاً ڈاڑھی کا یا ٹخنوں سے اونچے پائچے کا مذاق اڑانا یا ان پر حقارت سے مسکرا دینا اور اپنی بدعملی و فسق کو چھپانے کے لئے اس شرعی شکل و صورت رکھنے والوں پر انگشت نمائی کرنا کسی طرح زیبا نہیں، کیوں کہ یہ باتیں تو اسلام کے احکام کے مطابق ہیں۔ (آداب النبی ﷺ، ص:۳۶)

کثرتِ درود شریف کا پورا فائدہ محبت واتباع کی نیت سے پڑھنے سے ہوگا

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''محبت ہی محبت'' (مولفہ ۱۴۱۵ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

صاحب روح البیان لکھتے ہیں:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور اقدس ﷺ کو مقام محمود تک پہنچانا ہے، اور وہ مقام شفاعت ہے، اور ملائکہ کے درود کا مطلب ان کی دعا کرنا ہے، حضور اکرم ﷺ کی زیادتی مرتبہ کے لئے اور حضور اکرم ﷺ کی امت کے لئے استغفار اور مؤمنین کے درود کا مطلب حضور اکرم ﷺ کا اتباع اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت اور حضور اکرم ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف، اس لئے کثرت درود شریف کا پورا فائدہ اس وقت حاصل ہوگا جب حضور اکرم ﷺ کی اتباع اور محبت کے حصول کی نیت بھی کی جائے، کہ نیت کئے بغیر فائدہ کم ہوتا ہے، اگر چہ ثواب ملتا ہے، جیسے کوئی نفی اثبات کا ذکر کرے اور اس میں دنیا سے کٹنے کی اور رذائل سے پاک ہونے کی اور اللہ تعالیٰ سے محبت و تعلق کی نیت نہ کرے تو اتنا فائدہ نہیں ہوگا، اور اگر یہ نفی اثبات کا وظیفہ کرنے سے پہلے ان ثمرات کے حصول کی نیت اور دعا کرے اور اس وظیفہ سے فارغ ہو کر عملاً بھی اس (محبت و تعلق والے) راستہ کو اختیار کرے تو یہ ذکر بہت مفید ہوتا ہے، اسی طرح درود شریف کی کثرت کرنے والے کو چاہیئے کہ آپ کے اوصاف جمیلہ کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی محبت کے

بڑھنے کی اور اتباع سنت کے حصول کی نیت بھی کرے، اور اتباع سنت میں صرف شکل وصورت کو سنت کے مطابق بنانے کی نیت پر اکتفانہ کرے، بلکہ اخلاق ظاہرہ وباطنہ میں خصوصاً تواضع میں، عادات میں، معیشت میں، معاشرت میں، غرض دین کے ہر شعبہ میں اتباع کرنے کی کوشش کرے، جیسا کہ ہمارے متبع سنت اکابر کا یہ امتیاز رہا، (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے متعلق احقر کا رسالہ ''حضرت شیخ کا اتباع سنت اور عشق رسول'' کا مطالعہ مفید ہے) اور اپنے حالات میں غور کر کے علماء سے پوچھ پوچھ کر جس میں کمی ہو اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اور آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف جس طرح نثر میں محبت اور اتباع کا ذریعہ ہے، اسی طرح نظم میں آپ کے اوصاف جمیلہ کا بیان مفید اور زیادہ اثر آفریں ہوتا ہے۔

قصائد ونعتیہ کلام میں متبع سنت وبدعات سے متنفر حضرات کے کلام کو اختیار کیا جائے

قصائد واشعار اور نعتیہ کلام میں چونکہ بعض اشعار ادب اور شرعی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اس لئے متبع سنت عشاق، جامع شریعت وطریقت علماء اور بدعات سے متنفر محتاط حضرات کا کلام ہونا چاہیئے۔ (محبت ہی محبت، ص:۶۴)

اتباع سنت کا عظیم فائدہ

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''محبت ومحبوبیت'' (مؤلفہ ۱۴۱۵ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

اتباع سنت سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور محبوبیت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ''قل ان کنتم تحبون الله'' الخ میں گذر چکا، اور سنتوں سے محبت کرنا حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنا ہے۔ جس کا بدلہ جنت میں ان کا ساتھ ہونا حدیث میں ہے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''فمن احب سنتی فقد احبنی و من احبنی کان معی فی الجنة''۔

جو شخص میری سنت سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (محبت ومحبوبیت، ص:۱۹)

فہرست مضامین

سنتوں کو محبت وتعظیم کے ساتھ اپنایا جائے

واضح ہو کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت وتعظیم ایمان کے لئے لازم ہے، اسی طرح نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کی ذات اقدس ہمیشہ ہمیش کے لئے لازم وملزوم ہیں، رسالت ونبوت کا تصور آپ کی ذات اقدس واطہر کے بغیر ممکن نہیں، آپ کی ذات اطہر کے تصور کے ساتھ نبوت ورسالت کا تصور لازم ہے، لہٰذا محبت وتعظیم آپ ﷺ کی منور ذات کے تصور کے بغیر سنت کے افعال کو اپنانا مطلوبہ اور شرعی اتباع سنت نہیں کہلائے گا، بلکہ وہ افعال سنت محض صورت بے روح ہوں گے، جو نہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت ہوگی اور نہ ہی ان کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبوبیت ہوگا۔

(محبت ومحبوبیت، ص: ۷)

سنت سے بے رغبتی اور بدعات کے نتائج

بخاری ومسلم شریف میں ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "من رغب عن سنتي فليس مني" (یعنی جس نے سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں) دیکھئے سنت سے لاپرواہی اور بے رغبتی کرنے والوں کو حضور اکرم ﷺ اپنوں میں سے ہونے کا انکار فرمارہے ہیں، اسی طرح درود شریف پڑھنے میں سستی کرنے والے کے متعلق بددعائیں اور وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں (جن کی تفصیل "فضائل درود شریف" میں ہے) اور بعض وجوبی کام جو سنت سے ثابت ہیں ان کی خلاف ورزی پر غصہ کا اظہار فرمایا اور وعیدیں سنائیں، مثلاً ڈاڑھی منڈوانا، ٹخنوں سے نیچے پاجامہ رکھنا، کفار کی مشابہت اختیار کرنا، وغیرہ خلاف سنت امور مشہور عام ہیں، یہ سب چیزیں اللہ کے حبیب ﷺ کا دل دکھانے والی ہیں، ان کے ہوتے ہوئے محبت کے علاقہ کا اور اپنائیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ غیریت کا اظہار ہوتا ہے، اور شفاعت وسفارش تو اپنوں کی کی جاتی ہے، جن کو ان بداعمالیوں کی وجہ سے اپنوں سے نکالا جارہا ہو اور ان پر غصہ کا اظہار ہو ان کو ان اعمال کے ارتکاب کے ساتھ شفاعت کی امیدیں رکھنا محض خوش فہمی ہے، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

انہی بداعمالیوں میں نہایت خطرناک چیز دین میں کوئی بدعت پیدا کرنا ہے جس کا پہلا

فہرست مضامین

نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے سنت پر عمل کی توفیق سلب ہو جاتی ہے، چنانچہ بدعتی کی زندگی میں خلاف سنت امور خصوصیت سے نمایاں دیکھے جاتے ہیں، اور حقیقی بدعتی پر رحمۃ للعالمین ﷺ کے غصہ اور ناراضگی کا یہ عالم ہے کہ وہ بدعتی لوگ جب حوض کوثر پر پانی کی طلب میں آئیں گے اور حضور اکرم ﷺ کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے بدعات کو اختیار کیا تھا تو ان کو جام کوثر پلانے سے انکار ہو جائیگا، اور آپ ﷺ ان سے فرمائیں گے کہ دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ (یاد رہے کہ یہ وعید حدیث پاک میں ہے۔)

اللھم احفظنا منھم ، اللھم انا نعوذ بک من غضبک و غضب رسولک ونسألک حبک وحب رسولک وحب من یحبک وحب عمل یقربنا الی حبک۔

مشاہدات کی حقیقت کیا ہے؟ اور وہ بھی مقصود نہیں مقصود اصلی محبوب حقیقی کی رضا ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنے ایک مکتوب مورخہ (۱۴۱۶ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ جو کہا جاتا ہے کہ ''فلاں پر انکشافات و مشاہدات کا دروازہ کھل گیا اور ذکر اللہ سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے'' اس کشف و اطمینان سے معروف کشف و اطمینان قلب مراد نہیں ہے۔ بلکہ انکشافات کا مطلب ایمانیات میں ایسے یقین کا حاصل ہو جانا ہے جو مشاہدہ کی مثل ہو، جس میں کوئی شک شبہ نہ رہے اسی کے ''اخلاص، احسان، یقین، نسبت'' وغیرہ مختلف نام ہیں اور اس کو کشف الٰہی بھی کہتے ہیں اور یہ سب کچھ حاصل ہو جانا بھی مقصود حقیقی نہیں، مقصود حقیقی صرف ''رضا'' ہے چنانچہ ابلیس کو ہر قسم کے انکشافات بہت اعلیٰ طریقے سے حاصل تھے مگر عشق نہ ہونے کی وجہ سے اس کا مقصود رضا نہیں تھا، کافر و مردود ہوا''

عقائد علمائے دیوبند میں رسالہ ''المھنّد'' کا مطالعہ ضروری ہے

حضرت صوفی صاحبؒ اپنے ایک مکتوب (۱۴۱۶ھ) میں فرماتے ہیں:

''ضیاء القلوب'' کے ساتھ حاجی (امداد اللہ مکی) صاحبؒ کے چھوٹے چھوٹے دس رسالوں کا ایک مجموعہ ''کلیات امدادیہ'' کے نام سے دیوبند شریف اور کئی جگہ ہندو پاکستان میں عام ملتا ہے آپ حضرات کو وہ پڑھنے چاہئیں۔ اسی طرح عقائد علمائے دیوبند میں رسالہ المھند (حضرت سہارن پوریؒ

) کا بھی مطالعہ ضروری ہے۔اسی طرح براہین قاطعہ۔تاکہ بریلوی دیوبندی متنازع فیہ مسائل کا علم رہے جو کہ مدارس کے درسی نصاب میں شامل نہیں ہیں لیکن عوام میں کام کرنے والوں کے علم میں آنا ضروری ہے"

قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اطاعت کا حکم

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف "ایمان بالرسول ﷺ کے لوازمات" (مولفہ ۱۴۱۷ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

اتباع کا حکم

آیت شریفہ: "وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا"۔(الحشر،۷)

ترجمہ: "اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو"۔

اطاعت کا مقام

آیت شریفہ: "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"۔(النساء۔۸۰)

ترجمہ: "جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی"۔

آیت شریفہ: "واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون"۔(النور،۵۶)

ترجمہ: "اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) کا،تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

آیت شریفہ: "وان تطیعوہ تھتدوا"۔(النور،۵۴)

ترجمہ: "اور اگر تم حضور اکرم (ﷺ) کا حکم مانو گے تو ہدایت پالو گے"۔

قرآن عزیز میں ۳۳ آیات میں سید دوعالم ﷺ کی اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا اور آپ کی اطاعت کو ہدایت اور قرب الٰہی کا ذریعہ فرمایا۔(با محمد باوقار)

اتباع کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ کی اتباع ایسا حق ہے جس کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ بندے کو اپنا محبوب بنالیتے ہیں اور اس کے گناہ بخش دیتے ہیں۔

آیت شریفہ:'' قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم ط ''۔(آل عمران،۳۱)

ترجمہ:'' آپ فرمادیجئے اگر تم خداتعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خداتعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے''۔(ایمان بالرسول ﷺ، ص:۲۵)

ان اسباب سے اجتناب کیا جائے جو محبت وسنت کے جذبے میں کمزوری پیدا کریں

شیخ التفسیر حضرت مولانا علی میاں ندوی دامت برکاتہم ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ صرف ضابطے اور قانون کا تعلق کافی نہیں، روحانی اور جذباتی تعلق اور ایسی گہری اور دائمی محبت مطلوب ہے جو جان ومال اور اہل وعیال کی محبت پر فوقیت لے جائے، اس سلسلہ میں ان تمام مخالف اسباب اور محرکات سے محفوظ اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے جو اس محبت کے ستونوں کو خشک یا اس کو کمزور کرتے ہیں، جذبات واحساسات محبت میں افسردگی، سنت پر عمل کرنے کے جذبہ میں کمزوری اور آپ کو دانائے سبل، ختم الرسل اور مولائے کل ﷺ سمجھنے میں تردد اور سیرت وحدیث کے مطالعے سے روگردانی اور بے توجہی کا سبب بنتے ہیں۔(ایمان بالرسول ﷺ، ص:۷)

اتباع سنت کی برکت سے قلب میں حاصل شدہ نور میں اضافہ

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''محبت کا سودا'' (جدید ایڈیشن مولفہ ۱۴۱۸ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس اتباع سنت کی برکت سے قلب میں حاصل شدہ نور میں اور زیادتی ہوگی، اور اس کے برعکس معصیت سے ظلمت پیدا ہوتی ہے، حدیث پاک میں ہے کہ بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اس کے قلب پر پڑجاتا ہے، جو پھیلتا رہتا ہے اور مزید گناہ کرنے سے کالے نقطے پڑتے جاتے ہیں، لیکن نورانی قلب والے صاحب نسبت آدمی سے جب گناہ ہوجائے تو وہ بے چین ہوجاتا ہے، اور توبہ کرتا ہے جس سے وہ نقطہ دھل جاتا ہے، اور توبہ کا ثواب مزید اس کو ملتا ہے (گناہوں میں بدعت اصطلاحی

اور غیبت ایسے کبیرہ گناہ ہیں جنہیں عام طور سے گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا اور احساس ہی نہیں ہوتا اور توبہ اور معاف کرانے کی طرف خیال نہیں جاتا، لہٰذا ان گناہوں کی بھی تحقیق کر کے ان سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے)۔(محبت کا سودا، ص:۴۷)

مکمل دین پر عمل کی ضرورت

حضرت صوفی صاحبؒ اپنی تالیف ''محبت کے اشارے'' (جدید ایڈیشن مولفہ ۱۴۱۹ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

لہٰذا ہر بیعت ہونے والے کو اپنے عقائد، معاملات، اخلاق، معاشرت، معیشت میں اللہ کے احکام کو اسی طرح ماننا چاہیئے اور عمل کرنا چاہیئے بے فکری اور قناعت یعنی یہ کہنا کہ ہمارے دین کا حصہ ہے اور یہ دنیا کا حصہ ہے اور اس طرح ناقص عمل کرنے والا آدمی ہمیشہ دنیاوی پریشانیوں اور مصیبتوں میں رہتا ہے اور یہ پریشانیاں اس کے لئے کفارہ سیئات ہو جاتی ہیں کیوں کہ ایمان تو ہے ......الخ (محبت کے اشارے، ص:۷۰)

شرک و بدعت اور خلاف شرع ہر کام سے اظہار برأت

حضرت صوفی صاحبؒ اپنے مرض وفات کا محررہ رسالہ ''اپنی موت کے آثار ظاہر ہونے پر، اپنے دوستوں سے صاف صاف باتیں'' (مرتبہ ۱۴۲۰ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے موجودہ بہت آسان لیکن بہت اہم کام جس کو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے مرض الموت میں اختیار کیا میں کسی قسم کی بدعت اور شرک کا طرز اختیار نہ کرے اگر کسی نے ایسا کوئی کام کیا تو ہم اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔کام کے پھیلاؤ کے شوق میں کوئی خلاف شرع طریقہ اختیار نہ کرے۔ اس سے بھی ہم بری ہیں، اسی طرح ذکر و شغل کی مجلس قائم کر کے اس کی آڑ میں لوگوں کا مال کھائے اور صفائی معاملات کی پرواہ نہ کرے ایسی مجالس سے بھی برأت کرتے ہیں۔(صاف صاف باتیں، ص:۲)

ہمارا کوئی کام یا خیال حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مزاج کے خلاف نہیں بلکہ ان کے خیالات کے

عین مطابق ہے اور میں ان کا جامد مقلد ہوں، لاعلمی میں میرا کوئی خیال یا تحریر یا کوئی لفظ بھی ان کی تحقیق مزاج کے خلاف ہو تو وہ نا قابل التفات اور مردود ہے، میرے او پر دواور دو چار کی طرح بالکل واضح ہے کہ میرا طرز عمل ان کے عین مطابق ہے اور جس کو اس کا اعتبار نہیں یا اس سے اختلاف نظر آتا ہے تو اس کی ہمیں کوئی تشویش نہیں۔ (صاف صاف باتیں، ص:۱۱)

محققین اولیاء اللہ نے ہمیشہ مقاصد کو پیش نظر رکھا اور غیر شرعی رسومات سے اجتناب کیا

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب قدس سرہ اپنی آخری تالیف "یہ ملاحت کدھر سے آئی" جو اپنے استاذ مکرم مولانا ابوالحسن علی میاں کی وفات پر تالیف فرمائی (موافقہ شوال ۱۴۲۰ھ) اس میں حضرت مولانا علی میاںؒ کی عبارت تصوف کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

محققین فن نے ہمیشہ مقاصد پر زور دیا اور وسائل کو وسائل ہی کی حد تک رکھا اسی طرح انہوں نے بڑی جرأت اور بلند آہنگی سے ان چیزوں کا انکار کیا جو اس کے روح ومغز اور اصل مقاصد سے نہ صرف خارج بلکہ ان کے منافی اور اکثر اوقات ان کے لئے مضر ثابت ہوتی ہیں۔ تاریخ اسلام میں کوئی ایسا دور نہیں گذرا کہ اس فن کے داعیوں، معلموں اور اہل تحقیق نے مغز و پوست، حقائق واشکال اور مقاصد ورسوم میں فرق نہ کیا ہو۔

پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے لے کر مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سب نے قشر ولباب، مقصود وغیر مقصود میں پوری وضاحت کے ساتھ امتیاز پر زور دیا اور ان رسوم وعادات کی اس شدت سے تردید کی جو غیر مسلموں کے اختلاط یا صوفیائے خام کے اثر سے داخل ہو گئی تھی اور ان کو تصوف اور طریقت کا جز سمجھ لیا گیا تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی "فتوح الغیب" ہو یا "غنیۃ الطالبین" یا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی "عوارف المعارف"، حضرت مجدد صاحبؒ کی "مکتوبات امام ربانی" ہوں یا حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصنیفات، یا حضرت سید احمد شہیدؒ کی "صراط مستقیم"، حضرت گنگوہیؒ کے مکتوبات یا مولانا تھانویؒ کی "تربیت السالک وقصد السبیل" ہر جگہ یہ

مضامین بکثرت ملیں گے کہ انہوں نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیا، اور جہاں تک حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا تعلق ہے انہوں نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:

''نسبت صوفیاء کبریت احمر است و رسوم ایشاں ہیچ نیرزد''۔

(صوفیاء کرام کی نسبت باطنی تو نعمت عظمیٰ ہے اور کیمیاء ہے لیکن ان کے رسوم (جن کا شریعت سے ثبوت نہیں، کوئی قیمت نہیں رکھتے)۔ (یہ ملاحت کدھر سے آئی، ص:۱۹)

مرتبہ محمد سہیل، ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ

ناشر

مکتبۂ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد مدنی وخانقاہ مدنیہ ،اقبالیہ ،جلیلیہ

سی307 ، بلاک-1 ، گلستانِ جوہر، کراچی

موبائل: ۰۳۰۰_۹۲۲۵۵۳۳

: ۰۳۲۱_۹۲۲۵۵۳۳